آسمان منطق کے افق پر شمس بازغہ کا طلوع
من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلا
(الغزالی)
جسے منطق میں معرفت نہیں اسے علوم میں بالکل وثوق نہیں
حروف تہجی کے اعتبار سے چھ سو ستر (۶۷۰) سے زائد مصطلحات منطقیہ کا فقید المثال درسی شاہکار
عطاء المنتطق فی اصطلاحات المنطق
قال فرید العصر علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مبتدی تو بجائے خود یہ رسالہ منتہیوں کیلئے بھی بڑا مفید ہے
(مع رسالہ)
الضرب الشدید
علیٰ رؤس
معاندی المنطق السدید
معاندین منطق کے اعتراضات وجوابات مسکتہ
(مع رسالہ)
تلمیع قنادیل الجداول
فی
مناہج المنطق المتداول
اصطلاحات منطقیہ کے ترتیب وار نقشہ جات
(مع رسالہ)
نجاح مدارس الدرس النظامی
فی
تنفید المنہج التعلیمی القدیم
درس نظامی کے قدیمی نصاب میں تبدیلی پر ناقدانہ تبصرہ
(مع رسالہ)
ریحان الطالبین
فی
تذکرۃ المصنفین
تذکرۃ المصنفین درس نظامی (کتب منطقیہ)
استاذ المیراث مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی
المصحح علامہ حافظ ارشاد الرسول رضوی بریلوی
ناشر
تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
DarseNizami.MadinaAcademy.Pk

تقریظ وحید العصر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

"مبتدی تو بجائے خود یہ رسالہ منتہیوں کے لئے بھی بڑا مفید ہے"

عطاء المنطق

فی

اصطلاحات المنطق

خاکپائے

عطاء الملت والدین

مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

المصحح مولانا حافظ ارشاد رسول رضوی بریلوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

لکڑ منڈی چوک رحمانیہ روڈ پرتاب نگر فیصل آباد

موبائل: 0300-9650272

نام کتاب : عطاء المنتطق فی اصطلاحات المنطق

مؤلف : مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

المصحح : علامہ محمد ارشاد الرسول رضوی

تعداد : ١١٠٠

قیمت :

ناشر : تفہیم البخاری پبلیکیشنز
لکڑ منڈی چوک رحمانیہ روڈ پرتاب نگر فیصل آباد
موبائل: 0300-9650272

ملنے کے پتے

جامعہ فریدیہ عربیہ تعلیم القرآن سبزہ زار سکیم لاہور

مکتبہ رضویہ داتا دربار مارکیٹ لاہور

ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور

اجمال الکتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ مؤلف

از قلم حضرت مولانا حافظ ارشاد رسول رضوی بریلوی ناظم جامعہ فریدیہ سبزہ زار ملتان روڈ لاہور

پیدائش، نام، وطن اور خاندان: حضرت مولانا علامہ غلام محمد بن محمد انور صاحب قوم راجپوت تقریباً 1955 میں شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع موضع فتووالہ میں پیدا ہوئے گھر کا ماحول مذہبی رنگ لیے ہوئے تھا اس لیے ابتدائی دینی تعلیم قبلہ والد صاحب سے حاصل کی۔ کیونکہ مولنا کے والد ماجد اپنے گاؤں فتووالہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

بسم اللہ: مولانا نے بسم اللہ اپنے والد ماجد مولنا محمد انور صاحب سے کی اور ناظرہ قرآن مع سات پارہ ترجمہ قرآن کریم بھی ان سے پڑھا۔

سکول کی تعلیم: مؤلف نے سکول کی تعلیم پرائمری تک اپنے گاؤں میں حاصل کی اور مڈل کی تعلیم فتووالہ گاؤں سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلہ پر فیض پور کلاں میں حاصل کی اور مارچ 1969 میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔

دارالمبلغین شرقپور شریف میں داخلہ: مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد گھر کا چونکہ ماحول دینی تھا اور مزید برآں یہ کہ روحانی شعاؤں سے منور شرقپور شریف کی مردم خیز سرزمین کی معطر ہواؤں کا اثر تھا کہ دل بالآخر فرنگی تعلیم سے فارغ ہوکر خالصتاً دینی مذہبی تعلیم کی طرف مائل ہوگیا اس لیے والدین نے حضرت مولنا غلام محمد صاحب کو مرکز تجلیات آستانہ عالیہ شیر ربانی پر حاضر کردیا اور 1969 میں حضرت علامہ نے دارالمبلغین شرقپور شریف میں داخلہ لے لیا تقریباً تین سال تک آستانہ عالیہ سے روحانی روشنی اور اساتذہ کرام سے علمی اکتساب کیا دارالمبغلین کے قیام کے دوران حضرت علامہ مفتی سید مزمل حسین شاہ صاحب سے کتب فارسی، میزان الصرف، قانونچہ کھیوالی، نحومیر، شرح جامی مجموعہ منطق، مرقات، اور اصول شاشی وغیرہ پڑھیں۔ حضرت مولنا اکبر علی صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے ہدایۃ النحو اور تحفہ نصائح پڑھیں تقریباً تین سال تک دارالمبلغین حضرت میاں صاحب میں مختلف روحانی وعلمی مدارج طے کیے خوب سے خوب تر کی جستجو اور علمی حسن کی افزودگی حضرت علامہ صاحب کو کشاں کشاں جامعہ محمدیہ بھکھی شریف لے آئی۔

جامعہ محمدیہ بھکھی شریف میں داخلہ: شرقپور شریف میں تقریباً تین سال کے بعد تقریباً 1973 میں جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حافظ الحدیث نابغہءعصر بحرالعلوم حضرت علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

کی صحبت فیض اثر نصیب ہوئی۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی زیر نگرانی دو سال تک جامعہ محمدیہ کی علمی محافل سے استفادہ کیا اس دوران حضرت قبلہ شاہ صاحب سے سلم العلوم اور حضرت جامع معقول و منقول علامہ حافظ نذیر احمد صاحب سے میبذی، علم الصیغہ، قطبی، مختصر المعانی اور حضرت علامہ حافظ کریم بخش صاحب سے مطول، شرح وقایہ اور ھدایہ اولین وغیرہ کا درس لیا شیخ الحدیث والتفسیر سرمایہ اہل سنت حضرت علامہ محمد نواز صاحب صدر مدرس جامعہ ھذا سے تقریباً تین سبق سراجی کے پڑھے۔ جامعہ محمدیہ میں دو سال تک تعلیمی سلسلہ چلتا رہا ہے دو سال کے بعد بندیال شریف کا عظیم سفر کا ارادہ کر لیا جبکہ موصوف کی علمی پیاس یہاں جامعہ محمدیہ میں بجھ نہ سکی۔

اعلیٰ تعلیم کیلئے بندیال شریف کا سفر: تقریباً 1976 میں بحر العلوم ملک العلماء شیخ المشائخ جامع معقول و منقول حضرت علامہ عطاء محمد صاحب بندیالوی جیسی مشہور زمانہ علمی شخصیت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف ضلع خوشاب میں داخلہ لے کر چھ سال آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اس دوران حضرت شیخ المشائخ علامہ عطا محمد بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ سے مندرجہ ذیل کتب پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) شرح عقائد (۲) خیالی (۳) سراجی (۴) حمداللہ (۵) قاضی (٦) میر زاہد ملا جلال (۷) بیضاوی شریف (۸) مشکوۃ (۹) صدرا (۱۰) شمس بازغہ (۱۱) امور عامہ (۱۲) مقامات (۱۳) مناظرہ (۱۴) مطول (۱۵) سماع مختصر معانی (۱٦) توضیح تلویح (۱۷) مسلم الثبوت (۱۸) ھدایہ اخیرین (۱۹) درمختار (۲۰) تصریح (۲۱) ملاحسن (۲۲) حسامی (۲۳) قطبی کا سماع (۲۴) قانونچہ کا سماع (۲۵) شرح جامی کا سماع (۲٦) تکملہ علی شرح جامی وغیرہ

حضرت تاج الفقہاء علامہ مولنا عبدالحق مہتمم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف سے قاضی مبارک کے چند اسباق پڑھے۔

دورۂ قرآن: حضرت شیخ القرآن والتفسیر علامہ فیض احمد اویسی صاحب سے پڑھا۔

دورۂ علم میراث وتوقیت: جامعۂ امینیہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت بحر العلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب سے سراجی اور زبدۃ التوقیت وغیرہ پڑھیں۔

دورہ حدیث شریف وسند فراغت: علوم معقولہ و معقولہ کے حصول کے بعد مروجہ درس نظامی کا تکملہ دورہ حدیث شریف کے لیے تقریباً 1983 میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ حضرت علامہ کی قسمت میں قدرت نے وقت کے بہترین اساتذہ کی قدم بوسی کی نعمت کی فراوانی کی تھی جامعہ نعیمیہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، اور فلسفہ جیسے علوم شریفہ پر عبور رکھنے والی شخصیت شارح صحیح مسلم شریف حضرت علامہ شیخ الحدیث غلام رسول صاحب سعیدی سے شرف تلمذ

حاصل ہوا اور حضرت شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سے حضرت علامہ غلام رسول صاحب کی عدم موجودگی میں تقریباً چار یا پانچ سبق بخاری شریف کے پڑھے اور شیخ النحو حضرت علامہ مولنا محمد عبداللطیف صاحب مجددی سے حدیث شریف کے پڑھتے وقت فارسی کی کتابیں کریمہ، نام حق بدائع منظوم تحفہ نصائح پندنامہ دوبارہ پڑھیں اور اس طرح ملک میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے علمی موتیوں کو چن کر حضرت علامہ غلام محمد صاحب نے درس نظامی کے علوم کی تکمیل کی بلاشبہ حصول علم کے مختلف مراحل میں جن عظیم علمی و روحانی شخصیات سے حضرت علامہ کو فیضیاب ہونے کا موقع ملا اسے جودت الٰہی سے نعمت غیر مترقبہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔

تدریس: حصول علم کے طویل سفر اور علمی و روحانی شخصیات کے فیض نظر کے بعد یہ کندن بننے والا سونا اب اپنی علمی جولانیاں دکھانے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ اس لیے اب اساتذہ کرام کے فیض کو اگلی نسل کی طرف منتقل کرنے کا آغاز کیا اس کڑی کا نقطہ آغاز جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ ہے ایک سال تک تدریسی فرائض سرانجام دیے اس کے بعد جامعہ حیات القرآن بیگم کوٹ لاہور میں تقریباً ایک سال تک تشنگان علم کو سیراب کیا اس کے بعد جامعہ چراغیہ گوجرہ منڈی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تین سال علمی فیوضات کی بہم رسانی کی اب 1987 سے بین الاقوامی شہرت یافتہ درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں علوم منقولہ و معقولہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت علامہ مولنا غلام محمد صاحب کو جن علماء و شیوخ سے فیض نصیب ہوا اور جس محنت اور لگن سے انہوں نے کسب فیض کیا والدین نے جس جذبہ اور دینی محبت سے اپنے خوش قسمت بیٹے کو علوم اسلامیہ کے حصول کے لیے وقف کیا اور اس نے اپنا رنگ دکھایا اور قادر قیوم ذات نے انہیں من یرد اللہ خیرا یفقھہ فی الدین کے تحت امت کے بہترین افراد میں شامل کر دیا۔ حضرت علامہ بلاشبہ اہل سنت کا سرمایہ ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے اساتذہ کے فیض کے امین ہیں۔

فتاوی: حضرت علامہ غلام محمد صاحب جامعہ نعیمیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ جامعہ میں استفسارات و استفتاء کے لیے بالعموم اور وراثت کے فتاوی کے بالخصوص فتاوی بھی جاری کرتے رہے۔

دورہ علم میراث: مولنا موصوف نے دورہ علم میراث لاہور میں متعدد مقامات پر پڑھایا تقریباً دو مرتبہ جامعہ صدیقیہ انجن شیڈ ھ لاہور میں اور دو مرتبہ جامعہ حنفیہ غوثیہ ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور میں پڑھایا ہے۔

تصانیف: حضرت علامہ تدریس و فتاوی کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھے ہوئے ہیں اب تک عطاء جلال برائے امتحان تنظیم المدارس جس میں سلم العلوم اور میبذی کی توضیحات ہیں (۲) نقشہ علم میراث (۳) نقشہ علم منطق (۴) گلدستہ حج در گستان شریعت (۵) نقشہ مسائل حج شریعت کے آئینہ میں (۶) تبلیغی اشتہار گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت (۷) توضیحات شرح عقائد و مناظرہ رشیدیہ (مفتاح الفلاح) برائے امتحان تنظیم المدارس (۸) عطاء المنتطق فی اصطلاحات المنطق (مسودہ مکمل ہوگیا ہے) (۹) نقشہ اصول فقہ۔

ان کتب جیسی نفع بخش علمی کاوش سے تشنگان علوم دینیہ کی سیرابی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور ہنوز سلسلہ تصنیف وتالیف جاری ہے۔

بیعت طریقت: تقریباً 1984 میں جن دنوں جامعہ نعمانیہ میں فرائض تدریس انجام دے رہے تھے حضرت پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور دربار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے لیے تشریف لائے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی مسجد میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت طریقت کی۔

شادی خانہ آبادی: 11ء1975 اکتوبر میں دوران تعلیم ہی حضرت مولنا کی شادی خانہ آبادی اپنے ماموں کے گھر ہوئی۔

اولاد: تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

اساتذہ کرام

حضرت والد ماجد مولنا محمد انور صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد اکبر علی صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی سید مزمل حسین شاہ صاحب دامت فیوضھم۔

حضرت مولنا محمد عبداللطیف صاحب مجددی شیخ الحدیث جامعہ نعیمہ گڑھی شاہو لاہور

حضرت قبلہ علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حضرت علامہ حافظ کریم بخش صاحب مدظلہ العالی مدرس جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حضرت بحرالعلوم وحافظ العلوم شیخ الحدیث علامہ پیر سید حافظ جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حضرت علامہ جامع معقول ومنقول شیخ الحدیث مولنا محمد نواز صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حضرت استاذ الاساتذہ مفتی محمد حسین نعیمی دامت برکاتہم العالیہ ناظم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

حضرت بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ قادریہ فیصل آباد

حضرت شیخ القران علامہ فیض احمد اویسی صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ بہاولپور

حضرت بحرالعلوم شیخ المشائخ علامہ عطا محمد بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف خوشاب

حضرت علامہ پیر طریقت محمد عبدالحق صاحب مدظلہ العالی مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

حضرت علامہ مولنا غلام رسول سعیدی صاحب شارح مسلم سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ حال شیخ الحدیث جامعہ قمر الاسلام کراچی

ہمدرس علماء کرام

حضرت علامہ سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس شمس العلوم کراچی۔

حضرت علامہ محمد ابراہیم مدظلہ العالی صدر مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

حضرت علامہ عبد الرشید صاحب صدر مدرس سرگودھا

حضرت مولنا علامہ غلام محمد صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

حضرت مولنا محمد حسین صاحب سانده لاہور

حضرت علامہ محمد سرفراز صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس سرحد

حضرت علامہ محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی سابق مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور

حضرت علامہ مولنا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی مدرس جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حضرت علامہ حافظ نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ

حضرت علامہ مولنا حافظ دوست محمد صاحب مدرس سرگودھا

حضرت صاحبزادہ مولنا علی رضا راضی صاحب مدظلہ العالی مدرس منڈی چشتیاں

حضرت علامہ مولنا عبد الغفور صاحب سابق صدر مدرس جامعہ حنفیہ لاہور

تلامذہ

حضرت مولنا صاحبزادہ محمد راغب صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولنا محمد اعظم صاحب ہزاروی سابق مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولنا محمد قاسم صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولنا محمد سلیم صاحب سابق مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولنا ضیاء محمد صاحب سابق مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولنا قاری جمیل احمد شرقپوری صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ حیات القران بیگم کوٹ لاہور

حضرت مولنا محمد قاسم صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ قاسم العلوم رضویہ نین سکھ لاہور

حضرت مولنا محمد سعید احمد صاحب نائب صدر مدرس جامعہ جماعتیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امّا بعد!

بندہ ناچیز نے نقشہ منطق مرتب کیا۔ اس نقشہ میں اصطلاحاتِ منطقیہ تھیں۔ میں نے اسی وقت سے عزم کر لیا تھا کہ ایک ایسی کتاب تحریر کی جائے جس میں اصطلاحاتِ منطقیہ کی تعریفات بمع امثلہ تحریر کی جائیں۔ لہٰذا اس کتاب میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے اصطلاحات کی تعریفات کی گئی ہیں ہر اصطلاح کی تعریف کے ساتھ اس کی مثال ذکر کر دی گئی ہے۔ اصطلاح کی تعریف کے بعد اگر اس اصطلاح کی توضیح کی ضرورت پڑی تو بعنوان "فائدہ" اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ طلباء کرام کی آسانی کے لیے کہیں کہیں تعریفات میں بالفاظِ دیگر سے اس تعریف کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ حتی الوسع کلام کو توسط کی دونوں طرفوں (اطناب و اخلال) سے محفوظ کیا ہے کیونکہ کلام کا اطناب موجب تشویش اور کلام کا اخلال مخل فہم ہوا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر کے بعض معلمین اور متعلمین کا نظریہ ہے کہ علمِ منطق ایک فرسودہ علم ہے اور اس کا پڑھنا تضییع اوقات ہے لہٰذا ہم نے اس کتاب کے ابتداء میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "الضرب الشدید علی رؤس معاندی المنطق السدید" رکھا ہے اور کتاب کا نام "عطاء المنطق فی اصطلاحات المنطق" رکھا ہے۔ رسالہ میں علمِ منطق کی افادیت اور شرافت کو براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے اور معترضین منطق کی قیل و قال کا حکیمانہ حل پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ احقر کی یہ سعی طلباء اور خصوصاً میرے بچوں کے لیے نافع ہو اور اللہ تعالیٰ بوسیلہ رسولہ الاعلیٰ اس سعی کو قبول فرما کر میرے لیے باعثِ نجات بنائے۔

اعترافِ عجز

راقم نے اس کتاب میں متعدد کتب سے استفادہ کر کے انہیں زیبِ قرطاس کر دیا ہے۔ میں معترف ہوں کہ مجھے منطق میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے اور نہ ہی میرے افکار و انظار خطاء سے محفوظ ہیں لہٰذا میں نے دورانِ تحریر اپنی فکر نارسا کو دخل در معقولات کا حق نہیں دیا جبکہ یہ امر بھی مسلم الثبوت ہے کہ معقولات میں تقلید نہیں کی جا سکتی۔ خلاصہ بیان یہ ہے کہ میرا اپنا اس میں کوئی کمال نہیں ہے مگر اس کتاب میں جس قدر اغلاط ہوں گی وہ اس عبدِ ضعیف کی طرف سے ہوں گی اور ان کی نشاندہی فرمائیں۔

محبّ الطلباء و العلماء العبد الضعیف

غلام محمد بن محمد انور غفرلہ

مجدّدی شرقپوری بندیالوی فتووالوی

تقریظ رفیع

از استاذ العرب والعجم استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر مخزنِ منقول و معقول وحید العصر عطاء الملت والدین عطاء العلوم والفنون شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الحاج عطاء محمد صاحب چشتی بندیالوی گولڑوی مدظلہ العالی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمد لاھلہ والصلوۃ والسلام علی اھلھما امابعد! بندہ کے عزیز غلام محمد صاحب شرقپوری نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس میں منطق کی اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ بندہ نے یہ رسالہ پڑھا تو طبیعت بڑی خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولوی غلام محمد صاحب کو ہر قسم کی علمی ترقی عطا فرمائے۔ یہ رسالہ مبتدی تو بجائے خود منتہیوں کے لیے بھی بڑا مفید ہے۔ اس لیے طلباء و علماء کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مولوی غلام محمد صاحب کو مزید علمی ترقی عطا فرمائے تاکہ وہ اس قسم کی دیگر شروح بھی تحریر کریں اور طلباء کو ان سے فائدہ ہو۔ جی تو چاہتا ہے کہ رسالہ کی تعریف میں اضافہ کیا جائے لیکن بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فقط والسلام مع الف اکرام

حررہ فقیر عطا محمد چشتی گولڑوی از ڈھوک دممن ڈاک خانہ پدھراڑ ضلع و تحصیل خوشاب پاکستان

تقریظ جلیل

تاج الفقہا استاذ الاذکیاء حضرت علامہ محمد عبد الحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین

امابعد! بندہ نے عزیزم مولوی غلام محمد شرقپوری صاحب کا رسالہ عطاء المنطق فی اصطلاحات المنطق چند مقامات سے پڑھا نہایت حسین اور دلنشین انداز میں جو تشریح اصطلاحات منطقیہ کی عزیز مذکور نے کی ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ امید ہے انشاء اللہ یہ رسالہ نافعہ نہ صرف شائقین طلباء کے لئے مفید ہوگا بلکہ اساتذہ کرام کے لیے بھی معاون ثابت ہوگا۔ دعا ہے اللہ کریم مولوی غلام محمد صاحب کی اس سعی جمیل کو زیور قبولیت سے مزین فرمائے اور ان کے ملکہ میں ترقی عنایت فرما کر ان کو مزید علمی دینی خدمات کی توفیق عنایت فرمائے۔ راقم الحروف محمد عبد الحق بندیالوی عفاعنہ

الاھداء

میں اپنی اس ادنیٰ سعی کو مرکزِ منقولات و معقولات، مخزنِ ادب و علم، منبع جود و عطاء اور معدنِ علم و عرفان "دارالعلوم مظہریہ امدادیہ" بندیال شریف مضافات خوشاب کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کی مذہبی اور دینی خدمات، روحانی اور علمی مجاہدات نے نسلِ آدم کی غیر محصور ذوات کو ظلماتِ جہل سے نکال کر لمعات و تنورات علم پر اور صفۂ تصورات سے منصۂ تصدیقات پر فائز کر دیا اور اس کے ماہر اور فاضل اساتذہ کی شب و روز کی دماغ سوز اور عرق ریز محنتوں اور شفقتوں نے مجھے اس قدر فیضیاب کیا کہ میں کچھ تالیف و تدریس کے قابل ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس مادرِ علمی کا ظلِ رحمت ہم پر مدتِ مدید رکھے (آمین)

مقدمہ

کتاب کے مقدمہ میں تین چیزیں بیان کی جاتی ہیں (۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض
کیونکہ جو آدمی کسی علم میں شروع ہوتا ہے اس کے لیے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔
اولاً: اسی علم کی تعریف کیونکہ بغیر تعریف کے علم میں شروع ہونا شے مجہول کو طلب کرنا ہے جو کہ غیر معقول ہے۔
ثانیاً: اس علم کے موضوع کا جاننا ضروری ہے کیونکہ موضوع کے عدم علم سے علوم میں امتیاز نہیں ہو سکتا لہٰذا جس علم میں شروع ہونا مقصود ہے اس کو غیر مقصودی علم سے محفوظ رکھنے کے لیے اس علم کے موضوع سے واقف ہونا از حد ضروری ہے۔
ثالثاً: اس علم کی غرض کیونکہ علم کی غرض جانے بغیر اس علم میں شروع ہونے سے آدمی کی کوشش ضائع اور بے سود ہو جائے گی لہٰذا ہم مقدمہ میں تین اشیاء کی وضاحت کریں گے۔

منطق کی لغوی بحث: منطق نطق سے مشتق ہے۔ یہ باب ضرب یضرب سے مصدر میمی ہے جس کے معنی بولنا اور گویائی کے ہیں یا منطق بروزن مضرب اسم ظرف بمعنیٰ اسم آلہ کے ہیں بمعنیٰ بولنے کا آلہ اور اگر اسم ظرف کو اپنے معنی پر رکھا جائے تو معنی ہوگا "جائے نطق"
بہر کیف جو بھی مراد لیا جائے معنی صحیح ہوگا۔

تعریفِ منطق: میر سید صاحب نے اپنی کتاب "تعریفات" میں علمِ منطق کی یوں تعریف فرمائی:
المنطق آلة قانونية تعصم مراعا تها الذہن عن الخطاء فی الفکر فهو علم عملی آلی کما ان الحکمة علم نظری غیر آلی
علمِ منطق ایک ایسا علم عملی اور قانونی آلہ ہے جس کی رعایت ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچاتی ہے۔
بالفاظِ دیگر هو علم بقوانين تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء فی الفکر یعنی علم منطق ان قوانین کا نام ہے جس کی رعایت کرنے سے انسان فکر میں غلطی کرنے سے محفوظ ہو جائے۔

موضوع منطق: المعلومات التصورية و التصديقية لكن لا مطلقا بل من حيث انها موصلة الى المجهول التصوری و التصديقی منطق کا موضوع معلوماتِ تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مجہولاتِ تصوریہ اور مجہولاتِ تصدیقیہ تک پہنچانے کا ایک واسطہ اور ذریعہ ہیں۔
بالفاظِ دیگر معرف اور حجت یعنی وہ معلوماتِ تصوریہ اور تصدیقیہ جن سے مجہولاتِ تصوریہ اور تصدیقیہ کو معلوم کیا جائے۔
بالفاظِ دیگر المعقولات من حیث الایصال الی تصور او تصدیق یعنی منطق کا موضوع معقولات یعنی معلومات ہیں اس حیثیت سے کہ وہ کسی مجہول تصور یا مجہول تصدیق تک پہنچانے والے ہوں۔

غرضِ منطق: الاصابة فی الفکر و حفظ الرائی عن الخطاء فی الفکر یعنی فکر میں حق کو پہنچنا اور نظر و فکر میں خطا کرنے سے رائے کو محفوظ رکھنا۔

بالفاظِ دیگر صیانة الذهن عن الخطاء فی الفکر یعنی ذہن کو فکری خطا سے محفوظ رکھنا۔

علمِ منطق کی تدوین و تاریخ کا اجمالی منظر

یہ امر مسلم ہے کہ منطق ایک فطری علم ہے منطق عبارت ہے اس سے کہ کسی مطلوب پر دلیل و برہان پیش کرنا۔ اور قیاس کر کے نتیجہ حاصل کرنا۔ اور ذہن فکر کو خطا سے محفوظ رکھنا۔ سب سے پہلے اس علم کا آغاز جناب حضرت ادریس علیہ السلام نے کیا جب کہ مخالفین کو عاجز کرنے کے لیے معجزہ کے طور پر اس کا استعمال کیا گیا۔ بعد ازاں یونانیوں نے اس علم کو حاصل کیا وہ اس طرح کہ یونان کے رئیس حکیم ارسطو نے (جو کہ ۳۸۴ قبل از مسیح تھا) سب سے پہلے حکمت و منطق کی تدوین کا کام کیا لہٰذا حکیم ارسطو کو منطق کے معلم اول کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور میں فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل کر لیا گیا تو اس وقت منصور سامانی نے ابو نصر محمد بن محمد طرقان فارابی (جو ۳۳۹ھ میں فوت ہوئے) کو دوبارہ تدوین کا حکم دیا۔ لہٰذا وہ معلمِ ثانی کہلاتے ہیں۔ مگر صورتِ حال یہ تھی کہ اس کی تحریر کچھ بکھری اور منتشر نظر آتی تھی لہٰذا سلطان مسعود نے شیخ ابو علی حسین بن عبداللہ المعروف ابنِ سینا (جو ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے) کو تیسری بار منطق اور فلسفہ کی تدوین کا حکم دیا لہٰذا بو علی سینا کو معلمِ ثالث کے نام سے بولا جاتا ہے اور انہی کی مدون شدہ حکمت و منطق اس وقت رائج ہے۔

منطق کی وجہ تسمیہ: علمِ منطق کو منطق اس لیے کہا جاتا ہے کہ منطق نطق سے مشتق ہے جبکہ نطق کا اطلاق نطق ظاہری یعنی تکلم اور نطق باطنی یعنی فہم الکلیات دونوں پر ہوتا ہے اور نطق کا اطلاق نفسِ ناطقہ پر بھی ہوتا ہے تو چونکہ اس علم کے ذریعہ بھی آدمی کلام کرنے پر اور ادراک الکلیات پر قوت حاصل کر لیتا ہے جس کے باعث نفسِ ناطقہ میں دو کمالات (تکلم فصیح اور ادراک صحیح) میسر ہو جاتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ ہوا کہ علمِ منطق کی وجہ سے نفس ہر قسم کے نطق پر قادر ہو جاتا ہے اور تقویت حاصل کر لیتا ہے اس لیے اسے منطق کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لفظ منطق اگر مصدر میمی ہے تو پھر منطق اس فن کے لیے مبالغہ کے طور پر بولا جاتا ہے۔

گویا منطق عین نطق ہے جسے زید عدل کہا جاتا ہے اور اگر یہ اسمِ ظرف ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ محلِ نطق ہے اور اگر اسمِ آلہ ہو تو اس صورت میں منطق میں میم کا فتحہ غیر صحیح ہے کیونکہ اسمِ آلہ کا میم مکسور ہوا کرتا ہے۔ فافہم۔

رسالہ

قال وحید العصر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے
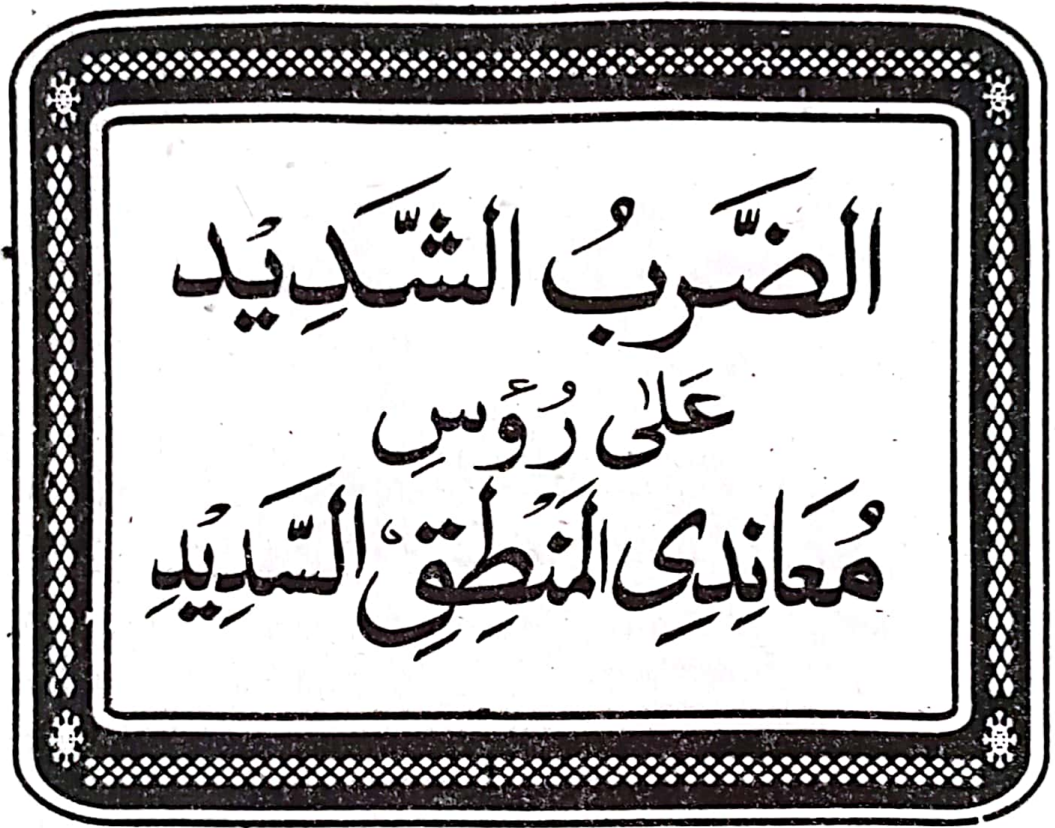
معاندین منطق کے اعتراضات وجوابات

o

مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

رسالہ

الضرب الشدید علی رؤس معاندین المنطق السدید

اس رسالہ کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں علمائے سلف کا منطق کی شرافت اور افادیت کا نظریہ منصفانہ طور پر بیان کیا جائے گا اور حصہ دوئم میں علمِ منطق کی تعلیم و تعلم پر معترضین کے اعتراضات و جوابات بیان کیے جائیں گے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ

حصّہ اول

علماءِ سلف کی نظر میں شرافتِ منطق

صاحبِ قطبی کا نظریہ: صاحبِ قطبی اپنی کتاب کے خطبہ میں فرماتے ہیں:
"وضممت الیھا من الابحاث الشریفۃ" یعنی میں نے اس رسالہ کی شرح میں ابحاثِ شریفہ کا اضافہ کیا۔ علامہ قطبی نے ابحاثِ منطقیہ کو ابحاثِ شریفہ فرمایا۔ جس سے ان کا منطق کے بارے میں نظریہ معلوم ہو گیا کہ وہ منطق کو حقیر نہیں جانتے تھے بلکہ وہ علمِ منطق کی شرافت کے قائل تھے۔

صاحبِ مرقات کا نظریہ: صاحبِ مرقات نے اپنی کتاب کے اوائل میں ہی فرمایا ہے۔
لان المنطقی یعرف حقائق الاشیاء و یعلم اجناسھا و فصولھا وانواعھا و لوازمھا و خواصھا بخلاف الغافل عن ھٰذا العلم الشریف یعنی صاحبِ مرقات نے منطق کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اسے حقائق کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جو اس علمِ شریف سے غافل ہے وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے۔ اس سے بخوبی صاحب مرقات کا نظریہ واضح ہو گیا کہ موصوف نے اس منطق کو شریف علم کہا ہے۔

صاحبِ سلم العلوم کا نظریہ: صاحب سلم نے اپنی کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ اللّٰھم اجعلہ بین المتون کالشمس بین النجوم یعنی اے اللہ! میری اس کتاب کو اس طرح کر دے جیسے سورج ستاروں کے درمیان ہے یعنی جیسے سورج کے آنے سے ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح میری کتاب کے سامنے تمام کتب ہیچ ہو جائیں۔ صاحب سلم نے علمِ منطق کے بارے میں دعا فرمائی ہے تو دعا اچھی چیز کے لیئے ہوتی ہے بری چیز کے لیے دعا کا کوئی

مطلب نہیں ہے۔ اگر علم منطق قبیح اور برا ہوتا تو علامہ صاحب کا اس کے بارے میں دعا فرمانے کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا۔

راقم الحروف بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اس کتاب کے بارے میں دعا کرتا ہے کہ اللّٰھم اجعلہ بین الکتب کالشمس بین النجوم اے اللہ! میری اس کتاب کو دوسری کتابوں پر اس طرح فوقیت دے جیسے سورج کا مقام ستاروں پر ہے۔ اے اللہ! بوسیلہ سید الانبیاء میری اس دعا کو قبول فرما۔ آمین۔

امام غزالی کا نظریہ: امام غزالیؒ علم منطق کے بارے میں فرماتے ہیں من لم یعرف المنطق فلا ثقۃ لہ فی العلوم اصلاً یعنی جس شخص کو منطق کی معرفت حاصل نہیں اس کی علمی پختگی کا بالکل اعتبار نہیں۔ اسی طرح امام غزالیؒ یہ بھی فرماتے ہیں من لم یعرف الھیئۃ والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللّٰہ تعالیٰ یعنی جو ہیئۃ اور تشریح کی معرفت نہیں رکھتا وہ اللہ کی معرفت میں کمزور ہے۔

بعض علماء کا نظریہ: بعض علماء علم منطق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ فرض عین ہے جبکہ اپنے دعویٰ پر دلیل یہ دیتے ہیں ان التشریح معرفۃ اللّٰہ تعالیٰ بطریق البرھان واجبۃ وانما لا یتم الا بعلم المنطق فما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت برہان کے طریقہ پر واجب ہے اور بطریق برہان اللہ کی معرفت یہ علم منطق کے بغیر نہیں ہو سکتی تو یہ قاعدہ ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوا کرتا ہے لہٰذا علم منطق کا حصول واجب اور فرض قرار پایا۔

شیخ ابو نصر فارابی کا نظریہ: شیخ موصوف کا علم منطق کے بارے میں نظریہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ رئیس العلوم ہے اس کی وجہ یہ ہے صحت و سقم اور قوت اور ضعف میں علم منطق تمام علوم پر حاوی اور حاکم ہے۔

شیخ رئیس ابو علی ابن سینا کا نظریہ: علم منطق کے بارے میں شیخ موصوف کا نظریہ یہ ہے کہ یہ علم خادم العلوم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم غیر مقصود بالذات ہے اور یہ علم علوم کسبیہ نظریہ کی تحصیل کا آلہ اور ذریعہ بنتا ہے اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں المنطق نعم العون علیٰ ادراك العلوم كلها و قد رفض هذا العلم و جحد منفعته من لم يفهمه یعنی علم منطق تمام علوم کے ادراک و تحصیل میں معین ہے جو آدمی اس علم کو نہیں سمجھتا دراصل وہی اس کو چھوڑتا ہے اور اس کی منفعت کا انکار کرتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نظریہ: علم منطق کے بارے میں شاہ صاحب کا نظریہ تو بہت معقول ہے وہ اپنے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں۔ در تحصیل علم منطق باک نیست زیرا کہ علم منطق از علوم مقصود بالذات نیست بلکہ از علوم آلیہ است مانند نحو و صرف و آلہ ہر چیز در حلت و حرمت حکم آں چیز است کہ ذی الآلہ است مثل توپ و توپ خانہ و اسپ و سلاح خانہ کہ آلہ حرب است پس اگر حرب عبادت است مثل جہاد کفار و دفع سراق و قطاع الطریق و استعمال آلات و اتخاذ ادوات آں حرب نیز از قبیل عبادت خواہد شد و اگر آں حرب حرام و معصیت است مثل بغی و قطع الطریق پس استعمال آلہ آں حرب نیز حرام و معصیت خواہد بود و ہکذا فی کل آلہ مع ذی الآلہ نہایت کار آنکہ اگر کسے علم منطق حاصل کردہ در تائیدات مذاہب باطلہ و تشکیکات عقائد حقہ استعمال کند البتہ دریں کار گنہگار باشد۔

خلاصۂ عبارت: شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ علم منطق کی تحصیل میں کوئی حرج اور مضائقہ

نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمِ منطق علم مقصود بالذات سے نہیں ہے بلکہ یہ علومِ آلیہ سے ہے جیسے صرف و نحو وغیرہ اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر چیز کا حکم حلت اور حرمت میں اس چیز کے ذی آلہ کا ہوا کرتا ہے اگر ذی آلہ کا حکم واجب والا ہے تو اس کا آلہ بھی حکم واجب میں ہو گا۔ مثلاً توپ اور توپ خانہ اور گھوڑا وغیرہ یہ جنگ کے آلہ جات ہیں اگر لڑائی اور جنگ عبادت ہے مثلاً" جہاد کفار وغیرہ تو پھر اس حرب کے آلات وغیرہ کا استعمال بھی قبیل عبادت ہو گا اور اگر کوئی حرب حرام اور معصیت ہے تو پھر اس حرب کے لیے آلہ کا استعمال کرنا بھی حرام اور معصیت ہو گا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ آلہ ذی آلہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے اب اگر علمِ منطق اس لیے حاصل کیا جائے کہ مذاہبِ باطلہ کی تائید اور عقائدِ حقہ کی تشکیکات میں استعمال کرنے کے لیے ہو تو ایسی تعلیم اور تعلم برا کام ہو گا ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔

عارف رومی رحمہ اللہ کا نظریہ: آپ منطق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

منطق و حکمت ز بہر اصطلاح
گر بخوانی اند کے باشد مباح

یعنی اگر منطق اور حکمت تھوڑا سا کسی مصلحت کے لیے پڑھا جائے تو یہ جائز ہو گا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ صاحب رد المختار کا نظریہ: علامہ شامی فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں دُرِّمختار کے اس قول کے تحت دخل فی الفلسفۃ والحکمۃ ما نصہ ھذا لانہ الجزء الثانی منھا کما قدمناہ والمراد بہ المذکور فی کتبھم للاستدلال علی مذاہبھم الباطلۃ اما منطق الا سلامیین الذی مقد ماتہ قواعد اسلامیۃ فلا وجہ للقول بحرمتہ بل سماہ الغزالی معیار العلوم

خلاصہ عبارت یہ ہے اسلامیوں کی منطق مقدمات قواعدِ اسلامیہ ہیں اس منطق کی حرمت کا قول چہ معنی دارد؟ جبکہ امام غزالی رحمہ اللہ نے تو اس کو معیارِ علوم فرمایا ہے۔

صاحبِ بہار شریعت کا نظریہ: ان کا علمِ منطق کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ منطق کی تعلیم جائز ہے کہ فی نفسہٖ منطق میں دین کے خلاف کوئی چیز نہیں۔ اسی وجہ سے متاخرین منطق کو علمِ کلام کا جزء قرار دیا اور اصولِ فقہ میں بھی منطق کے مسائل کو بطور مبادی ذکر کرتے ہیں۔

عطاء العلوم علامہ عطاء محمد صاحب بندیالوی مد ظلہ العالی کا نظریہ: جامع معقول و منقول استاذ العرب و العجم استاذی المکرم اپنے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں کہ یہ امر اہلِ علم پر واضح ہے کہ ایمان اور اسلام کی تکمیل دو چیزوں سے ہوتی ہے۔

(۱) اول عقیدہ ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے جیسا کہ محبت اور غیرت کہ ان ہر دو کا تعلق بھی دل سے ہوتا ہے اور یہ دل کے صفات سے ہیں۔ محبت اور غیرت کی طرح عقیدہ بھی دل کی صفت ہے۔ عقیدہ کا تعلق ہاتھ پاؤں اور دوسرے ظاہری انداموں کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس کی مثال یہ ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ قدوس ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے عذابِ قبر حق ہے۔

(۲) ثانی ایمان اور اسلام کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے۔ عمل وہ ہے جس کا تعلق ہمارے ظاہری انداموں سے ہوتا ہے۔

جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگرچہ اسلام اور ایمان کی تکمیل عقیدہ اور عمل ہر دو سے ہوتی ہے لیکن ان ہر دو سے رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے افضل کون ہے تو یہ امر بھی واضح ہے کہ عقیدہ کا رتبہ عمل سے برتر ہے۔ عقیدہ دل کا غسل ہے اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہوتا جب تک عقیدہ درست نہیں ہے البتہ عقیدہ کی درستی عمل پر موقوف نہیں ہے۔

اب عقائد کے بہت اقسام ہیں لیکن تمام عقائد سے اہم اور افضل و اعلیٰ صرف دو عقیدہ ہیں۔

(۱) اول عقیدہ توحید۔

(۲) دوم عقیدہ رسالت۔

ایمان اس وقت متحقق ہوتا ہے جب عقیدہ توحید و رسالت درست ہو اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کیا چیز ہے اس کی تفصیل تو یہاں بہت مشکل ہے۔ اجمالاً" ایمان کا معنیٰ تصدیق ہے اور تصدیق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) لغوی' (۲) منطقی (۳) شرعی اور کتبِ کلامیہ میں مصرح ہے کہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے یعنی تصدیق شرعی' لغوی اور منطقی ایک چیز ہے صرف متعلق کا فرق ہے۔ مختصراً" دلیل ملاحظہ ہو۔

عقائد اور اس کی شرح میں ہے۔ الایمان فی اللغۃ التصدیق و ھو الذی یعبر عنہ بالفارسیۃ بگرویدن و ھو التسلیم بلا استکبار و عنادو انکار و ھو ای المعنی الذی یعبر عنہ بگرویدن معنی التصدیق المقابل التصور حیث یقال فی اوائل علم المیزان العلم اما تصور و اما تصدیق صرح بذلک ای بان یعبر عنہ بگرویدن ھو التصدیق المنطقی المقابل اللتصور رئیسھم ابن سینا

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان وہ تصدیق ہے جس کا لغوی معنی گرویدن اور تسلیم اور انقیاد ہے اور یہی لغوی تصدیق تصدیق منطقی ہے جو کہ کتبِ منطق میں تصور کے مقابل ہے اس عبارت میں تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی میں اتحاد ذکر کیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تصدیقِ شرعی جو کہ ایمان ہے وہ کیا ہے۔

دلیل ملاحظہ ہو۔ فی شرح المقاصد التصدیق المعتبر فی الایمان ھو ما یعبر عنہ بالفارسیۃ بگرویدن و باور کردن ...... الخ

خلاصہ یہ کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں کہا کہ وہ تصدیق جو کہ ایمان میں معتبر ہے یہ وہ تصدیق ہے جس کا معنیٰ فارسی میں گرویدن اور باور کردن کیا جاتا ہے اور قبل ازیں شرح عقائد کی عبارت میں گزر چکا ہے کہ جس تصدیق کا معنیٰ فارسی میں گرویدن کیا جاتا ہے۔ یہ تصدیق لغوی اور منطقی ہے اور یہاں شرح مقاصد کی عبارت میں واضح کیا جا چکا ہے کہ جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے وہ تصدیق بھی گرویدن ہے۔ اب تمام عبارات سے واضح ہوا کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان اور تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی یہ سب عین ہیں اور سب کا معنیٰ گرویدن اور باور کردن ہے۔ اب منطق میں تصدیق کے تین معنیٰ ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ایمان جو تصدیق منطقی ہے کس معنی کا عین ہے۔ کتبِ منطق میں مذکور ہے کہ تصدیق منطقی کے تین معنوں سے جو دوسرا معنی ہے یہ ایمان اور تصدیق شرعی کا عین ہے۔

اس طویل تمہید سے بندہ کا مقصود یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ایمان تصدیق منطقی بمعنی دوم ہے تو جب تک تصدیق منطقی اور اس کے معانی کا علم نہ ہو اس وقت تک مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ زبانی کلامی کہتا پھرے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں۔ اس کا یہ کہنا اس طرح ہے کہ جیسے طوطے کو سکھایا جاتا ہے (میاں

منھو چوری کھانا) حالانکہ طوطا الفاظ کی حقیقت سے ناواقف ہے تو جب یہ ثابت ہوا کہ جب تک تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم نہ ہو اس وقت تک مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اور تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم تب حاصل ہو گا کہ بندہ مسلمان علم منطق پڑھے گا۔ کیونکہ تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا تفصیلی ذکر علم منطق میں ہے تو ثابت ہوا کہ کسی مسلمان اور مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت کا اس وقت تک علم نہیں ہو سکتا جب تک اس نے عِلم منطق نہ پڑھا ہو جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا عِلم منطق پڑھنے پر موقوف ہے تو عِلم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے۔ اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا اور جہاں عِلم منطق کی مذمت کی گئی ہے تو اس سے مراد منطق میں توغل اور اس کو مقصود بالذات سمجھنا ہے اور اگر کوئی مسلمان عِلم منطق کو اپنے ایمان کی حقیقت سمجھنے کا آلہ تصور کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ بقدر ضرورت عِلم منطق حاصل کرے تو اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ عِلم منطق یہ ایک شریف علم ہے اور اس شریف علم کے منکرین اس علم کو حاصل کرنے سے قاصر اور جاہل ہیں لہٰذا اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے اس علم شریف کی مذمت کرتے ہیں اور یہ ایک پرانا طریقہ ہے کہ جو آدمی کسی علم سے ناواقف ہو تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لیے اس علم کی مذمت کرتا ہے چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ یوسف علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں جو شاہ مصر کو خواب آیا اور اس کی تعبیر اپنے جو تشیوں اور نجومیوں سے پوچھی چونکہ جوتشی اور نجومی سچی خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز، قاصر اور جاہل تھے اس لیے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے سچی خواب کی مذمت کرتے ہوئے کہا جسے قرآن شریف میں بایں الفاظ ذکر کیا گیا۔

قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ

یعنی یہ خواب گندم بخار ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں حالانکہ یہ خواب بالکل درست اور حقیقت تھا جب اس علم کے ماہر کے سامنے یہ خواب پیش ہوا تو اس کے ماہر نے اس کی ایسی تعبیر فرمائی جو کہ حقیقت اور واقع کے مطابق تھی۔ یہی حال اس علم شریف سے جاہلوں اور ناواقفوں کا ہے یہاں تک بندہ نے ایک دلیل سے عِلم منطق کی شرافت ذکر کی ہے کہ ایمان اور اسلام جو کہ واجب ہیں، عِلم منطق ان کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے لہٰذا اس علم کا حاصل کرنا بھی واجب ہے۔ جو اس علم شریف کا منکر ہے گویا وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس پر ایمان اور اسلام واجب نہیں ہے اور بندہ یہاں ایک دوسری دلیل سے عِلم منطق کی شرافت ثابت کرتا ہے۔

دلیل دوم: جتنے بھی اسلامی علوم ہیں ان کے مسائل نظری ہیں یعنی یہ مسائل دلیل سے حاصل ہوتے ہیں کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اس کے سب مسائل نظری نہ ہوں بلکہ بدیہی اولی ہوں۔ مثلاً عِلم کلام کے چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ اول: اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ عالم اور سمیع و بصیر اور حی و متکلم و مرید ہے مسئلہ ثانی: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں یہ سب مسائل نظری ہیں اور علماءِ کرام نے ان پر دلیل دے کر ان کو ثابت کیا ہے کیونکہ کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مسموع نہیں ہے تو جب تک دلیل کا علم نہ ہو دعویٰ کا یقین نہیں ہو سکتا تو ہر دعویٰ کے لیے دلیل کا جاننا ضروری ہے اور دلیل کی پوری بحث صرف اور صرف عِلم منطق میں ہے کہ دلیل کے لیے دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے۔ ایک صغریٰ اور دوم کبریٰ ہر دو میں ایک جزء مشترک ہوتی ہے جس کو حدِّ اوسط کہا جاتا ہے اور ایک ایک جزء مختص ہوتی ہے جن کا نام حدِّ اصغر اور حدِّ اکبر ہے اور پھر یہ دلیل دو قسم ہے۔ اقترانی و استثنائی

اور اقترائی کی چار شکلیں اور ہر شکل کی شرائط ہیں اور اسی طرح دلیل استثنائی کی کئی اقسام ہیں۔ استثنائی اتصالی اور انفصالی مثلاً قرآنِ پاک میں لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا یہ دلیل استثنائی اتصالی ہے تو جب تک دلیل سے پوری واقفیت نہیں ہے کوئی دعویٰ اور عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ واقفیت مکمل طور پر علمِ منطق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو جو علمِ منطق سے ناواقف ہے وہ اپنے کسی عقیدہ اور دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتا تو پھر اس کا عقیدہ تقلیدی ہو گا نہ کہ تحقیقی اور جو علمِ منطق کا عالم ہے اس کا ہر عقیدہ تحقیقی ہو گا اور شرح مقاصد وغیرہ میں مصرح ہے کہ جس آدمی کا ہر عقیدہ تحقیقی ہے وہ بالاتفاق مومن ہے اور جس کے عقائد تقلیدی ہیں اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام اشعریؒ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ جو علمِ منطق سے ناواقف ہے وہ دلیل سے ناواقف ہے اور جو دلیل سے ناواقف ہے اس کے عقائد تحقیقی نہیں ہوں گے بلکہ تقلیدی ہوں گے اور تقلیدی عقائد والا امام اشعری کے نزدیک مومن نہ ہو گا۔ لہٰذا علمِ منطق کا حاصل کرنا ضروری ٹھہرا۔

بندہ یہاں قارئین کو دو چیزوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اول یہ کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اجمالی۔ (۲) تفصیلی

علمِ منطق کی ضرورت ایمان تفصیلی کے لیے ہے دوم انسان تین قسم کے ہیں۔

(۱) متناہی فی البلادت یعنی غباوۃ میں انتہا کو پہنچنے والا یہ آدمی مسائل نظریہ حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

(۲) متوسط کہ مسائل نظریہ کو دلائل سے حاصل کر سکتا ہے اور یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

(۳) صاحبِ قوۃ قدسیہ کہ تمام مسائل نظریہ اس کو بغیر دلیل کے حاصل ہوتے ہیں اس کو نہ علمِ منطق پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اور علم۔

بندہ نے یہ جتنی بحث کی ہے کہ منطق کا پڑھنا اور حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ متوسط کے لیئے ہے نہ متناہی فی البلادۃ کے لیے اور نہ صاحبِ قوتِ قدسیہ کے لیے لہٰذا منطق کے منکرین جو یہاں اوٹ پٹانگ سوال کرتے ہیں سب کا جواب آ گیا۔

تقریظ جلیل استاذ العرب والعجم علامہ عطا محمد صاحب

مدظلہ العالی التقریرات اُردو شرح مرقات

معترضینِ منطق کے اعتراضات اور اسکے جوابات

اعتراض: شاہ توران عبداللہ ازبک کے زمانہ میں جس وقت ملا عصام الدین اسفرائنی کی وجہ سے اس علاقہ میں منطق کو شہرت ملی تو ملا عبدالقادر بدایوانی تحریر کرتے ہیں کہ قاضی ابو المعالی نے ملا عصام کو بمع ان کے طلباء ماوراء النہر سے نکلوا دیا اور منطق اور فلسفہ کی تعلیم کو ناجائز ثابت کیا۔

اوراقِ منطق سے استنجاء: اسی طرح قاضی موصوف نے ایک اور روایت کو بھی ہوا دی کہ بکاغذے کہ منطق دراں نوشتہ باشند استنجاء نمایند باکے نیست۔ یعنی جس کاغذ پر منطق لکھا ہوا ہو اس کے ساتھ استنجا کرنا جائز ہے۔ (جامع الرموز)

جواب: خلاصہ جواب یہ کہ شہر سے نکلوانا اور اوراق منطق سے استنجا والی روایت کو ہوا دینے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ دراصل اس وقت کے طلباء نے منطق سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا وہ اس طرح کہ جس وقت بخارا اور سمرقند میں علمِ منطق اور فلسفہ نے آنکھ کھولی تو شریر اور خبیث النفس طلباء جب کہیں شریف النفس آدمی کو دیکھتے تو کہتے یہ گدھا ہے اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ چونکہ اس سے لاحیوان مسلوب ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ انتفاء عام مستلزم ہوا کرتا ہے انتفاء خاص کو لہٰذا اس سے سلب انسانیت بھی لازم آئے گی تو یہ طلباء اسی طرح سے ہر آدمی کو گدھا ثابت کر دیتے۔ لہٰذا اس جرم اور برائی کی بنا پر طلباء کو شہر سے نکال دیا گیا اس کا مطلب غلط ہے کہ منطق اور فلسفہ فی نفسہٖ معیوب شے ہے جبکہ منطق کی افادیت تو سب کے نزدیک مسلم ہے بعض کے نزدیک تو یہ فرض کفایہ بلکہ بعض تو اسے فرض عین تک کہتے ہیں۔ علمِ منطق فی نفسہٖ کیونکر معیوب ہو سکتا ہے جبکہ علمِ منطق کی غرض وغایت ہی نظر و فکر کی غلطی کے تحفظ کے لیے ہے جب منطق کا اصلی مقصد ہی یہ ہے کہ وہ عقل کے لیے مصلح اور فکر کے لیئے مصحح ہے جبکہ دیگر مخلوقات سے انسان کی شرافت اسی عقل کی وجہ سے ہے تو پھر جو علم اس عقل کی اصلاح کرے اسے معیوب کہنا انتہائی افسوس کا مقام ہے اگر وہ آدمی منطق پڑھ لیتا تو اس کی عقل کی اصلاح ہو جاتی تو پھر منطق کو معیوب نہ کہتا۔ بعض آدمی تو منطق سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے ان کا ایسے کرنا منطق سے عدم ممارست اور عدم تعلق کی بناء پر ہے۔

اعتراض: علامہ شیخ علاؤالدین الحصکفی منطق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ان تعلم العلم یکون فرضُ عین و ھو بقدر ما یحتاج لدینہٖ پھر آگے فرمایا و حرامًا ھو علم الفلسفۃ و الشعبدۃ اور پھر فرمایا و دخل فی الفلسفۃ المنطق اسی طرح علامّہ شامی منطق کے بارے میں فرماتے ہیں فن المنطق من خبیث مذموم یحرم الا شتغال بہ لان مبنی بعض مافیہ علی القول بالھیولی الذی ھو کفر یجر الی الفلسفۃ الزندقۃ و لیس لہ ثمرۃ دینیۃ اصلاً بل ولا دنیویۃ

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ علاؤالدین حصکفی فرماتے ہیں جس علم میں جتنی مقدار میں وہ اپنے دین کے لیے محتاج ہے اس قدر وہ علم پڑھنا فرض عین ہے۔ بعض علم پڑھنے حرام ہیں جیسے منطق فلسفہ وغیرہ اسی طرح علامّہ شامی بھی

فرماتے ہیں کہ فنِ منطق خبیث فن ہے اور مذموم ہے اس میں مشغول ہونا حرام ہے کیونکہ اس میں بعض مسائل کی مدار ھیولی پر ہے جو کفر تک پہنچانے والا ہے اور اس میں کوئی دینی دنیاوی فائدہ نہیں ہے۔

جواب: منطق دو قسم کا ہے ایک فلاسفہ کا اور دوسرا اسلامیوں کا جس منطق سے ممانعت ہے وہ فلاسفہ کا ہے جو اقوال فاسدہ کا جامع ہے اور جو منطق اسلامیوں کا ہے جو کہ صرف قواعد اور قوانین کا نام ہے اس سے ممانعت کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔

اعتراض: علامہ عبدالعزیز فرہاوری نبراس شرح شرح العقائد میں فرماتے ہیں۔

اخذتم علوم الكفر شرعًا كانما فلاسفة اليونان هم انبياء كم

یعنی تم نے منطق و فلسفہ جیسے کفریہ علوم کو شرع کے علوم کی طرح پکڑلیا ہے گویا کہ تمہارے انبیاء ہی یونانی فلاسفہ ہیں۔

جواب: صاحبِ نبراس کا ایسا نظریہ رکھنا منطق کے بارے میں اس لیے نہیں ہے کہ یہ فی نفسہٖ بُرا ہے اور لایعنی علم ہے بلکہ اس کا بنیادی مقصد منطق کی مخالفت سے یہ ہے کہ اس دور کے لوگ جو منطق میں غلو اور مبالغہ کرنے لگے ایسے لوگوں کو سمجھانا تھا جنہوں نے منطق کو ہی حرف آخر سمجھ لیا تھا جو بالکل ناجائز تھا کیونکہ منطق تو ایک آلہ ہے جو آلہ کو مقصود سمجھ لیتا ہے وہ بہت بڑا احمق ہے۔

اعتراض: بعض حضرات کا یہ تخیل ہے کہ آج کل منطق کی ضرورت ہی نہیں رہی لہٰذا منطق و فلسفہ کی بجائے جدید سائنس پڑھائی جائے کیونکہ آج جدید سائنس کی بنیاد پر انسان ترقی کر کے آسمان تک پہنچ گیا ہے۔ اور یہ منطق خیالات پرانے ہیں اور پرانے دور کی ضرورت تھی جواب ختم ہوگئی لہٰذا اس دور میں پڑھنا غیر مناسب ہے۔

جواب: ان معترضین حضرات نے علِم منطق کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا جبکہ علِم منطق تو دلیل و حجت سے عبارت ہے تو جس طرح دلیل و حجت کی پہلے ضرورت تھی اسی طرح اب بھی ضرورت ہے لہٰذا منطق کو چھوڑنا منطق سے عدمِ تعلق کی بنا پر ہے۔ حقیقت میں عموماً منطق کی مخالفت وہی لوگ کرتے ہیں جن کو منطق آتا ہی نہیں کیونکہ یہ فطری امر ہے کہ الناسُ اعداءٌ لما جهلوا یعنی جو لوگ کسی شے سے جاہل ہوں تو اس کی مخالفت کرتے ہیں تاکہ ہماری جہالت مشہور نہ ہو جائے۔

راقم الحروف کا نظریہ منطق: ہر آدمی فطری منطقی ہے کیونکہ آدمی میں قدرت نے فطری طور پر ہر چیز کے نتیجہ اخذ کرنے کا ملکہ رکھا ہے۔ مثلاً سلطان وقت کہتا ہے کہ پاکستان کے ہر فرد کا ہر ماہ ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کیا جائے گا تو سلطان کے اس قول سے ہر ذی عقل ادنیٰ تامل سے نتیجہ اخذ کرے گا کہ مجھے بھی ہزار روپیہ ملے گا وہ اس طرح کہ میں پاکستانی ہوں اور جو بھی پاکستانی ہے اس کو ہزار روپیہ ملے گا لہٰذا مجھے بھی ہزار روپیہ ضرور ملے گا۔ البتہ عام لوگ منطقی اصطلاحات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صغرٰی کیا ہے اور کبرٰی کیا ہے۔ حدِ اوسط کسے کہتے ہیں اور نتیجہ کی حقیقت کیا ہے اور شکل کا کیا مفہوم ہے؟ اب سوال ہوا کہ جب ہر آدمی فطری منطقی ہے تو پھر منطق پڑھنے کی کیا ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ منطق کی تعلیم کا فائدہ یہ ہوجاتا ہے کہ منطق کے قوانین کی رعایت انسان کو فکری خطا سے بچالیتی ہے لہٰذا منطق اس لیے پڑھا جاتا ہے کہ فکر کی اصلاح ہو جائے نیز منطق خادم العلوم ہے۔ علومِ عظیمہ کا خادم بھی عظمت والا ہی ہوگا لہٰذا علم منطق کی مخالفت علوم اسلامیہ کی مخالفت ہے۔ علومِ اسلامیہ کی مخالفت قرآن و

حدیث کی مخالفت ہے نتیجہ یہ نکلا کہ منطق کی مخالفت قرآن وحدیث کی مخالفت کو مستلزم ہے۔
علمِ منطق شریعت کے آئینہ میں: بعض احادیث میں منطقی قواعد کا استعمال ہوا کرتا ہے اگر منطق کے قواعد وضوابط کا علم نہ ہو تو حدیثِ مبارک کا مدلول اور مفہوم مخل بالفہم ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے منافقوں کے بارے میں فرمایا۔ اذا حدث کذب یعنی منافق جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ حدیثِ مبارک کا بظاہر مفہوم اور مدلول تو یہ ہے کہ منافق جب بھی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ وہ اکثر باتوں میں صدق بیانی سے بھی کام لیتا ہوگا اس حدیثِ مبارک کو سمجھنے کے لیے ہم منطق کا ایک قانون بیان کرتے ہیں وہ اس طرح کہ لفظ لو۔ ان۔ اذا جس قضیہ پر داخل ہو جائیں وہ قضیہ مہملہ ہوتا ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کا یہ ارشادِ گرامی:
اذا حدث کذب یہ قضیہ شرطیہ متصلہ مہملہ ہے قضیہ شرطیہ کلیہ نہیں ہے اور قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوا کرتا ہے لہٰذا وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ منافق کبھی تو سچ بولتا ہے کیونکہ جب یہ قضیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ مہملہ ہے تو پھر کبھی سچ بولے تو حدیث کے مفہوم کی مخالفت نہیں ہوگی۔

حرفِ آخر

اقول: علمِ منطق افادیت اور عظمت کے لحاظ سے علوم کا آلہ اور ہیرا ہے۔ ہر آدمی جو دلیل و حجت کی خطاء سے بچنا چاہتا ہے اور فکری خطاء کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے اسے کشتی منطق پر سوار ہونا پڑے گا علمِ منطق کی عظمت اور رفعت کا انکار کرنا ذی عقل کا کام نہیں ہے باوجود اس کی افادیت کے منطق کی تعلیم میں منہمک ہو جانا اور تمام عمر اس کی تعلیم میں صرف کرنا غیر مناسب ہے کیونکہ مقصود اور مطلوب تو علم التفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ، عقائد اور تصوف ہے لہٰذا علمِ منطق کی تحصیل بقدرِ ضرورت کے بعد علومِ مقصودہ میں مشغول اور مستغرق ہو جانا لابدی ہے کیونکہ منطق علومِ مقصودہ کے لیے آلہ اور وسیلہ ہے لہٰذا صرف منطق ہی پر بھروسہ کر کے دوسرے علومِ مقصودہ کا ترک یہ ذی عقل کی شایان شان نہیں ہے لہٰذا جو آدمی صرف منطق میں تمام عمر صرف کر دیتا ہے اور علومِ مقصودہ کی تحصیل کو ترک کر دیتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو پل پر کھڑا رہا اور مقصد کی طرف متوجہ نہ ہوا۔
کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

قَالَ الامَامُ الغَزَالِی رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ

مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْھَیْئَۃَ وَالتَّشْرِیْحَ فَھُوَ عِنِّیْنٌ فِی مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ تعالیٰ

آسمان منطق کے افق پر شمس بازغہ کا طلوع
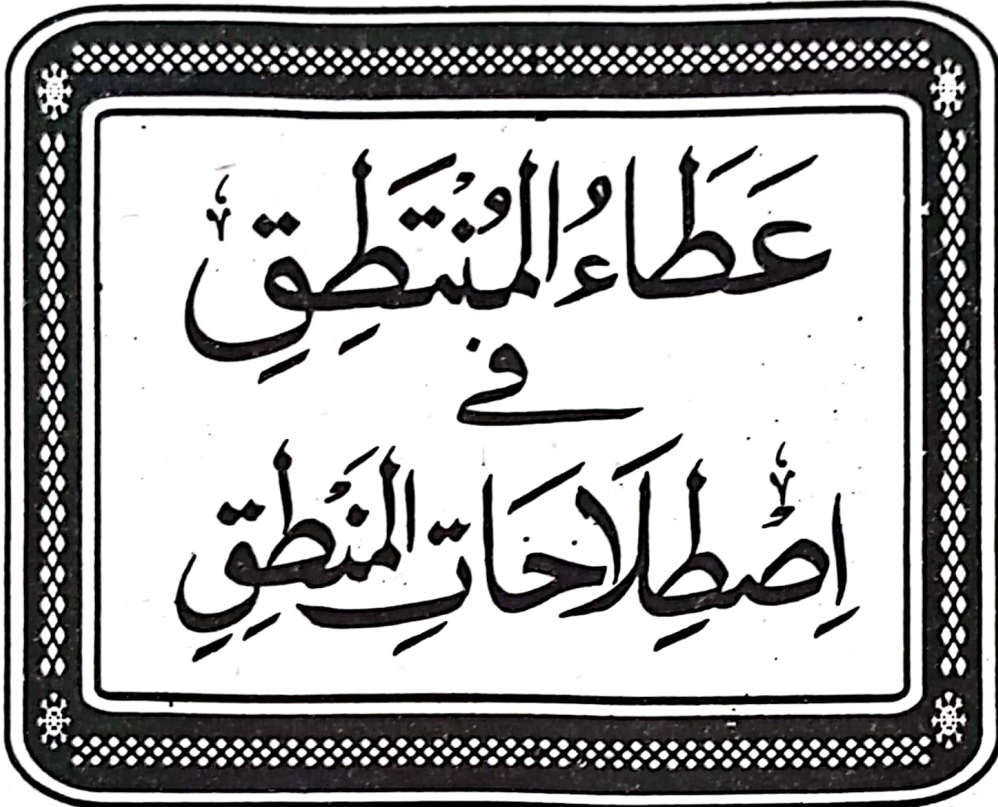
تقریظ وحید العصر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ

''مبتدی تو بجائے خود یہ رسالہ منتہیوں کے لئے بھی بڑا مفید ہے''

ہ

خاکپائے عطاء الملت والدین

مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

اداۃ: ایسا مفرد ہے جو صرف غیر کے تعارف کا ذریعہ ہو۔
بالفاظِ دیگر ایسا مفرد ہے جو تنہا مخبر بہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھے۔ نحویوں کی اصطلاح میں اسے حرف کہتے ہیں بالفاظِ دیگر ایسے مفرد کا نام ہے جو نہ محکوم علیہ بن سکتا ہے اور نہ محکوم بہ جیسے من۔ الیٰ۔

استعارہ: استعارہ کا لغوی معنی کسی چیز کو مانگ لینا ہے۔ اصطلاحی معنی ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اس طرح تشبیہ دینا کہ حروف تشبیہ (ک۔ کان) کو ذکر نہ کیا جائے۔ شے اصل کو مشبہ اور شےَ ثانی کو مشبہ بہ کہا جاتا ہے۔
تعریف کے بعد ہم استعارہ کی تقسیم کرتے ہیں کہ استعارہ چار اقسام پر مشتمل ہے وہ اس طرح کہ اگر ذکر مشبہ کا ہو۔ اور مراد بھی یہی ہو اور انتقال مشبہ بہ کی طرف ہو تو اسے استعارہ مکنیہ کہتے ہیں۔ اور اس کا نام استعارہ بالکنایہ بھی ہے۔
استعارہ تخییلیہ ایسے استعارہ کا نام ہے کہ جس میں مشبہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے۔

استعارہ ترشیحیہ: ایسے استعارہ کا نام ہے کہ مشبہ بہ کے کسی مناسب کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے مثلاً المنیة نشبت اظفارھا بفلان ترجمہ: موت نے فلاں میں پنجے معلق کر دیئے اس مثال میں موت کو تشبیہ دی گئی ہے درندے کے ساتھ۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور مشبہ بہ یعنی پنجوں کو مشبہ یعنی موت کے لیے ثابت کیا گیا ہے یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور مشبہ بہ کے مناسب یعنی معلق (گاڑنا) کو مشبہ یعنی موت کے لیے ثابت کیا گیا ہے یہ استعارہ ترشیحیہ ہے۔
نوٹ: ایک مثال کافی ہے بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

استعارہ اصلیہ: ایسے استعارہ کا نام ہے جس میں لفظ مستعار اسم جنس ہو حقیقتاً ہو یا تاویلاً۔ حقیقتہً جیسے اسد رجل شجاع کے لیئے تاویلاً جیسے حاتم سخی کے لیئے۔

استعارہ تبعیہ: ایسے استعارہ کا نام ہے جس میں لفظ مستعار اسمِ جنس نہ ہو جیسے حرف و فعل اور وہ چیز جو مشتق ہو اس سے جیسے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول وغیرہ

استعارہ تصریحیہ یا مصرحہ: ایسے استعارہ کا نام جس میں ذکر تو مشبہ بہ کا ہی ہو اور مراد مشبہ ہو جیسے رأیت اسداً یرمی میں اسد مشبہ بہ ہے اور اس سے مراد رجل شجاع ہے جو کہ مشبہ ہے۔

ابتداء حقیقی: ایسی شے پر اطلاق کیا جاتا ہے جو سب سے مقدم ہو جیسے بسم اللہ شریف۔
ابتداء عرفی: ایسی شے پر اطلاق کیا جاتا ہے جو مقصود سے مقدم ہو جیسے بسم اللہ کے بعد حمد ہے۔
ابتداء اضافی: ایسی شے پر اطلاق کیا جاتا ہے جو بعض سے مقدم ہو اور بعض سے مؤخر ہو جیسے حمد کا بسم اللہ کے بعد ہونا۔

فائدہ

ابتداء حقیقی اور اضافی کی تعریف سے معلوم ہو گیا کہ ابتداء اضافی' ابتداء عرفی کو بھی شامل ہے۔

استقراء: ایسی حجت کا نام ہے جس سے کسی کلی کے اکثر جزئیات کا حکم اس کلی کے تمام افراد پر لگایا جاتا ہے جیسے کل حیوان یحرك فکه الاسفل عندالمضغ

ترجمہ: ہر جانور کسی چیز کو چباتے وقت اپنا نچلا جبڑا ہلاتا ہے۔ یعنی اکثر کو دیکھ کر تمام پر حکم لگایا جاتا ہے حالانکہ کہا جاتا ہے مگر مچھ اوپر والا ہلاتا ہے۔

اجناس عالیہ: ایسی اجناس کو کہتے ہیں جن کے تحت تمام اشیاء آتی ہوں۔ عالم میں کوئی شے ان اجناس سے خارج نہیں ہے ان اجناس عالیہ کو مقولات عشرہ بھی کہتے ہیں جیسے کم۔ کیف۔ جوہر۔ اضافت۔ این۔ ملك۔ انفعال۔ متی۔ وضع۔ ان اجناس کی تعریفات اپنے اپنے مقام پر آئیں گی۔

اصغر: قیاس حملی میں نتیجہ کے موضوع کو اصغر کہتے ہیں جیسے العالم حادث میں عالم ہے۔
بالفاظ دیگر مطلوب کے موضوع اور مقدم کو اصغر کہتے ہیں۔

اکبر: قیاس حملی میں نتیجہ کے محمول کو اکبر کہتے ہیں۔ جیسے العالم حادث میں حادث ہے۔
بالفاظ دیگر مطلوب کے محمول اور تالی کو اکبر کہتے ہیں۔

آلہ: جو شے فاعل کا مفہوم تک اثر پہنچانے کا ذریعہ ہو بالفاظ دیگر فاعل اور منفعل کے درمیان فاعل کا اثر منفعل تک پہنچانے میں واسطہ بنتا ہے جیسے آرہ بڑھئی کے لیئے۔

اولیات: ایسے قضایا بدیہیہ کا نام ہے کہ عقل ان کا جزم و یقین بغیر کسی واسطہ کے صرف التفات اور تصوراتِ ثلاثہ سے کر لیتی ہے جیسے الکل اعظم من الجزء

امکان: کسی شے کا بالذات وجود اور عدم کا تقاضانہ کرنے کا نام ہے۔

امکان خاص: جس کی جانبین سے ضرورۃ کی سلب ہو۔ جیسے کہ بالامکان الخاص کل انسان کاتب کیونکہ کتابت اور عدم کتابت ہر ایک ضروری نہیں ہے۔

امکان عام: جس کی جانبین میں سے ایک جانب (جانب مخالف) ضروری نہ ہو جیسے کل نار حارۃ بالامکان العام کیوں کہ حرارت آگ کی طرف نسبت کرنے کے ضروری ہے اور سلب حرارۃ ضروری نہیں ہے۔

اولی: ایسی شے ہے کہ عقل اس شے کی طرف متوجہ ہونے کے بعد کسی شے کی طرف محتاج نہ ہو جیسے الواحد نصف الاثنین

انشاء طلبی: ایسے مرکب تام کا نام ہے جس کے قائل کو سچا اور جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے اضرب

انشاء غیر طلبی: ایسے انشاء کا نام ہے جس میں دلالت وضعی کی طلب فعل پر نہ ہو جیسے تمنی وغیرہ

اسم: ایسے لفظ مفرد کو کہتے ہیں جو محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے زید

ایجاب: اذعان وقوع نسبت تامہ خبریہ کو کہتے ہیں جیسے السماء فوقنا کا اذعان۔

اذعان: اذعان کا معنی اعتقاد (یعنی نسبت تامہ خبریہ کا اعتقاد) ہے یعنی ماننا کہ نسبت تامہ خبریہ جو ذہن میں ہے وہ واقع میں بھی ہے اسی اذعان کو حکم بھی کہتے ہیں جسے زید قائم جب واقع میں بھی قائم ہو۔

التماس: ایسا مرکب ہے جس کے ذریعے ہم رتبہ آدمی سے کچھ طلب کیا جائے جیسے صل

اجتماع النقیضین: جو دو چیزیں آپس میں ایک دوسرے کی نقیض ہیں وہ جمع نہیں ہو سکتیں مثلاً انسان اور لا انسان (جامع العلوم)

فائدہ

نقیضُ الشئی رفعہ یعنی شے کی نقیض اس کا رفع ہوا کرتا ہے جیسے انسان کی نقیض لا انسان ہے فافہم

ادراک: قد یفسر بانتقاش النفس بالصورۃ الحاصلۃ من الشئی و حینئذ یکون انفعالاً وقد یفسر بالصورۃ الحاصلۃ فی النفسِ وحینئذٍ یکون کیفاً (جامع العلوم)

ادراک کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ نفس کا ایسی صورہ کے ساتھ منتقش ہونا جو شَے سے حاصل ہونے والی ہے۔ اس تفسیر کے مطابق ادراک انفعال ہو گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ادراک ایسی صورت کا نام ہے جو نفس میں حاصل ہونے والی ہے اس تفسیر کے مطابق ادراک کیف ہو گا۔

فائدہ

ادراک کی چار اقسام ہیں۔

(۱) احساس پانچ حواس ظاہرہ میں سے کسی ایک کے واسطہ سے نفس کا ادراک کرنا۔
(۲) تخیل وھو ادراك النفس بواسطۃ الحسِ المشترك (جامع) حِس مشترک کے واسطہ سے نفس کا ادراک کرنا۔
(۳) توھم وھو ادراك النفس بواسطۃ الوھم (جامع) وھم کے واسطہ سے نفس کے ادراک کرنے کا نام ہے۔
(۴) تعقل وھو ادراك النفس بواسطۃ القوۃ العاقلۃ (جامع) قوۃ عاقلہ کے واسطہ سے نفس کے ادراک کا نام ہے۔

استدلال: تقریر الدلیل لاثبات المطلوب والنظر فیہ مطلوب کے ثابت کرنے کے لیے دلیل کی تقریر کرنا اور اس میں نظر کرنا۔

فائدہ

اگر استدلال اثر سے مؤثر کی طرف ہو تو اسے استدلالِ انی کہتے ہیں جیسے بخار سے جسم کے اجزاءِ ترکیبیہ کے بدبو دار ہو جانے کی طرف اور اگر استدلال مؤثر سے اثر کی طرف ہو تو اسے استدلالِ لمی کہتے ہیں جیسے اجزاءِ ترکیبیہ کے بگڑ جانے سے بخار کی طرف اور بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ پہلے (اثر سے مؤثر کی طرف) کو استدلال کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرے (مؤثر سے اثر کی طرف) کو تعلیل کا نام دیا جاتا ہے۔

استقراء: فی اللغۃ التفحص والتتبع وفی اصطلاح المنطقیین ھو الحجۃ التی یستدل فیھا من استقراء حکم الجزئیات علی حکم کلیھا فان کان الاستدلال فیھا من استقراء حکم جمیع الجزئیات فالاستقراء تام والا ناقص (جامع العلوم)

استقراء لغت میں ڈھونڈ اور تلاش کو کہتے ہیں اور منطقیوں کی اصطلاح میں استقراء ایسی حجت کا نام ہے کہ جسمیں جزئیات کے حکم کے استقراء کرنے سے استدلال کیا جاتا ہے ان کی کلی کے حکم پر۔ آگے اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر حجت میں استدلال جمیع جزئیات کے حکم کے استقراء کرنے سے ہے تو اسے استقراء تام کہتے ہیں ورنہ استقراء ناقص ہے۔

استقراءِ تام: والتفصیل فی الاستقراء مرالان

استقراء ناقص: والتفصیل فی الاستقراء مر الآن

استثناء نقیض المقدم: لا ینتج شیئا فی جمیع المواد ای لا ینتج کلیاً الا تریٰ ان قولك هذا انساناً کان حیوانا لکنه لیس بانسان لا ینتج انه حیوان اولیس بحیوان (جامع العلوم)

مقدم کی نقیض کا استثناء کلی طور پر نتیجہ نہیں دیتا مثلاً اگر یہ انسان ہے تو حیوان ہوگا لیکن انسان تو نہیں ہے تو نتیجہ یہ نہیں آئے گا کہ وہ حیوان ہے یا حیوان نہیں ہے۔

فائدہ

اگر مقدم اور تالی میں ملازمہ ہو تو پھر ایسی صورت (استثناء نقیض مقدم) میں بھی نتیجہ آجائے گا۔

اشتراک: لفظی و معنوی الاشتراك اللفظی فهو ان یکون اللفظ موضوعاً للمعنیین اوللمعان باوضاع متعدد کلفظ العین للباصرة والجاریه بمعنی کلی کالانسان للحیوان الناطق (جامع)

(ترجمہ) اشتراک لفظی یہ ہے کہ لفظ دو یا کئی معانی کے لیئے موضوع ہو اور ہر لفظ کی ہر ایک معنی کے لیئے علیحدہ علیحدہ وضع ہو جیسے لفظ عین کی وضع باصرہ، جاریہ اور سونے کے لیئے علیحدہ علیحدہ کی گئی ہے اشتراکِ معنوی یہ ہے کہ لفظ کی وضع تو معنی کلی کے لیے ہو مگر اس کے افراد متعدد ہوں جیسے انسان کی وضع تو حیوان ناطق کے لیے ہے اور اس کے افراد متعدد ہیں۔

التباس: صیرورة الشئی شبیهاً باٰخر بحیث لایکون بینهما تفاوت اصلاً (جامع) التباس عبارۃ ہے ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ اس طرح مشابہہ ہونا کہ ان میں کوئی فرق باقی نہ پایا جائے جیسے صرفی لوگ دعوا اور رمیا میں واو اور یاء کو الف کے ساتھ نہیں بدلتے کہ بدلنے کی صورت میں مفرد کے ساتھ التباس آئے گا

فائدہ

التباس اور اشتراک میں فرق

ان کے درمیان اولوا الالباب کے نزدیک فرق واضح ہے کہ التباس معلل کی طرف سے ہوا کرتا ہے اور اشتراک واضع کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔

امورِ عامہ: هی مالا تختص بقسم من اقسام الموجود التی هی الواجب والجوهر والعرض (جامع)
وہ اشیاء ہیں جو موجود کی اقسام (واجب، جوھر، عرض) سے کسی ایک قسم کے ساتھ خاص نہ ہو۔

بالفاظِ دیگر: مایتناول المفهومات باسرها ای الواجب والممتنع والممکن یعنی امور عامہ وہ چیز ہے جو تمام مفہومات (واجب، ممتنع، اور ممکن) کو شامل ہو۔

امرِ خارجی: مایکون الخارج ظرفا لذاته لالوجوده (جامع) سنذکر مفصلاً فی الموجود الخارجی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ

امورِ اعتباریہ: ایسے امور کا نام ہے جو اعتبار پر موقوف ہوں۔

امورِ اتفاقیہ: ایسے امور کا نام ہے جو نہ دائمہ ہوں اور نہ اکثریہ ہوں۔

اُمّہاتُ المطالب: اُمّہات اُمّ کی جمع ہے جس کا معنی اصل ہے اور مطالب جمع مطلب، ظرف ہے یا مصدرِ میمی ہے بمعنی اسم مفعول اس کا اطلاق مطلوب پر کیا جاتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ تصوری ہو یا تصدیقی اور یا بمعنی اسم فاعل ہے اس صورت میں اس کا اطلاق اس کلمہ پر ہو گا جس سے تصور یا تصدیق کو طلب کیا جاتا ہے الغرض مطالب ما، ھل اور لم ہیں۔

امرِ اعتباری: ھو الذی لا وجود له الا فی عقل المعتبر مادام معتبرا کالماھیة بشرط العراة (جامع)

امرِ اعتباری ایسے مفہوم کا نام ہے کہ اس کا وجود معتبر کی عقل میں ہوتا ہے جب تک معتبر اس کا اعتبار کرتا رہے جیسے کسی ماہیت کا اعتبار کیا جائے اس شرط پر کہ وہ ہر شے سے مجرد ہو۔

امکانِ ذاتی: ان لا یکون ذات الشئی مقتضیاً و موجباً لوجوده وعدمه (جامع)

امکانِ ذاتی ایسے مفہوم کا نام ہے کہ شے کی ذات اپنے وجود اور عدم کا تقاضا نہ کرے

امکان استعدادی: هوما لا یکون طرفه المخالف واجباً لا بالذات ولا بالغیر و لو فرض وقوع الطرف الموافق لا یلزم المحال بوجه من الوجوه

ایسے مفہوم کا نام ہے کہ جس کی جانب مخالف بالذات ہو اور نہ ہی بالغیر اور اگر اس کی جانب موافق کا وقوع فرض کیا جائے تو کسی وجہ سے محال لازم نہ آئے۔

بالفاظ دیگر: قال الفاضل القوشجی فی شرح التجرید ھو ای الامکان الا ستعدادی عبارة عن التہیئو للکمال بتحقق بعضِ الاسباب والشرائط وارتفاع بعضِ الموانع ...... الخ (جامع)

علامہ قوشجی شرح تجرید میں یوں فرماتے ہیں کہ امکان استعدادی عبارت ہے کمال کے تیار کرنے کے لیئے بوجہ بعض اسباب اور شرائط کے متحقق ہونے کے اور بعض موانع کے مرتفع ہونے کی وجہ سے اور حصول سے قریب اور بعید ہونے کے اعتبار سے شدۃ اور ضعف کے قابل ہوا کرتا ہے جیسا کہ نطفہ کی استعداد انسان کے لیے یہ اضعف ہے لوتھڑا سے اس طرح پیٹ کے بچے کی استعداد کتابت کے لیے اضعف ہے چھوٹے بچے سے۔

امتناعِ ذاتی: ضرورة اقتضاء الذات عدم الوجود الخارجی (جامع) عبارۃ ہے ایسے مفہوم سے کہ ذات لازماً وجودِ خارجی کے عدم کی متقاضیہ ہو۔

اوسط: مایقترن بقولنا لانه کالمتغیر فی قولنا لانه متغیر الی آخره وهو الحد لاوسط و قد یطلق علی الدلیل والحجة التی یستدل بها علی الدعاوی (جامع العلوم)

حد اوسط ایسے مفہوم کا نام ہے جو "لانہ" کے ساتھ ملا ہو جیسے لانہ متغیر اور اسے حدِ اوسط بولتے ہیں اور کبھی اوسط کا اطلاق ایسی دلیل اور حجتہ پر کیا جاتا ہے جس سے دعاوی پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ایجاب: الالزام وایقاع النسبة (جامع) مفہوم ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور نسبت کا واقع کرنا۔

ایسا غوجی: مرکب من ثلاثة الفاظ وهی ایس واغو واجی معنی الاول انت و معنی الثانی انا و معنی

الثالث ثمہ فحذفوا الف احی للا ختصار و جعلوہ علماً للکلیات الخمسۃ و قیل معناہ گل پنج برگہ

"ایساغوجی" تین الفاظ سے مرکب ہے (۱) ایس (۲) اغو (۳) احی پہلے لفظ کا معنی انت ہے اور دوسرے کا معنی انا ہے اور تیسرے کا معنی ثمہ ہے علماء نے احی کے الف کو اختصاراً حذف کر دیا اور اب علماء نے ایساغوجی کو کلیاتِ خمسہ کا علم بنا دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی پانچ پتیوں والا پھول ہے۔

اکتسابی: مایکون تحصیلہ بالفکر والنظر فی المقدمات (جامع)

ایسے مفہوم کا نام ہے جس کی تحصیل مقدمات میں نظر و فکر کے ساتھ ہوا کرتی ہے مثلاً العالم متغیر و کل متغیر حادث

اطراد: الشیوع و الکثرہ و معنی اطراد المعرف بالکسر استلزامہ المعرف بالفتح فی الوجود والثبوت ای متی وجد المعرف بالکسر وجد المعرف بالفتح ویلزمہ منع المعرف لانہ یعلم من ھذا الاستلزام ان المعرف بالکسر بحیث لا یدخل فیہ شئی من اغیار المعرف بالفتح و ھذا معنی منع المعرف بالکسر۔

اطراد کا لغوی معنی شیوع اور کثرۃ ہے اور اطراد کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ معرف بالکسر کا مستلزم معرف بالفتح کو یعنی معرف ملزوم ہو گا اور معرف بالفتح بھی پایا جائے گا اس سے معرف کا منع ہونا لازم آئے گا مانع کا یہ مفہوم ہے کہ معرف میں معرف بالفتح کا غیر داخل نہیں ہو گا یعنی اطراد کا معنی یہ ہو گا کہ معرف مانع ہو گا دخول غیر سے۔

انعکاس: و معنی انعکاس المعرف بالکسر استلزامہ المعرف بالفتح فی العدم والانتفاء ای متی انتفی المعرف بالکسر انتفی المعرف بالفتح ویلزمہ جمع المعرف لانہ یعلم من الاستلزام المذکور ان جمیع الافراد المعرف بالفتح ویلزمہ جمع المعرف لانہ یعلم من الاستلتزام المذکور ان جمیع الافراد المعرف بالفتح مندرج تحت المعرف بالکسر بحیث لم یبق فرد من افراد المعرف بالفتح خارجا عن المعرف بالکسر غیر داخل تحتہ وھذا معنی جمع المعرف بالکسر (جامع)

انعکاس کا معنی یہ ہے کہ معرف بالکسر مستلزم ہو معرف بالفتح کو عدم اور انتفاء کی صورت میں یعنی جب معرف بالکسر کی نفی ہو گی تو معرف بالفتح کی بھی نفی ہو گی اور یہی معنی معرف کے جمع ہونے کا ہے کہ اس استلزام سے یہ معلوم ہو گیا کہ معرف کے تمام افراد معرف بالکسر سے خارج نہیں اسی کا نام ہی تو یہ ہے کہ تعریف اور معرف بالکسر جامع ہیں۔

تنبیہ

اس تحقیق سے خوب معلوم ہو گیا کہ تعریف جامع، مانع، مطرد اور منعکس ہونے کا معنی وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے اور جمع، منع اطراد اور انعکاس کا بھی یہی معنی ہے جو اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ اور جہاں منطقیوں کی کلام میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ معرف بالکسر کے لیئے ضروری ہے کہ بالمعرف بالفتح کے مساوی ہو اور معرف بالکسر کے لیئے ضروری ہے کہ جامع، مانع، مطرد اور منعکس ہو ان دو مفہوموں کا ایک ہی مطلب کہ معرف بالکسر اور معرف بالفتح کے درمیان مساوات کی شرط ضروری ہے۔

العبد الضعیف غلام محمد شرقپوری
بندیالوی حنفی بریلوی نقشبندی

باب الباء

بدیہی: جس کا حصول نظر و کسب پر موقوف نہ ہو عام ازیں کسی اور شے (حدس تجربہ) کی طرف محتاج ہو یا نہ ہو، تعریف ضروری کے مترادف ہے اور کبھی بدیہی کی تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ عقل کے اس کی طرف متوجہ ہونے کے بعد کسی اور شے کی طرف بالکل محتاجی نہ ہو جیسے تصور حرارت اور برودت کا اور تصدیق اس بات کی کہ نفی اور اثبات مجتمع ہوتے ہیں اور نہ ہی مرتفع ہوتے ہیں۔

برھان: وہ قیاس ہے جو صرف یقینیات سے مرکب ہو عام ازیں کہ وہ یقینیات بدیہیہ ہوں یا ایسے نظریہ ہوں جو بدیہیہ پر ہوں جیسے العالم ممکن و کل ممکن لہ مسبب فالعالم لہ مسبب۔

برھانِ تضعیف: اس دلیل سے تسلسل کو باطل کیا جاتا ہے صاحب سلم نے اس برھان کی تقریر اس عبارت سے فرمائی ہے کہ لان عدد التضعیف ازید من عدد الاصل .....الخ بہرحال اس برھان کا سمجھنا پانچ مقدمات پر موقوف ہے۔
مقدمہ اولیٰ جو چیز عدم سے معرض وجود میں آئی ہے وہ کسی نہ کسی عدد کے ساتھ ضرور ملتی ہے۔
مقدمہ ثانیہ ہر عدد قابلِ تضعیف (اس کو دگنا کیا جا سکتا ہے)
مقدمہ ثالثہ۔ عدد مضاف (دگنا کیا ہوا عدد) اصلی عدد سے زیادہ ہوگا۔
مقدمہ رابعہ۔ عدد زائد کی زیادتی مزید کے تمام افراد کے ختم ہونے کے بعد ہوگی۔
مقدمہ خامسہ۔ عدد کی تنہائی معدود کے متناہی ہونے کو مستلزم ہوا کرتی ہے ان مقدمات کے بعد ہم برھان کی مختصر تقریر کرتے ہیں کہ اگر امور غیر متناہیہ کا وجود مانا جائے تو یقیناً بحکم مقدمہ اولیٰ وہ عدد کو قبول کریں گے اور بحکم مقدمہ ثانیہ وہ عدد قابلِ تضعیف ہوگا اور بحکم مقدمہ ثالثہ غیر متناہی کا عدد مضاعف اس کے اصلی عدد سے زائد ہوگا اور بحکم مقدمہ رابعہ زیادتی اس وقت ہو سکے گی جب عدد مزید علیہ (اصل عدد) متناہی ہو جائے اور بحکم مقدمہ خامسہ جب عدد متناہی ہو گیا تو معدود یعنی وہ امر جس کو غیر متناہی مانا گیا ہے وہ بھی متناہی ہو جائے گا پس ایک شے کا متناہی اور غیر متناہی ہونا لازم آئے گا اور یہ اجتماع النقیضین ہے جو محال ہے۔ لہٰذا امور غیر متناہیہ کا ہونا باطل ہو گیا۔

برھان تمانع: اللہ کے واحد ہونے پر اس دلیل سے سہارا لیا جا سکتا ہے شرح عقائد میں اس کی تقریر اپنی عبارت سے کی ہے وتقریرہ انہ لوامکن الھان.....الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تو پھر تعددِ الٰہ مانتے ہو تو اس کا ادنیٰ درجہ دو ہے لہٰذا دو اللہ مانتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہوا کرتا ہے لہٰذا تعدد الٰہ ماننا باطل اور لغو ہے اس پر متکلمین برھان تمانع پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قول لو کان فیھما ..... الآیۃ سے سمجھی جا رہی ہے وہ اس طرح کہ اگر دو الٰہ ممکن ہوں تو ان کے درمیان تمانع کا ہونا ممکن ہے وہ اس طرح کہ ایک نے زید کے حرکت ہونے کا ارادہ کیا دوسرے نے اسی آن میں اس کے سکون کا ارادہ کیا اب یہ صورت تین حال سے خالی نہیں ہے۔ یا دونوں کا ارادہ پورا ہوگا یا دونوں کا نہ ہوگا یا ایک کا ہوگا دوسرے کا نہ ہوگا۔ اگر دونوں کا ارادہ پورا نہیں ہوتا تو عاجز

محض بن گئے جن کو تم نے واجب اور مستقل التاثیر مانا تھا یہ تو نہیں ہو سکتا اور اگر دونوں کا ارادہ پورا ہو گیا وہ متحرک بھی ہوا اور اسی آن میں ساکن بھی تو یہ اجتماع ضدین لازم آئے گا لہٰذا یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی اور تیری صورت بھی باطل ہو گی وہ اس طرح کہ کسی ایک کا ارادہ پورا ہو گیا اور دوسرا عاجز اور مسکین ہوا تو پھر ممکن ہو گیا۔ اور واجب نہ رہا اس برہان سے معلوم ہوا کہ تعدد مستلزم ہے امکان تمانع کو اور تمانع مستلزم ہے محال کو اور جو محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہوا کرتا ہے لہٰذا تعددِ الٰہ ماننا محال ہو گیا۔

برہان لمی: ایسی برہان کا نام ہے جس میں حد اوسط ذہن اور خارج دونوں میں اکبر کو اصغر کے ثابت کرنے کے لیے علت ہو۔ بالفاظ دیگر استدلال علت سے معلول پر ہو جیسے ھذا متعفن الاخلاط و کل متعفن الاخلاط محموم نتیجہ آئے گا فھذا محموم اس مثال میں جس طرح تعفن الاخلاط (حد اوسط) ذہن میں ثبوت حمی کے لیے علت ہے اسی طرح خارج میں بھی ہے کیونکہ تعفن الاخلاط پہلے ہوتا ہے اور بخار بعد میں ہوتا ہے اور استدلال والی تعریف کی واضح مثال یہ بھی دی جاتی ہے جیسے آگ سے استدلال کرنا دھواں پر۔

برہان انی: ایسی برہان کا نام ہے جس میں حد اوسط صرف ذہن میں نسبت کے لیے علت ہو یعنی اکبر کو اصغر کے ثابت کرنے کے لیئے علت ہو بالفاظ دیگر جس میں معلول سے علت پر دلیل لائیں جیسے ھذا محموم و کل محموم متعفن الاخلاط فھذا متعفن الاخلاط اس مثال میں حدِّ اوسط یعنی محموم صرف ذہن میں تعفن الاخلاط کے ثبوت کے لیے علت ہے۔ لیکن خارج میں علت نہیں ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے یعنی خارج میں تعفن الاخلاط علت ہے محموم کے لیے۔

برہان تطبیق: ہم معلول آخری مثلاً" زید فرض کرتے ہیں کہ اس کے اندر معلولیت ہے اور علت نہیں ہے اور اس کی علت بکر ہے اور بکر کی علت عمرو ہے اور عمرو کی علت خالد ہے اسی طرح ماضی کی طرف غیر متناہی سلسلہ چلا جائے گا کہ اوپر والا نیچے والے کے لیے علت ہے دوسرا سلسلہ زید کے باپ مثلاً بکر سے شروع کرتے ہیں کہ بکر کی علت عمرو ہے۔ بعینہٖ یہ سلسلہ بھی غیر متناہی طور پر ماضی کی طرف چلا جائے گا ان میں پہلا سلسلہ زیادہ ہے اور دوسرا چھوٹا ہے اب ہم کہتے ہیں کہ ثانی سلسلہ سے پہلے سلسلہ کے اول، ثانی، ثالث، رابع کے مقابلہ اول، ثانی ثالث نکلتے ہی رہیں گے غیر متناہی طور پر یا کہ نہیں (یہ بھی یاد رہے کہ مقابلہ ذہن میں فرض کریں گے اور کھینچ کر پہلے کے مقابلہ میں نہ لائیں ورنہ دونوں سلسلے برابر ہو جائیں گے اور یہ صحیح نہیں ہے) اگر کہو کہ نکلتے ہی رہیں گے تو پھر لازم آئے گا کہ سلسلہ ناقص زائد کے برابر ہو جائے حالانکہ یہ محال ہے اور اگر کہو کہ پہلے سلسلہ سے ایک عدد نکلتا ہے اس کے مقابلہ میں دوسرے سے نہیں نکلتا تو پھر سلسلہ ثانیہ متناہی ہو جائے گا اور ثانیہ کے متناہی ہونے سے پہلا بھی متناہی ہو جائے گا کیونکہ پہلا سلسلہ ابتدا میں ایک عدد ثانیہ پر زیادہ تھا یعنی متناہی درجہ اور یہ قانون ہے کہ جو متناہی پر زیادہ ہوتا ہے متناہی درجہ تو وہ بھی متناہی ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے پہلا سلسلہ بھی متناہی ہو جائے گا۔ (یہ نہ کہا جائے کہ ماضی کی طرف پہلا سلسلہ ثانیہ سے زیادہ ہو گا اس لیے کہ ادھر تو زیادہ ہونے کا کوئی معنی نہیں جبکہ ادھر تو دونوں غیر متناہی ہیں) اور یہ خلاف مفروض ہے۔ فرض تو کیا تھا دو سلسلے غیر متناہی ہیں اور لازم آیا کہ متناہی ہیں جیسا کہ اس نقشہ میں ہے۔

۵	دونوں سلسلے اخیر کی طرف غیر متناہی ہیں۔	۶
۴		۵
علت خالد ۳		۴ خالدعلت
علت عمرو ۲		۳ عمروعلت
علت بکر ۱		۲ بکرعلت
		۱ زیدمعلول

بطئی الزوال: وہ مفارق ہے جو اپنے معروض سے دیر سے زائل ہو جیسے عشقِ مجازی۔

بعض افرادی: بعض کے مدخول کے افراد پر حکم ہوتا ہے جیسے بعضُ الانسان رجل واحد

بعض مجموعی: بعض کے مدخول کے مجموعہ پر حکم ہوتا ہے جیسے بعضُ الانسان عشرۃ

تنبیہ بعضُ القوم مصدق میں بعض افرادی اور بعض مجموعی دونوں صحیح ہے لہٰذا بعض افرادی اور مجموعی میں بھی نسبت عموم و خصوص من وجہ بحسب التحقق ہے۔

بدیہیات: چھ اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں (۱) اولیات (۲) فطریات (۳) حدسیات (۴) مشاہدات (۵) تجربیات (۶) متواترات (ان کی تعریفات اپنے مقام پر بیان کی گئی ہیں)

فائدہ

وجہ ضبط ان القضایا البدیهیة اما ان یکون تصور طرفیها مع النسبة کافیا فی الحکم والجزم اولا یکون فالاول هو الاولیات کقولنا الکل اعظم من الجزء...الخ (جامع العلوم)

بدیہیات کی چھ اقسام میں وجہ ضبط یہ ہے کہ قضایا بدیہیہ یا تو دونوں طرفوں کا (موضوع محمول) کا تصور نسبت کے ساتھ حکم اور جزم میں کافی ہو گا یا نہ ہو گا اول صورت میں اولیات ہے جیسے الکل اعظم من الجزء دوسری صورت میں حکم اس میں ایسے واسطہ سے ہو گا کہ اطراف کے تصور کے وقت ذھن سے غائب نہ ہو گا یا ایسے نہیں ہو گا اول صورت کا نام فطریات ہے اور اس صورت کو قضایا قیا ساتہا معہا کہتے ہیں جیسے الاربعة زوج اس مثال میں جو شخص اربعہ اور زوج کا تصور کرے گا تو انقسام بمتساویین کا تصور بھی آئے گا تو پھر ذھن میں یہ حاصل ہو گا کہ الاربعة منقسمة بمتساویین و کل منقسم بمتساویین فهو زوج فالاربعة زوج اور ثانی صورت میں وہ واسطہ صرف حس ہو گا یا وہ حس اور عقل سے مرکب ہو گا۔ اول صورت میں مشاہدات ہو گا (آگے حس کی دو صورتیں میں کہ وہ حس حواس ظاہرہ سے ہو گا تو اسے حِسیات کہتے ہیں جیسے الشمسِ مضیئة و النار حارۃ یا حواس باطنہ سے تو اسے وجدانیات کہتے ہیں جیسے ان لنا خوفًا و جوعًا ثانی صورت میں یا تو سمع کا حس ہو گا یا اس کا غیر اول صورت میں متواترات (متواترات جو ایسی جماعت کے خبر دینے سے حاصل ہو کہ اس کا جھوٹ پر اتفاق ممتنع ہو جیسے مکۃ موجودۃ) اگر وہ واسطہ حس اور عقل سے مرکب نہ ہو بلکہ عقل حدس کے واسطہ سے حاکم ہو گی یا کثرت تجربہ کے واسطہ سے اول صورت کو حدسیات کہتے ہیں جیسے نور القمر مستفاد من الشمسِ ثانی کو تجربیات کہتے ہیں جیسے شرب السقمونیا مسهل للصفراء۔

بدیہی اولی: تصور طرفیه کافیا فی الجزم به فبدیهی اولی کالتصدیق بان الکل اعظم من الجزء (جامع العلوم)

ایسی تصدیق بدیہی کا نام ہے کہ جس کے جزم میں طرفین کا تصور ہی کافی ہوا کرتا ہے جیسے الکل اعظم من الجزء

بدیہی غیر اولی: تصور طرفیه لایکون کافیاً فی الجزم به بل یکون محتاجًا الی شئ آخر غیر النظر و الکسب من الحدس والتجربة والاحساس وغیر ذالک

ایسی تصدیق بدیہی کا نام ہے کہ جس کے جزم میں طرفین کا تصور کافی نہ ہو بلکہ نظر اور کسب کے علاوہ کسی اور شئی (حدس' تجربہ احساس وغیرہ) کی طرف محتاج ہو۔

بسیط: مالا جزء له اصلاً کالباری تعالٰی وھو بسیط حقیقی

ایسے مفہوم کا نام ہے کہ جس کی بالکل جزو نہ ہو جیسے باری تعالٰی کہ وہی بسیط حقیقی ہے۔

تحقیق المقال

بسیط کے اور بھی چھ معانی ہیں یہ مقام ان کے بیان کی وسعت نہیں رکھتا طالبِ وضاحت کے لیئے مطولات کا مطالعہ مناسب ہے۔

بسیط: والتفصیل فی القضایا ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔

بسائط: آٹھ قضایا کا نام ہے۔ والتفصیل فی البسائط ان شاء اللّٰہ تعالٰی

باب التّاء

تجربیات: ان قضایا بدیہیہ کا نام ہے جن کا جزم بار بار مشاہدہ سے حاصل ہو جیسے:
کل شریر ذہین و السقمونیا مسہل للصفراء

تخیل: ایسے تصور کو کہتے ہیں جس کا تعلق ان صور سے ہوتا ہے جو خیال میں مخزونہ ہوتی ہیں جیسے ایک آدمی کی صورت خیال میں (جو کہ خزانہ ہے) محفوظ ہو گئی پھر غائب ہونے کے بعد جب سامنے آئے گا تو ہم کہیں گے کہ یہ وہی آدمی ہے جس کو ہم نے پہلے دیکھا تھا۔

تخیل: ایسی نسبت تامہ خبری کے تصور کا نام ہے جس کی طرف نفس نے توجہ نہ کی ہو جیسے بازار سے گزرتے ہوئے لوگوں کی باتیں سننا۔

تشبیہ: ایک شَے کی دوسری شَے سے تشبیہ دینا بمع حرف تشبیہ اور طرفین کے ذکر کرنے کے جیسے زید کالاسد

تصور: وہ ادراک (علم) جو حکم سے خالی ہو جیسے زید کا تصور۔
بالفاظ دیگر ماہیت کا ادراک کرنا اس ماہیت پر نفی یا اثبات والا حکم لگانے کے بغیر۔

تصور: حصول صورۃ الشئی فی العقل یعنی شے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا جیسے خالد

تصور بدیہی: وہ تصور جو بغیر نظر و فکر کے حاصل ہو جیسے حرارت اور برودت (ٹھنڈک) کا تصور۔ اس کو تصور ضروری بھی کہتے ہیں۔

تصور نظری: وہ تصور جو نظر و فکر سے حاصل ہو جیسے جن اور فرشتے کا تصور اس کو تصور کسبی بھی کہتے ہیں۔

تصور بالکنہ: شے کا وہ تصور جو شے کی ذاتیات کے ساتھ حاصل ہو اور ذاتیات کو آلہ اور مرآۃ بنایا گیا ہو۔
بالفاظِ دیگر جو صورت ذہن میں حاصل ہوئی ہے وہ کسی شے کے حصول کا واسطہ ہو اور اس شے سے متحد ہو جیسے ہم انسان کے تصور کے لیے حیوانِ ناطق کی صورت ذہن میں لے جائیں اور حیوانِ ناطق کو انسان کے علم کے لیے آلہ اور واسطہ بنائیں لہٰذا انسان کا یہ تصور جو حیوانِ ناطق کے ذریعہ ہوا ہے یہ تصور بالکنہ ہے۔

تصور بکنہہ: شَے کا وہ تصور جو شے کی ذاتیات کے ساتھ حاصل ہو اور ذاتیات کو آلہ اور مراۃ نہ بنایا گیا ہو۔
بالفاظِ دیگر شَے کی صورتِ حاصلہ شَے متصور کے ساتھ ذاتی طور پر متحد ہو لیکن وہ واسطہ نہ بنتی ہو بلکہ شَے متصور خود مقصود تصور ہو۔
بالفاظِ دیگر معرف (شَے) بنفسہٖ ذہن میں حاصل ہو جائے۔ جیسے ہم انسان کے تصور کے لیے حیوانِ ناطق کی صورت ذہن میں لائیں اور اس حیوانِ ناطق کو انسان کے لیے آلہ اور واسطہ نہ بنائیں بلکہ حیوانِ ناطق کو خود مقصود تصور سمجھا جائے۔

تصور بالوجہ: شَے کا وہ تصور ہے جو شَے کی عرضیات کے ساتھ حاصل ہو اور ان عرضیات کو آلہ اور واسطہ بھی بنایا گیا ہو۔

بالفاظِ دیگر جو صورت ذہن میں جائے اور کسی شے کے حصول کا ذریعہ اور واسطہ ہو' اس کے ساتھ متحد نہ ہو جیسے انسان کے تصور کے لیے ضاحک کی صورت ذہن میں لائیں اور اس ضاحک کو انسان کے حصول کے لیے مرأۃ اور آلہ بھی بنائیں جبکہ یہ تصور ضاحک انسان کے ساتھ متحد بھی نہیں ہے کیونکہ انسان کی ذات تو حیوانِ ناطق ہے۔

تصور بوجہہ: شئے کا وہ تصور جو شئے کی عرضیات کے ساتھ حاصل ہو اور ان عرضیات کو آلہ اور واسطہ نہ بنایا گیا ہو۔

بالفاظِ دیگر جو صورت ذہن میں حاصل ہوئی نہ وہ شے کے لیئے واسطہ بنے اور نہ ہی اس کے ساتھ متحد ہو جیسے انسان کے تصور کے لیے ضاعک کی صورت ذہن میں حاصل کرلیں تو اس صورت میں یہ ضاحک نہ تو واسطہ بنایا گیا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ متحد ہے۔

تصدیق: وہ ادراک (علم) ہے جو حکم (اذعان) سے ملا ہوا ہو جیسے زید عالم اس کو تصور مع الحکم بھی کہتے ہیں۔

تصدیق: نسبت خبریہ کے اعتقاد جازم کا نام ہے۔ جیسے النبی خاتم النبیین

تصدیق بدیہی: ایسی تصدیق ہے جس کے حاصل کرنے میں نظر و فکر کی محتاجی نہ ہو۔ جیسے الکل اعظم من الجزء اور اس کی تصدیق کہ الاثنان نصف الاربعۃ تصدیقِ بدیہی کو تصدیقِ ضروری بھی کہتے ہیں۔

تصدیق نظری: ایسی تصدیق جس کے حاصل کرنے میں نظر و فکر کی ضرورت ہو جیسے العالم حادث کی تصدیق اور الصانع موجود کی تصدیق

فائدہ عظیمہ

تصدیق کے معنی میں حکماء اور امام رازی کا اختلاف:

حکماء اور امام رازی کے نزدیک حقیقتِ تصدیق میں کئی طرح سے فرق ہے۔

(۱) امام رازی کے مذہب پر تصوراتِ ثلاثہ اور حکم کے مجموعہ کا نام تصدیق ہے اور حکماء کے نزدیک تصدیق صرف حکم کا نام ہے اور تصوراتِ ثلاثہ حقیقتِ تصدیق نہیں ہے بلکہ وجودِ تصدیق کے لیے شرط ہیں۔

(۲) امام رازی کے نزدیک تصدیق چار چیزوں (تصوراتِ ثلاثہ اور حکم یعنی اذعان) سے مرکب ہے اور حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے۔

(۳) حکماء کے نزدیک حکم نفس تصدیق ہے اور امام رازی کے نزدیک جزو تصدیق ہے۔

فائدہ جلیلہ

مذہب حکماء حق ہے اہلِ تحقیق نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔

تقابل: ایسی دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں کہ ایک محل میں ایک جہت سے بیک وقت دونوں کا وجود محال ہو جیسے سواد اور بیاض

تقابل تضاد: ایسے تقابل کا نام ہے کہ دو امر وجودی ہوں اور ہر ایک کا تعقل دوسرے کے تعقل پر موقوف نہ ہو جیسے سواد اور بیاض

تقابل تضایف: ایسے تقابل کا نام ہے کہ متقابلین وجودی ہوں اور ہر ایک کا تعقل دوسرے کے تعقل پر موقوف

ہو جیسے ابوۃ اور بنوۃ

تقابل ایجاب و سلب: ایسے تقابل کا نام ہے کہ متقابلین میں سے ایک وجودی ہو اور دوسرا عدمی ہو اور وجودی کے ساتھ عدمی کے محل کا متصف ہونا محال ہو جیسے فرسٌ اور لا فرسٌ

تقابل عدم و ملکہ: ایسے تقابل کا نام ہے کہ متقابلین میں سے ایک وجودی ہو اور دوسرا عدمی اور وجودی کے ساتھ عدمی کا محل متصف ہو سکتا ہو۔ جیسے بصر و عمی اس مثال میں عمی (عدم البصر) جو عدمی ہے یہ بصر (جو وجودی ہے) کا محل بن سکتا ہے۔ ان میں وجودی کو ملکہ اور عدمی کو عدم ملکہ کہتے ہیں۔

توریہ: وہ ہوتا ہے کہ متکلم اپنی کلام سے ظاہر کے خلاف کا ارادہ رکھتا ہے جیسے ایک آدمی میدان حرب میں کہے کہ تمہارا امام مرگیا ہے اور وہ امام سے ارادہ رکھتا ہو متقدمین میں سے کسی ایک امام کا۔ اسی طرح ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں کہ ہجرت کی رات جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ آدمی کون ہے تو انہوں نے فرمایا کہ هذا رجل يهديني السبيل یعنی ایک آدمی ہے جو مجھے راستہ بتا رہا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دین کا راستہ مراد لیا اور پوچھنے والے نے سفر کا راستہ سمجھا۔

تنبیہ: ایسے مرکب کا نام ہے جس سے مخاطب کو کسی اہم بات سے آگاہ کیا جائے۔ جیسے قیامت سے خبردار کرنا۔

تعجب: ایسے مرکب کا نام ہے جس سے کسی شے کی غرابت کا اظہار مقصود ہو۔

بالفاظِ دیگر نفس کا ایسی شے کو قبول کرنا جس کا سبب پوشیدہ ہو جیسے ما احسنه واحسن به

تعریف: وہ لفظ جو کسی شے پر اس لیے محمول ہو کہ اس کے ذریعہ اس شے کا تصور آجائے جیسے حیوانِ ناطق انسان کے لیے۔

تعریف حقیقی: وہ ہے جس کے ذریعہ غیر حاصل صورت کو حاصل کیا جائے جیسے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق کے ساتھ۔

تعریف حقیقی بحسب الحقیقت: ایسی تعریف ہے جس میں معرف کی حقیقت کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ موجود فی الخارج ہے جیسے انسان کی تعریف میں حیوان ناطق تعریف بحسب الحقیقت ہے۔

تعریف حقیقی بحسب الاسم: ایسی تعریف ہے جس کا وجود خارج میں معلوم نہ ہو۔ علاوہ ازیں کہ وہ موجود ہو یا معدوم ہو جیسے عنقاء کی تعریف هو الطائر المخصوصُ الذی عدم وجوده بدعاء نبی من الانبياء یعنی ایک پرندہ ہے جو اس زمانہ کے پیغمبر کی دعا سے معدوم ہوا۔

تعریفِ لفظی: وہ ہوتی ہے جس سے صرف کسی لفظ کے معنی موضع لہٗ کی وضاحت مقصود ہو۔

بالفاظ دیگر جس میں صورت غیر حاصلہ کو حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ایک صورت ذہن میں پہلے سے موجود ہے لیکن ذہن کی توجہ اس سے ہٹ گئی ہے۔ تعریف کے ذریعہ ذہن کو دوبارہ اس کی طرف متوجہ کرنا ہے تعریفِ لفظی کی وضاحت یوں سمجھیں کہ ایک معنی ہم کو معلوم ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ فلاں لفظ بھی اس کے لیے موضوع ہے۔ ایسی حالت میں اس لفظ کے معنی کو بیان کردینا اور اس کی وضاحت کردینا اسی کا نام تعریفِ لفظی ہے کہ آپ شیر کو جانتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ اسی کو غضنفر کہتے ہیں۔ اس صورت میں جب یوں کہا جائے کہ الغضنفر اسد تو اس مثال میں اسد غضنفر کی تعریف لفظی ہے۔

تعقل: ایسے تصور کو کہتے ہیں جس کا تعلق کلیات اور جزئیاتِ مجردہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے انسان کا تصور۔

تقلید مخطی: ایسے جزم کا نام ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے جیسے سادہ اور عام مرزائی کا عقیدہ۔

تقلیدِ مصیب: ایسے جزم کا نام ہے جو واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے۔ جیسے عوام اہلِ سنت کا عقیدہ۔

تکذیب: ایسی نسبتِ تامہ خبریہ کے ادراک کا نام ہے جس کی طرف نفس کے توجہ کرنے کے بعد حالتِ انکاریہ بھی پیدا ہوئی ہو جیسے مومن کے سامنے الصنم الٰہ کہنا۔

تمثیل: ایسی حجت کو کہتے ہیں جس سے کوئی جزئی کا حکم دوسری جزئی کے لیے اس بنا پر ثابت کیا جائے کہ حکم کی علت دونوں جزئیات میں مشترک ہو جیسے الخمر حرام لانہ مسکر والنبیذ ایضاً مسکر سے النبیذ حرام ثابت کیا جائے یعنی اس میں دونوں جزئیات (خمر۔ نبیذ) میں علت (سکر) مشترک ہے۔ لہٰذا ہم نبیذ پر حرام کا حکم لگائیں گے۔

بالفاظِ دیگر استدلال بجزئی علی جزئی لامر مشترک یعنی ایک جزئی سے دوسری جزئی پر کسی مشترک علت کی بنا پر استدلال کرنے کا نام تمثیل ہے جیسے کتاب "حمد اللّٰہ" کے حاشیہ میں مثال دی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:

کہ عالم مؤلف یعنی مرکب ہے جیسے بیت یعنی گھر حادث ہے کیونکہ وہ مرکب ہے تو یہ علت عالم میں بھی موجود ہے تو عالم بھی حادث ہوگا۔

تناقض: دو قضیوں کا ایجاب و سلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ ہر ایک کا صدق لذاتہٖ دوسرے کے کذب کو اور ہر ایک کا کذب لذاتہٖ دوسرے کے صدق کو مستلزم ہو جیسے کل انسان حیوان اور بعضُ الانسان لیسَ بحیوان ان دونوں میں تناقض ہے۔

تنبیہ

تناقضِ کے تحقق کے لیے آٹھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو اس شعر میں جمع ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول و مکاں

وحدت شرط و اضافت جزو و کل
قوت و فعل ست در آخر زماں

تصدیق: ھو اذعان تصدیق اذعان ہے اور اذعان کا معنی گرویدن ہے اور گرویدن تصدیقِ لغوی ہے۔

فائدہ

میرزاہد فرماتے ہیں کہ تصدیقِ منطقی تصدیقِ لغوی کا عین ہے۔ اب قابلِ بیان یہ امر ہے کہ تصدیق کے چونکہ تین معانی ہیں کیا تصدیقِ منطقی تصدیقِ لغوی کے تین معانی کا عین ہے یا کسی ایک معنی کا عین ہے؟ پہلے میرزاہد تین معانی بیان فرمائیں گے۔

معنیٰ اول: تصدیق مشتق ہے صدق سے وہ صدق جو قضیہ کی وصف ہے وہ وصف قضیہ کی یہ ہے کہ اذعان ان القضیة صادقة

معنیٰ ثانی: تصدیق بان المحمول ثابت للموضوع مثلاً یعنی تصدیق اس کی کہ محمول ثابت ہے موضوع کے لیے اور فارسی میں اس کو تعبیر کرتے ہیں گرویدن "باور کردن" سے یہی معنی تصدیقِ لغوی کا تصدیقِ منطقی اور تصدیقِ شرعی کے عین ہے۔

معنیٰ ثالث: تصدیق بان القائل صادق او تصدیق بان المخبر عن کلام مطابق للواقع یعنی تصدیق ایسے قائل کی کرنا جو صادق ہو یا تصدیق کرنا ایسے مخبر کی جو ایسی کلام سے خبر دے رہا ہے کہ وہ واقع کے مطابق ہے۔ فارسی میں اس کو تعبیر کرتے ہیں راست گوئی دانستن اور حق گوئی دانستن یعنی کسی کو سچ کہنے والا جاننا اور حق گو جاننا۔

اقول: راقم الحروف بحوالہ میرزاہد یہ تین معانی تصدیق کے نقل کرنے کے بعد اس مسئلہ کی توضیح کرنا چاہتا ہے کہ تصدیقِ لغوی اس دوسرے معنی کے لحاظ سے تصدیقِ شرعی اور لغوی سے متحد ہے۔ اور یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ ایمان عبارت ہے تصدیقِ لغوی سے اور تصدیقِ لغوی تصدیقِ منطقی سے متحد ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان عبارت ہے تصدیقِ منطقی سے۔ منطق کی افادیت آشکار اور واضح ہو گئی کہ بغیر منطق کے ایمان کی حقیقت تک رسائی مشکل ہے اس سے ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ منطق پڑھنا کیسا ہے اور منکرینِ افادیت اگر ادنی تامل بھی کرلیں تو امید ہے کہ اپنے مدعی سے رجوع کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے آمین۔ (العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ)

توھم: ایسے تصور کو کہتے ہیں جس کا تعلق ان معانی جزئیہ کے ساتھ ہوتا ہے جو متعلق بالمحسوسات ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر ایسے معنی جزئی کے ادراک کا نام ہے جس کا تعلق محسوسات سے ہوا کرتا ہے جیسے بکری کا بھیڑیئے سے معنی عداوت کا ادراک کرنا۔

تالی: قضیہ شرطیہ کی دوسری جزو کا نام ہے۔ جیسے ان کانت الشمسُ طالعة فالنهار موجود میں فالنهار موجود ہے۔

تشکیک بالاولویہ: افراد کے اولویت اور عدمِ اولویت میں مختلف ہونے کا نام ہے اس مقام پر اولویت کا معنی یہ ہے کہ کلی کا صدق بعض افراد پر بعض دیگر افراد کی نسبتِ اولیٰ ہو جیسے وجود کہ واجبِ تعالیٰ کا "وجود" اولیٰ ہے کیونکہ یہ اتم ہے یعنی مسبوق بالعدم نہیں ہے اور اثبت ہے یعنی زوال پذیر نہیں ہے اور قوی ہے یعنی عین ذات ہونے کی وجہ سے اس کے انفکاک کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

بعبارةٍ اخریٰ والا ولوية بان یکون اتصافه به باقتضاء من ذاته (قاضی) بعض افراد کے ساتھ کلی کا متصف ہونا باعتبارِ ذات کے اور بعض دوسروں پر باعتبار غیر کے قوله باقتضاء من ذاته آه ای یکون ثبوت الکلی لبعضِ الافراد باستدعاء من ذاته بان تقضیه بنفسِ ذاته وللبعض الاخر بالنظر الی غیره کالضوءِ فان ثبوته للشمسِ

بالنظر الی ذاتہ والارض بالنظر الی الغیر قاضی کے حاشیہ میں اولویہ کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے کہ کلی کا ثبوت بعض افراد کے لیئے باعتبارِ ذات کے اور بعض دوسرے افراد کے لیئے باعتبارِ غیر کے جیسے روشنی اس کا ثبوت شمس کے لیئے باعتبارِ ذات کے اور زمین کے لیئے باعتبارِ غیر کے یعنی سورج کی وجہ سے ۔

تشکیک بالاولیہ: کلی کا ثبوت بعض افراد کے لیئے یا کلی کا صدق بعض افراد پر دوسرے بعض افراد پر یا دوسرے بعض افراد کے لیئے علت ہو جیسے وجود ایک کلی ہے اس کا فرد واجب بھی ہے اور ممکن بھی لیکن وجود واجب علت ہے وجود ممکن کے لیئے۔

عبارۃ اخریٰ. بان یکون اتصاف بعض ہذا الکلی بہ علۃ لا تصاف البعض الاخر منہ بذالک اس عبارت کی توضیح کے لیئے حاشیہ قاضی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ علۃ الخ ای یکون اتصاف بعضُ الافراد بالکلی علۃ لا تصاف البعض الآخر بہ کما فی الوجود اذصدق الوجود علی الواجب علۃ لصدق الوجود علی الممکن

متصف ہونا بعض افراد کا کلی کے ساتھ بعض دوسرے افراد کے متصف ہونے کے لیئے علت ہو جیسے وجود کہ اس کا واجب پر صادق آنا علت ہے ممکن پر صادق آنے کے لیئے۔ فافہم

تشکیک بالتقدم والتاخر: ایسی کلی کا نام ہے کہ اس کے معنیٰ کا حصول بعض افراد میں اقدم ہو بعض دیگر افراد میں حاصل ہونے سے جیسے وجود کہ اس کا حصول واجب میں ممکن میں حاصل ہونے سے پہلے ہے کیونکہ واجب تعالیٰ کا وجود ممکنات کے لیئے علت ہونے کی وجہ سے مقدم ہے اور ممکنات کا وجود معلول ہونے کی وجہ سے مؤخر ہے۔

تشکیک بالشدت والضعف: ایسی کلی کا نام ہے کہ اس کے معنیٰ کا حصول بعض افراد میں اشد ہو بعض دیگر افراد میں حاصل ہونے سے جیسے یہی وجود کہ یہ واجب تعالیٰ میں ممکن کے لحاظ سے اشد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اشیاء کا صدور چونکہ اسی سے ہے لہٰذا وجود واجبِ تعالیٰ میں اشد ہے ممکنات کے وجود سے! اور یہی وجود ممکنات میں اضعف ہے واجبِ تعالیٰ کے اعتبار سے۔

تمام مشترک: استاذی المکرم بحر العلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب اپنی کتاب "بدایۃُ المنطق" میں تمام مشترک کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ جن دو حقیقتوں میں صرف ایک جزو مشترک ہے تو وہ جزو ان دو حقیقتوں کا تمام مشترک ہے۔ مثلاً روح اور حجر دو حقیقتیں ہیں اور صرف جوہر ہی ایسا جزء ہے جو ان دونوں حقیقتوں میں تمام مشترک ہے لہٰذا روح اور حجر کے درمیان جوہر تمام مشترک ہے۔

بالفاظِ دیگر جن دو حقیقتوں میں چند اجزاء مشترک ہیں لیکن ان میں ایک جزو ایسا بھی ہے جو باقی ہر جزو مشترک کا مجموعہ ہے تو وہ جزو ان دونوں حقیقتوں کا تمام مشترک ہے مثلاً انسان اور فرس دو حقیقتیں ہیں اور ان کے درمیان جوہر، جسم نامی، حساس، متحرک، بالارادہ، حیوان کے اجزائے مشترکہ ہیں لیکن ان سب میں حیوان ایسا جزو ہے جو باقی ہر جزو مشترک کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا انسان اور فرس میں حیوان تمام مشترک ہے۔

خلاصۂ تعریف تمام مشترک

تمام جزو مشترک سے مراد وہ جزو مشترک ہے کہ اس کے علاوہ دونوں کے درمیان کوئی دوسرا ایسا جزو مشترک نہ ہو جو اس جزو مشترک سے خارج ہو بلکہ اکیلا وہی جزو مشترک ہو اور اگر کوئی دوسرا جزو مشترک ہو بھی تو وہ اسی جزو مشترک کا جزو ہو جیسے حیوان کہ یہ انسان اور فرس کے درمیان تمام جزو مشترک ہے اور دوسرا کوئی جزو ان کے درمیان مشترک نہیں اگر کوئی ہے بھی تو وہ حیوان ہی کا جزو ہے مثلاً" جوہر' جسم' نامی' حساس' متحرک بالارادہ کہ ان میں سے ہر ایک اگرچہ انسان اور فرس کے درمیان مشترک ہے مگر تمام مشترک نہیں بلکہ حیوان کا جزو ہیں تو تمام جزو مشترک حیوان ہی ہوا۔

ترتیب: لغوی معنی یہ ہے کہ ہر شے کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اصطلاح میں اشیاء متعددہ کو اس طرح ضم کرنا کہ ان کو ایک کہا جا سکے اور ان میں سے بعض کی نسبت آخر کی طرف تقدم و تاخر کے ساتھ ہو جیسے حیوان ناطق اور عالم متغیر کل متغیر حادث میں ترتیب ہے۔

تشخص: ایک ایسا معنی ہے جس کی وجہ سے شے غیر سے اس طرح ممتاز ہو جائے کہ دوسری شے اس کے مشارک نہ ہو سکے جیسے زید کے تشخص اسے ممتاز کر دیتے ہیں۔

تقسیم: ضم قیود متخالفة بحیث یحصل کل واحد منهم قسم یعنی قیودِ متخالفہ کا اس طرح ملنا کہ ہر ایک قید سے ایک قسم حاصل ہو جائے۔ جیسے کلمہ کے ساتھ مختلف قیود ملانے سے ایک قسم علیحدہ حاصل ہوتی جائے گی۔ جیسے کلمہ کی تقسیم۔

تقدمِ ذاتی: ان دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں کہ جن میں سے ایک اپنے وجود میں دوسری کا محتاج ہو جیسے نماز پر طہارت کو اور قلم کی حرکت پر ہاتھ کی حرکت کو تقدمِ ذاتی کہتے ہیں۔

بالفاظِ دیگر ایسے تقدم کا نام ہے جس میں مقدم مؤخر کے لیے محتاج الیہ ہونے کے ساتھ ساتھ علتِ تامہ بھی ہو اسی کو تقدم بالعلۃ بھی کہتے ہیں۔

تقدمِ زمانی: ان دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک سابق دوسری لاحق ہو اور سابق لاحق کے ساتھ جمع نہ ہو سکے جیسے آج پر ایامِ ماضیہ کا تقدم۔ ابو جہل پر نمرود اور فرعون کا تقدم زمانی ہے۔

بالفاظِ دیگر ایسے تقدم کا نام ہے جس میں مقدم ایک زمانہ میں ہو اور مؤخر بعد کے زمانہ میں ہو۔

تقدمِ شرفی: ان دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں جن میں ایک کو دوسری پر فضیلت حاصل ہو جیسے جاہل پر عالم کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقدم شرفی ہے۔

بالفاظِ دیگر ایسے تقدم کا نام ہے جس میں مقدم مؤخر سے اشرف ہوا کرتا ہے۔

تقدمِ رتبی: ان دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں کہ جن میں ایک کو دوسری کی بہ نسبت کسی مخصوص چیز سے زیادہ قرب حاصل ہو جیسے صفِ اول کو صفِ ثانی پر۔ مقدمہ کو مسائل پر تقدمِ رتبی ہے تقدمِ رتبی کو تقدمِ وضعی بھی کہتے ہیں اس کی ایک قسم تقدمِ ذکری ہے۔

بالفاظ دیگر ایسے تقدم کا نام ہے جس میں مقدم مؤخر سے رتبہ میں مقدم ہو۔

تقدمِ طبعی: اس تقدم ذاتی کو کہتے ہیں کہ متقدم کے وجود سے متاخر کا وجود لازم نہ ہو جیسے دو پر ایک کو تقدم طبعی ہے۔

بالفاظِ دیگر ایسے تقدم کا نام ہے جس میں مقدم مؤخر کے لیے محتاج الیہ ہو اور مقدم مؤخر کے لیے علت نہ ہو۔

تسلسل: امورِ غیر متناہیہ مترتبہ کا بالفعل جمع ہونے کا نام ہے جیسے ہند سے ایک دو تین غیر متناہی ہیں۔ بعبارۃ اخریٰ ترتب امور غیر متناھیۃ مجتمعۃ فی الوجود

تنافی فی الصدق والکذب: دو نسبتوں میں سے کسی ایک کا صدق اور دوسری کا کذب لازم ہونے کا نام ہے اسی کو منافاۃ فی الصدق والکذب بھی کہتے ہیں جیسے العدد زوج او فرد تو اس میں اگر ایک عدد پر زوج ہونا سچا آتا ہے تو پھر اس عدد کا فرد ہونا جھوٹا ہوگا اسی طرح برعکس میں۔

تنافی فی الصدق: ایک ساتھ دو نسبتوں کا صدق ممکن نہ ہونا ہے اسی کو منافاۃ فی الصدق بھی کہتے ہیں جیسے ھٰذا الجسم انسان او فرس تو اس مثال میں ایک شے کا انسان اور فرس ہونا ممکن نہیں ہے۔

تنافی فی الکذب: ایک ساتھ دو نسبتوں کا کذب ممکن نہ ہونا اسی کو منافاۃ فی الکذب بھی کہتے ہیں جیسے ھٰذا الجسم لا انسان او لا فرس تو یہاں کذب میں منافاۃ اس طرح ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جسم نہ تو لا انسان ہو اور نہ لا فرس ہو جب ایک جسم لا انسان نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ انسان ہے اسی طرح اگر وہی جسم لا فرس نہ ہو تو پھر فرس ہوگا اور لازم آئے گا کہ ایک جسم فرس بھی اور انسان بھی ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔

فتدبر

ترادف: تکثر اللفظ مع اتحاد المعنی (سلم العلوم) یعنی الفاظ زیادہ ہوں اور معنی تمام کا ایک ہو مثلاً لیث اور اسد ترادف کو مرادفہ بھی کہتے ہیں۔

تقریب: سوق الدلیل علی وجہ یستلزم المطلوب (جامع العلوم) دلیل کو اس طریقہ پر چلانا کہ وہ دلیل مطلوب کو مستلزم ہو یعنی دلیل کا انداز بیان اسطرح ہو کہ اس دلیل سے لازماً مطلوب اور نتیجہ حاصل ہو جائے۔

تفکر: تصرف القلب فی معانی الاشیاء لدرک المطلوب (جامع العلوم) دل کا اشیاء کے معانی کی طرف پھرنا تاکہ مطلوب حاصل ہو جائے۔

تفہیم: ایصال المعنیٰ الیٰ فھم السامع بواسطۃ اللفظ (جامع العلوم)
لفظ کے واسطہ سے سامع کے سمجھنے کی طرف معنی کا پہنچانا۔

تدبر: النظر فی عواقب الامور (جامع العلوم) باتوں کے انجام میں نظر و فکر کرنا۔

تباین: التباعد والافتراق ومنہ قولھم الکلیان ان تفارقا کلیا من الجانبین فمتبائنان والنسبۃ بینھما التباین (جامع العلوم)

تباین کا معنی بعد اور جدا ہونا ہے اور مناطقہ کا قول بھی اسی معنی کی ترجمانی کرتا ہے کہ اگر دو کلیوں میں کلی طور پر جانبین سے تفارق اور جدائی ہوگی تو دونوں متبائن ہیں اور ان دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے

تشخص: التعین والجزئی اذا لم یکن لہ ماھیۃ کلیۃ یتعین بنفسہٖ کالواجب تعالیٰ وان کانت فیکون متعیناً بمشخصاتہ الزائدۃ علی الطبعیۃ الکلیۃ کالوضع والاین۔ (جامع العلوم)

تشخص کسی شئے کے تعین کا نام ہے اور جزئی کے لیئے جب ماہیت کلیہ نہ ہو تو وہ خود بخود متعین ہوگی اور اگر اس جزئی کے لیئے ماہیت کلیہ ہو تو پھر اس کا تعین ان مشخصات کے ساتھ ہوگا جو اس کی طبیعت کلیہ پر زائد ہوں جیسے وضع اور این

تساوی: اس کی تعریف نسبتِ تساوی میں ملاحظہ فرمائیں۔

تصور الملزوم یستلزم تصور الازم: لازم بین بالمعنی الاخص میں ملاحظہ فرمائیں

تعریف: جعل الشئی محمولاً علی آخر لافادۃ تصورہ بالکنہ او بالوجھہ (جامع العلوم) ایک شئے کو دوسری شئے پر اس لیئے محمول کرنا کہ دوسری شئے کے تصور بالکنہ یا بالوجہہ کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

باب الثّاء

ثبوت الشئی للشئی ضروری و سلبه عنه ممتنع: اس اصطلاح کی تعریف یہ ہے کہ جب جاعل حقیقی نے کسی شئے کو موجود کردیا جیسے الجنۃ موجود تو اس صورت میں محمول (موجود) کا ثبوت موضوع (الجنۃ) کے لیئے ضروری ہوا کرتا ہے اور اس محمول کی سلب اس موضوع سے ممتنع ہوگی۔

ثبوت الشئی للشئی فرع لثبوت المثبت له: مفہوم اصطلاح واضح ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیئے یہ فرع ہوا کرتی ہے کہ پہلے مثبت له (موضوع) ثابت ہو کیونکہ محمول کا ثبوت قبل از موضوع کے موجود ہونے کے نہیں ہوا کرتا۔ جیسے زید قائم تو اس میں قیام کا ثبوت زید کے لیئے اس وقت ہوگا کہ جب زید موجود ہوگا۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

مُسَلَّمُ الثُّبُوْتِ

مصنّفہ

امام العلوم العقلیہ العلّامہ مولانا محبّ اللہ البہاری رحمۃ اللہ علیہ

شرح

شیخ الحدیث علّامہ غلام رسول رضوی

ناشر

صاحبزادہ محمّد حبیب الرّحمٰن

باب الجیم

جزم: ایسی نسبت تامہ خبریہ کا نام ہے جس میں عقل جانب راجح کی مقابل جانب مرجوح کو جائز نہیں رکھتی تو جانب راج کے ادراک کا نام جزم ہے۔ جیسے ہمیں قیامت آنے کا جزم ہے۔

جزئی: ایسا مفہوم ہے جس کا نفس تصور اس مفہوم کو کثیرین پر صادق آنے سے منع کرے جیسے زید۔

جزئی حقیقی: اس کی تعریف ابھی اوپر گزری ہے۔

جزئی اضافی: ہر ایسا مفہوم جو دوسرے مفہوم سے اخص اور اس کے نیچے داخل ہو پہلا مفہوم دوسرے مفہوم کا جزئی اضافی ہوگا جیسے انسان حیوان کے لیے جزئی اضافی ہے۔ اگرچہ فی نفسہ نوع ہے۔

فائدہ

جزئی اضافی، جزئی حقیقی، نوع اضافی اور نوع حقیقی میں فرق

جزئی حقیقی اور نوع حقیقی: جزئی حقیقی کبھی کلی نہیں ہو سکتی اور نوع حقیقی ہمیشہ کلی ہوتی ہے۔

جزئی حقیقی و جزئی اضافی: جزئی حقیقی کبھی کلی نہیں ہوتی اور جزئی اضافی کبھی کلی بھی ہو سکتی ہے۔

جزئی حقیقی و نوع اضافی: جزئی حقیقی کبھی کلی نہیں ہو سکتی اور نوع اضافی ہمیشہ کلی ہوگی۔

جزئی اضافی و نوع حقیقی: جزئی اضافی کبھی جنس اور کبھی جزئی حقیقی بھی ہوگی اور نوع حقیقی کبھی جنس نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کبھی جزئی حقیقی ہو سکتی ہے۔

جزئی اضافی اور نوع اضافی: جزئی اضافی کبھی جزئی حقیقی بھی ہوگی اور نوع اضافی ہمیشہ کلی ہوگی۔

نوعِ حقیقی اور نوعِ اضافی: نوعِ حقیقی کبھی جنس نہیں ہو سکتی اور نوعِ اضافی کبھی جنس ہوگی (بدایۃ المنطق)

جسم: ایسا جوہر ہے جو ابعادِ ثلاثہ (طول و عرض و عمق) کا قابل ہو۔

بصورتِ دیگر ایسا جوہر ہے جو ھیولی اور صورت سے مرکب ہو۔ مثلاً درخت۔

جسم نامی: جو جسم بڑھنے والا ہو جیسے درخت۔

جسم غیر نامی: جو جسم بڑھنے والا نہ ہو جیسے لوہا۔

جنس: وہ کلی ہے جو ان کثیر اشیاء پر جن کی حقیقتیں مختلف ہوں ماھو کے جواب میں بولی جائے جیسے حیوان کیونکہ جب انسان و فرس و غنم سے ماھم کے ساتھ سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان ہی آئے گا۔

جنسِ قریب: کسی ماہیت کی جنس قریب وہ جنس ہے کہ یکے بعد دیگرے جس کے ہر فرد کے ساتھ اس ماہیت کو ملا کر بذریعہ ماھما سوال کرنے پر جواب میں ہمیشہ وہی جنس واقع ہو جیسے شجر کے لیے جسم نامی اور حجر کے لیے جسم مطلق جنسِ قریب ہے اور انسان کے لیے جنسِ قریب حیوان ہے۔

جنس بعید: کسی کی جنس بعید وہ جنس ہوتی ہے کہ ایک معین ماہیت کے ساتھ جو ماہیتیں جنس میں شریک ہیں جب اس ماہیت متعینہ کے ساتھ بعض ماہیتوں کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کریں تو جواب میں وہ جنس آئے لیکن اگر اس ماہیت متعینہ کے ساتھ بعض دوسری ماہیات کو ملا کر ماھو کے ساتھ سوال کریں تو جواب میں وہی جنس واقع نہ ہو بلکہ کوئی اور جنس واقع ہو جیسے جسم نامی انسان کے لیے کیونکہ انسان کے ساتھ شجر ملا کر ماھو کے ساتھ سوال کریں اور کہیں الانسان و الشجر ماھما تو جواب جسم نامی آئے گا لیکن انسان کے ساتھ بعض دوسری ماہیات (جو انسان کے ساتھ جنس میں شریک ہیں) ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی نہیں آئے گا بلکہ حیوان آئے گا جیسے الانسان والفرس ماھما تو جواب میں حیوان آتا ہے لہٰذا انسان کے لیے جسم نامی جنس بعید کہلائے گا۔

بالفاظ دیگر۔ کسی ماہیت کی جنس بعید وہ جنس ہے کہ یکے بعد دیگرے جس کے ہر فرد کے ساتھ اسی ماہیت کو ملا کر بذریعہ ماھو سوال کرنے پر جواب میں کبھی وہ جنس واقع ہو اور کبھی دوسری جنس جیسے شجر کے لیے جسم مطلق اور حجر کے لیے جوہر جنس بعید کہلاتے ہیں۔

جنس الاجناس: ایسی جنس کا نام ہے جس کے نیچے تو کوئی جنس موجود ہو لیکن اوپر کوئی جنس موجود نہ ہو جیسے جوہر۔ اس کو جنس عالی بھی کہتے ہیں۔

جنس سافل: ایسی جنس ہے کہ اس کے اوپر تو کوئی جنس ہو مگر نیچے کوئی جنس نہ ہو جیسے حیوان۔

جنس متوسط: ایسی جنس ہے کہ اس کے اوپر بھی جنس ہو اور نیچے بھی جنس ہو جیسے جسم نامی۔

جنس مفرد: ایسی جنس کا نام ہے جس کے اوپر جنس ہو اور نہ ہی نیچے جنس ہو جیسے عقل۔

جوھر: ایسا ممکن ہے کہ جس کا وجود خارجی کسی موضوع یعنی کسی محل کا محتاج نہ ہو بلکہ وہ قائم بنفسہٖ ہو جیسے شجر و حجر وغیرہ۔

جہل مرکب: ایسے جزم کا نام ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو اور تشکیک مشکک (شک ڈالنے والے کے شک سے) زائل نہ ہو جیسے مرزائی عالم کا عقیدہ وغیرہ۔

جہت: متکلم جس لفظ سے قضیہ کی نسبت کی کیفیت (یعنی جو لفظ واجب یا ممکن یا ممتنع پر دلالت کرے) بیان کرتا ہے اس لفظ کو جہت کہتے ہیں۔ جیسے کل حیوان بالضرورۃ جو بالضروہ اس قضیہ میں ہے یہ جہت قضیہ ملفوظہ میں ہے اور قضیہ معقولہ میں جہت یہ ہے کہ عقل حکم کرے کہ نسبت متصف ہے کسی کیفیت کے ساتھ اسے جہت کہتے ہیں۔

فائدہ

قضیہ میں جہت اور مادہ دونوں موافق ہوں تو قضیہ صادقہ ہے جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ اور اگر موافق نہ ہوں تو قضیہ کاذبہ ہوگا جیسے کل انسان کاتب بالدوام اگر قضیہ میں جہت مذکور ہو تو اسے قضیہ موجہہ اور رباعیہ (کیونکہ یہ موضوع۔ محمول۔ رابطہ اور جہت پر مشتمل ہے) کہا جاتا ہے اور اگر جہت مذکور نہ ہو تو اسے مطلقہ کہا جاتا ہے۔

جن: جسم ناری یتشکل باشکال مختلفۃ حتی الکلب والخنزیر ویذکر ویؤنث یعنی جن ایسے جسم ناری کا نام ہے جو مختلف شکلوں میں متشکل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ خنزیر اور کتا اور وہ مذکر بھی ہوتا ہے اور مؤنث بھی ہوتا ہے۔

جہل بسیط: ھو عدم العلم عما من شانہ ان یکون عالماً یعنی جس کی شان سے عالم ہونا ہو اس سے علم کا نہ ہونا جیسے عام لوگ جو علم حاصل نہیں کرتے۔

جعل بسیط: ایسے جعل کا نام ہے جو صرف ایک مفعول (ماہیت کی طرف) کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے جعل الکلیات والجزئیات اس کو جعل بسیط اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے مفعول میں بساطت اور وحدت ہے۔

جعل مرکب: ایسے جعل کا نام ہے جو دو مفعولوں کی طرف (ایک تو ماہیت اور دوسرا لفظ موجود) متعدی ہوتا ہے اس جعل کو مرکب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ترکیب اور اثنینیت ہوتی ہے جیسے جعلت الطین کوزاً

جدل: قیاس مؤلف من قضایا مشہورۃ او مسلمۃ لانتاج قول آخر۔
ایک ایسا قیاس ہے جو مرکب ہو ایک دوسرے قول کا نتیجہ دینے کے لیئے ایسے قضایا سے جو مشہورہ ہوں یا مسلمہ ہوں۔

تعارف فضلاء بندیال شریف

قدرت نے بندیال شریف کی دھرتی میں اپنے ایک خاص بندہ استاذ الاساتذہ، فقیہ العصر حضرت علامہ یار محمد بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتظام فرمایا جسکے قدوم میمنت سے سرزمین بندیال شریف کے سنگریزے متبرک ہو گئے۔ انہی کے علمی، فقہی اور روحانی جوہر استعداد نے غیر محصور افراد سافلہ کو بحر مبادی سے فیضیاب کر کے نتائج علم کے ساحل پر فائز کیا اور محاسن اسلاف کے شاہراہوں کو مصباح قلم وکلام سے ضیاء درخشی لہذا اقبال کے اقوال کی معراج ایسے فقہاء اور زعماء کے تذکار سے ہوا کرتی ہے جنکا منتہی الانظار والافکار دین متین کی ترویج واشاعت ہوا کرتی ہے۔ حکیم مطلق کی حکمت بلیغہ کا مقتضی یہی تھا کہ اس بندہ خاص کے علمی، فقہی، ادبی اور روحانی سلسلۂ فیض کو جاری رکھا جائے لہذا اسی گلشن رشد وہدایت کی حفاظت فرمانے کیلیئے بندیال شریف میں علماء الملت والدین امام المنقول والمعقول حضرت سیدنا قبلہ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، آفتاب الفقہاء، بدر العلماء حضرت سیدنا قبلہ علامہ عبدالحق بندیالوی چشتی گولڑوی مدظلہ العالی جیسے خاص بندوں کا انتظام فرمایا اور انہی آسمان ایقان، اتقان، تکلان اور میزان کے شموس بازغہ اوان ملاحظہ المتحول لتحصیل المجہول کے خلوت نشینوں کی شب درونہ کی محنتوں سے عالم اسلام کی عظیم درسگاہ مادر علمی جامعہ مظہریہ امدادیہ کے فضلاء اندرون وبیرون ملک ہر سو علمی، دینی اور تدریسی خدمات میں پیش پیش نظر آتے ہیں یہ امر متیقن اور مسلم ہے کہ اشخاص اپنی قابلیت میں اسناد کے محتاج ہوا کرتے ہیں مگر فضلاء جامعہ بندیال شریف اگر اسناد انکی محتاج ہیں اسی طرح اقوام راقیہ اور ملل ناجحیہ کی شناخت ان کے تعارف پر موقوف ہوا کرتی ہے مگر فضلاء بندیال شریف کہ تعارف ان کا محتاج ہے لہذا ان فضلاء کا تعارف کروانا اگرچہ آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے مگر ہم جامعہ بندیال شریف کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے محقق ابن محقق، مناظر اسلام، سرمایہ اہل سنت پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی مدظلہ العالی کے حکم سے ان کے تعارف کیلئے ایک رسالہ "تعارف فضلاء بندیال" سے معنون کرتے ہوئے تحریر کر رہے ہیں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ

فقیر غلام محمد عفا اللہ عنہ

ادارہ
تحقیقات عطاء
لاہور

حافظہ: ایسی قوت کا نام ہے جس کا محل دماغ کا بطن آخر ہے اور وہم جن معانی کا ادراک کرتا ہے یہ قوت اس کی حفاظت کرتی ہے گویا یہ قوتِ وھم کا خزانہ ہے۔

حس مشترک: ایسی قوت کا نام ہے جو دماغ کے بطن اول کے مقدم (اگلے حصے) میں رکھی ہوئی ہے اس میں حواس ظاہرہ کے ذریعہ محسوسات کی صورتیں جمع ہوتی ہیں پھر نفس ان صور کا مطالعہ کرتا ہے۔ حافظہ اور حس مشترک کی ترتیب نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ دماغ

بطن اول — حس مشترک | خیال

بطن اوسط — وہم

بطن آخر — حافظہ
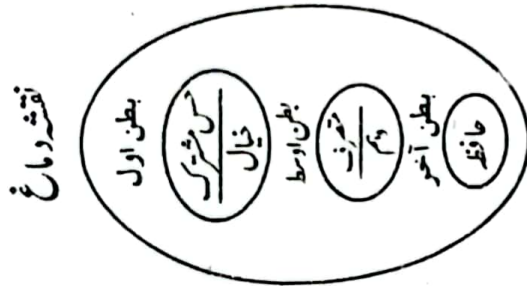
حق الیقین: ایسے یقین کا نام ہے جس کے حصول میں تجربہ کو دخل ہو جیسے ہوائی جہاز کا پائلٹ کیونکہ جہاز چلانے میں اس کا تجربہ ہے اور جیسے حضور علیہ السلام نے جنت دیکھ لی ہے۔

حقیقت: اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے اس کا پورا معنی موضوع مراد لیا گیا ہو جیسے انسان سے مراد حیوانِ ناطق لیا گیا ہو۔

حجۃ: ایسے امور کا نام ہے جن سے تصدیق حاصل ہو جائے جیسے العالم متغیر کل متغیر حادث یہ امور واسطہ بنتے ہیں عالم حادث کی تصدیق کے لیئے جبکہ اسے حجت کہتے ہیں۔

بالفاظ دیگر: وہ تصدیقات مرتبہ ہیں کہ جن سے نامعلوم تصدیق حاصل ہو جائے

حقیقۃ الشئی: مابہ الشئی ھو ھو یعنی جس کی وجہ سے شے ثابت ہو جاتی ہے اور شے کا وجود آجاتا ہے۔ جیسے انسان کی حقیقت حیوانِ ناطق ہے۔

حد اوسط: ایسی جزو کا نام ہے جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں تکرار سے واقع ہو جیسے العالم ممکن کل ممکن حادث تو اس میں لفظ ممکن حد اوسط ہے۔

حکم: اسناد امر الی امر آخر ایجاباً او سلباً یعنی ایک امر کی نسبت کسی دوسرے امر کی طرف کرنا خواہ ایجاباً ہو یا سلباً جیسے زید قائم میں قیام کی نسبت زید کی طرف کی گئی ہے۔

فائدہ

حکم کے چار معانی ہیں (۱) اذعان (۲) نسبت تامہ خبریہ (۳) محکوم بہ (۴) قضیہ۔ ان کی تفسیر مطولات میں ملاحظہ فرمائیں۔

حمل الکلی علی الکلی: ایسے حمل کا نام ہے جس میں کلی کا حمل کلی پر ہوا کرتا ہے۔

جیسے الانسان حیوان

حمل الکلی علی الجزئی: ایسے حمل کا نام ہے جس میں کلی کا حمل جزئی پر ہوا کرتا ہے۔
جیسے زید انسان
حمل الجزئی علی الجزئی: ایسے حمل کا نام ہے جس میں جُزئی کا حمل جزئی پر ہوا کرتا ہے۔
جیسے ھذا کاتب
حمل الجزئی علی الکلی: ایسے حمل کا نام ہے جس میں جزئی کا حمل کلی پر ہوا کرتا ہے۔
جیسے بعضُ الانسان زید
حدِ تام: ایسی حد کا نام ہے جو شے کی جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو۔ مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی جائے۔
حدِ ناقص: ایسی حد کا نام ہے جو صرف فصل قریب یا فصل قریب اور جنس بعید سے مرکب ہو۔ مثلاً انسان کی تعریف ناطق یا جسم ناطق سے کی جائے۔
حقائق موجودہ: ایسے موجودات کا نام ہے جن میں غیر اللہ کو دخل نہ ہو عام ازیں اللہ کو دخل ہو یا اللہ کو بھی دخل نہ ہو جیسے زمین آسمان وغیرہ اور دوسری مثال اللہ کی ذات میں اللہ کو بھی دخل نہیں ہے۔ فتدبر

فائدہ

وجہ تسمیہ اقسامِ اربعہ

حدِ تام: حد اس لیے کہتے ہیں کہ حد کا لغوی معنی منع ہے اور یہ ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اغیار کے داخل ہونے سے مانع ہوتی ہے اور تام اس لیے کہتے ہیں کہ پوری ذاتیات مذکور ہوتی ہیں۔
حدِ ناقص: حد کہنا تو بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے اور ناقص کہنا اس لیے کہ اس میں بعض ذاتیات کے حذف ہونے کی وجہ سے نقصان آجاتا ہے۔
رسمِ تام: رسم اس لیے کہتے ہیں کہ رسم' دار کے نشان کو کہتے ہیں چونکہ یہ تعریف شے کے خارج لازم سے ہے جو شے کے آثار میں سے ہے تو یہ تعریف بالاثر ہوگی اور تام اس لیے کہتے ہیں کہ یہ جنس قریب پر مشتمل ہونے اور امر مختص کے ساتھ مقید ہونے کی وجہ سے حدِ تام سے مشابہہ ہے۔
رسمِ ناقص: رسم ہونا تو بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے اور ناقص کہنا اس لیے کہ اس میں رسمِ تام کے بعض اجزاء محذوف ہیں یا جنس بعید پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حدِ ناقص سے مشابہت ہوتی ہے۔

تحقیق الکلام

حد ہونے کا مدار ذاتیات کے ذکر پر ہے اور رسم ہونے کا مدار عرضیات پر ہے اور تام ہونے کا مدار جنس قریب پر ہے لہٰذا حد تام کی صرف ایک ہی صورت ہوگی یعنی جنس قریب اور فصل قریب سے ہو اور رسم تام کی بھی ایک ہی صورت ہوگی کہ جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو اور حدِ ناقص کی دو صورتیں ہوں گی صرف فصل قریب یا فصل قریب اور جنس

بعید سے اسی طرح رسم ناقص کی بھی دو صورتیں ہوں گی صرف خاصہ سے یا خاصہ اور جنس بعید سے ہو۔

اقول: راقم الحروف کا اگرچہ منطق میں ادنیٰ مقام بھی نہیں لیکن چونکہ معقولات میں تقلید نہیں ہوا کرتی لہٰذا ان اقسام کے بارے ایک نکتہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں نکتہ سے پہلے تمہید ملاحظہ فرمائیں کہ عالم میں ایک حقائق موجودہ ہوا کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم مفہومات اعتباریہ کی ہے۔

حقائقِ موجودہ ایسے موجودات کا نام ہے جو خارج میں موجود ہوں اور ان میں غیر اللہ کو دخل نہ ہو عام ازیں اللہ کو دخل ہو یا اللہ کو بھی دخل نہ ہو۔ اگر اللہ کو دخل ہو مثلاً زمین و آسمان وغیرہ اور اللہ کو بھی دخل نہ ہو جیسے ذاتِ باری کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ علمِ کلام میں یہ مسئلہ واضح نوعیت پر بیان کیا جا چکا ہے۔

مفہوماتِ اعتباریہ ایسی اشیاء کا نام ہے جن میں غیر اللہ کو دخل ہو یعنی اللہ کے غیر کو دخل ہو جیسے کلمہ، اسم، فعل وغیرہ کی تعریفات میں غیر اللہ کو دخل ہوتا ہے جس طرح اپنے اختیار سے انہوں نے تعریفات کیں وہ اسی طرح ہی معتبر ہوں گی حاصل کلام یہ ہو گا عالم میں دو قسم کی اشیاء ہیں ان کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے تمہید کے بعد ہم اپنے مطلوب کا آغاز کرتے ہیں جو حقائق موجودہ فی الخارج ہیں ان کے اجناس اور فصول میں اور عرض عام اور خاصہ میں امتیاز کرنا بہت ہی مشکل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جنس حیوان مثلاً بہت سی حقیقتوں میں پائی جاتی ہے اسی طرح عرض عام مثلاً ماشی بہت سی حقیقتوں میں پائی جاتی ہے تو پھر عرض عام کو جنس کے ساتھ بہت ہی قریبی تعلق اور مناسبت ہے اس لیے ان میں فرق نہایت مشکل امر ہے اسی طرح فصل ایک ماہیت کے ساتھ خاص ہے اور اس ماہیت کو تمیز دیتی ہے تو پھر خاصہ بھی تو ایک حقیقت کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور اسے تمیز دیتا ہے لہٰذا ذاتیات اور عرضیات میں فرق کرنا اور ان میں سے ایک کو ذاتی بنانا اور دوسرے کو عرضی بنانا ترجیح بلا مرجح ہے۔ خوب واضح ہو گیا کہ فصل اور خاصہ میں فرق امر دشوار ہے۔

لمحہ فکریہ

بیان سابق سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مناطقہ کو خود بھی حقائق موجودہ فی الخارج کی ذاتیات کا علم یقیناً نہیں ہے البتہ مفہومات اعتباریہ کی ذاتیات اور عرضیات میں فرق آسان ہے وہ اس طرح کہ جو بھی کلمہ یا اسم کی تعریف کی جائے تو وہی ذاتیات متصور ہوں گی۔ جن میں جنس فصل کی تمیز اور عرض عام اور خاصہ کو بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

حمل: وجود میں دو مفہوم کے متحد ہونے کا نام حمل ہے۔ عام ازیں ایک مفہوم دوسرے مفہوم کا عین ہو یا غیر جیسے الانسان انسان اور الانسان حیوان اور الانسان کاتب نیز الانسان لیس بحمار حمل سلبی کی مثال ہے۔

فائدہ

اقسامِ حمل کی دو قسمیں ہیں

حمل اولی: ایسے حمل کا نام ہے جس میں محمول اور موضوع متحد بالذات ہوں اور فرق صرف اعتباری ہو بالفاظِ دیگر ایسے حمل کا نام ہے جس میں موضوع اور محمول ذات اور وجود کے لحاظ سے ایک ہی چیز ہوں جیسے زید زید

حمل متعارف: ایسے حمل کا نام ہے جس میں موضوع اور محمول کے درمیان من وجہ اتحاد اور من وجہ مغایرت ہو۔

اقسام حملِ متعارف

حمل بالمواطاه: ایسے حمل کا نام ہے جس میں محمول کا حمل بلاواسطہ فی' ذو اور لام کے ہو۔
جیسے زید عالم
حمل بالاشتقاق: ایسے حمل کا نام ہے جس میں محمول کا حمل بواسطہ فی یا ذو یا لام کے ہو۔
جیسے زید فی الدار

تنبیہ

ناطق' کاتب' ضاحک' حیوان اور انسان محمول بالمواطاہ ہوتے ہیں اور سواد' بیاض' نطق' ضحک' کتابت وغیرہ محمول بالاشتقاق ہوا کرتے ہیں۔

حمل متعارف بالذات: جس میں محمول ذات ہو جیسے الانسان حیوان

حمل متعارف بالعرض: جس میں محمول عرض ہو جیسے الانسان عالم

حیوان: جوھر' جسم نامی' حساس اور متحرک بالارادہ کا نام ہے۔

حیثیتِ اطلاقیہ: ایسی حیثیت کا نام ہے جس میں محیث کے اندر کوئی اضافہ نہیں ہوتا اس میں حیثیت کا ما قبل اور مابعد ایک ہی طرح کا ہوتا ہے جیسے الانسان من حیث انہ انسان حیوان ناطق تو اس مثال میں حیث کا ماقبل اور مابعد ایک ہی طرح کا ہے۔

حیثیتِ تقییدیہ: ایسی حیثیت کا نام ہے جس میں حیثیت محیث کے لیے قید ہوتی ہے اور دونوں کے ملنے پر ایک تیسری چیز کا حکم لگایا جاتا ہے مثلاً الانسان من حیث انہ کاتب متحرك الاصابع اس میں محیث مع الحیثیت یعنی انسان مع الکاتب پر تحریک اصابع کا حکم لگایا ہے۔

حیثیتِ تعلیلیہ: ایسی حیثیت کا نام ہے جس میں محیث کی ذات محفوظ رہتی ہے اور احکام میں تبدیلی ہو جاتی ہے بالفاظِ دیگر جو محیث پر حکم لگائے جانے کی علت کو بیان کر دے جیسے زید مکرم من حیث انہ عالم

حدِّ منطقی: ایسی حد کا نام ہے جو جنس اور فصل سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

حدِّ فلسفی: ایسی حد کا نام ہے جو فلسفہ میں اس صورت میں بیان کی جاتی ہے کہ جیسے نقطہ حد ہے خط کی اور خط حد ہے سطح کی اور سطح حد ہے جسم کی۔

حدِّ عرفی: ایسی حد کا نام ہے جس کے آگے تجاوز نہ ہو سکے۔ جیسے حرم شریف کی حد

حقیقتِ واقعی: ایسی حقیقت کا نام ہے جس میں غیر اللہ کو دخل نہ ہو آگے عام ہے۔ اللہ کو دخل ہو یا نہ ہو اللہ کو دخل ہو اس کی مثال زمین آسمان ہے اور اللہ کو بھی دخل نہ ہو اس کی مثال واجب تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ میں کوئی دخل نہیں کہ اس نے خود کو پیدا کیا ہو۔

حقیقتِ صناعی: ایسی حقیقت کا نام ہے جس میں غیر اللہ کو دخل ہو جیسے مکان مستری تعمیر کرتے ہیں۔

حقیقتِ اعتباری: ایسی حقیقت کا نام ہے جو اعتبار معتبر پر موقوف ہو جیسے کلمہ کی تعریف نحاۃ نے کی ہے لفظ وضع لمعنیٰ مفرد اگر نحاۃ اس تعریف کا اعتبار نہ کرتے کسی اور کا کر لیتے تو وہی کلمہ کی تعریف بن جاتی۔

حکماء: ایسے لوگ جن کا قول اور فعل سنت کے موافق ہو۔

حکما اشرقیون: ایسے لوگ جن کا رئیس افلاطون ہے۔

حکما مشائین: ایسے لوگ جن کا رئیس ارسطو ہے۔

حدس: سرعة انتقال الذہن من المبادی الی المطلوب ویقابله الفکر (جامع العلوم)

حدس کا مفہوم یہ ہے کہ ذھن کا مبادی (صغریٰ و کبریٰ) سے مطلوب (نتیجہ) کی طرف جلدی منتقل ہونا

فائدہ

حرکتِ اولیٰ: ذھن کی حرکت مبادی کو حاصل کرنے کے لیئے حرکتِ ثانیہ: مبادی کو ترتیب دینے کی حرکت مگر حدس میں کوئی حرکت نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ مبادی اور مطالب ذھن میں اکٹھے ہی ظاہر ہو جائیں بغیر کسی حرکت کے جیسے نفوسِ قدسیہ کو اللہ قدوس نے یہ قوت بخشی ہوئی ہے۔

حسیات: ایسے قضایا کا نام ہے جن مین عقل حس ظاہری کو واسطہ بنا کر حکم کرے جیسے النار محرقه والشمس مشرقة (سلم العلوم)

حدسیات: ھی سنوح المبادی المرتبة دفعة ولا یجب المشاھدة فضلاً عن تکرارھا (سلم العلوم)
یعنی ایسے قضایا کا نام ہے جن میں مبادی مرتبہ دفعتاً اور فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس کے لیئے تکرار مشاھدہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی مثلاً نور القمر مستفاد من نور الشمس

حد: فی اللغة المنع وفی عرف المنطقیین الحد الممیز الذاتی کما ان الرسم ھو الممیز العرضی حد کا لغوی معنی منع اور رکنے کے ہیں اور منطقیوں کی اصطلاح میں حد ممیز ذاتی کا نام ہے جیسے رسم ممیزِ عرضی کو کہتے ہیں۔

باب الخاء

خطابت: ایسے قیاس کا نام ہے جس کا کوئی مقدمہ ظنیہ ہو اور کوئی مقدمہ مخیلہ ہو اور نہ ہی کاذبہ ہو جیسے زید مفقود مذماُہ سنۃ و کل مفقود مذماُہ سنۃ میت فزید میت

خبر: قرائن اور دلائل سے نظر بند کر لینے پر جس قول کو سچا اور جھوٹا سمجھا جا سکے اس کو خبر کہتے ہیں اسے مناطقہ قضیہ کہتے ہیں جیسے السماء تحتنا والارضُ فوقنا وغیرہ

خبر صادق: ایسی خبر جو واقع کے مطابق ہو جیسے البغداد موجود

خبر کاذب: ایسی خبر جو واقع کے مطابق نہ ہو جیسے زید قائم جب کہ زید سونے والا ہو۔

خطبہ ابتدائیہ: ایسے خطبہ کا نام ہے جو ابتداء ہی میں تصنیف کا حصہ اور جزو قرار پائے۔

خطبہ الحاقیہ: ایسے خطبہ کا نام ہے جو کتاب کی تصنیف کے بعد لاحق کر دیا جائے۔

خاصہ: وہ کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ان افراد پر محمول ہو جو صرف ایک حقیقت کے تحت داخل ہوں جیسے ضاحک انسان کے لیئے

خاصہ اضافیہ: وہ ہوتا ہے جو شے کے ساتھ خاص ہو بعض ماعدا کی نسبت سے جیسے ماشی انسان کے لیے جبکہ یہ شجر و حجر کی نسبت سے خاصہ اضافیہ ہے۔

خاصۃُ الجنس: وہ خاصہ ہے جو حقیقت جنسیہ کے افراد پر محمول ہو جیسے ماشی یہ فقط حیوان کے افراد پر محمول ہوتا ہے لہٰذا ماشی خاصۃ الجنس ہوا۔

خاصۃ حقیقیہ: وہ ہوتا ہے جو شے کے ساتھ خاص ہو اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔ جیسے خاتم النبین یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

خاصہ شاملہ: وہ خاصہ ہے جو ذی خاصہ کے تمام افراد کو شامل ہو۔ جیسے ضاحک بالقوۃ انسان کے لیے۔

خاصہ غیر شاملہ: وہ خاصہ ہے جو ذی خاصہ کے تمام افراد کو شامل نہ ہو بلکہ بعض میں پایا جائے بعض میں نہ پایا جائے جیسے ضاحک بالفعل انسان کے لیئے

خاصۃ النوع: وہ خاصہ ہے جو حقیقت نوعیہ کے افراد پر محمول ہو جیسے ضاحک یہ انسان کے افراد پر محمول ہوتا ہے۔

خیال: ایسی قوت ہے جو دماغ کے بطن اول کے آخر میں رکھی گئی ہے اور جن صور کا حسِ مشترک نے ادراک کیا ہے اور جن کا حس مشترک میں اجتماع ہوا ہے یہ ان کا حافظ اور خزانہ ہے۔

خاصۃ الشئی: وہ ہے جو بغیر شے کے تو نہ پایا جائے اور اس کے بغیر شے پائی جائے جیسے الف و لام اسم کے بغیر تو نہیں پائے جاتے اور اسم ان کے بغیر پایا جاتا ہے جیسے زید

دلیل: ایسی تصدیقات مرتبہ کا نام ہے کہ جن کے ذریعہ سے نہ معلوم تصدیق حاصل ہو جائے جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث سے العالم حادث کی تصدیق حاصل ہو جاتی ہے اسی کو حجت بھی کہتے ہیں۔

دلالت: دلالت کا لغوی معنی ہے ارشاد یعنی راستہ دکھانا اور اصطلاح میں ایک شے کا اس صفت پر ہونا کہ اس شے کے علم سے دوسری شے کا علم لازم آئے جیسے دھواں کے علم سے آگ کا علم لازم آتا ہے تو دھواں دال ہے اس میں آگ پر دلالت کرنے کی صفت ہے اور آگ مدلول ہے۔

بالفاظِ دیگر ایک شے کا اس حیثیت سے ہونا کہ اس کے علم سے دوسری چیز کا علم لازم آجائے۔ دلالت کے بارے میں ملا حسن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں کون الشئی بحیث یعلم منه شیئی آخر یعنی ایک شے کا اس طرح ہونا کہ اس سے دوسری شے معلوم ہو جائے۔

دلالت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لفظیہ۔ (۲) غیر لفظیہ۔

دلالتِ لفظیہ: ایسی دلالت کا نام جس میں دال لفظ ہو۔

دلالتِ غیر لفظیہ: ایسی دلالت کا نام ہے جس میں دال غیر لفظ ہو۔

فائدہ

لفظیہ اور غیر لفظیہ ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں تو کل چھ اقسام حاصل ہونگی۔

دلالتِ لفظیہ عقلیہ: ایسی دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان علاقہ تاثیر (دال اور مدلول میں سے ایک علت ہو اور دوسرا معلول یا دونوں کسی تیسری چیز کے معلول ہوں) کا ہو جیسے لفظ دیز کی دلالت جو دیوار کے پیچھے سے سنا گیا ہے۔ وجود لافظ پر۔

بالفاظِ دیگر ایسی دلالت ہے جو باعتبار اقتضاء عقل کے ہو اور دال اس میں لفظ ہو۔

فائدہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے دلالتِ عقلیہ کی تعریف میں ایسی مثال پیش کی جو ان کی فطانت اور ذہانت کی بین دلیل ہے مثال میں دو چیزیں غور طلب ہیں ایک یہ ہے کہ لفظ دیز کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ وہ دیوار کے پیچھے سنا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لفظ دیز اس شخص سے سنا گیا ہو جو سامنے موجود ہو تو اس صورت میں اس کا علم آنکھ کے دیکھنے سے ہے لفظ کی دلالت سے نہیں ہے اور لفظ دیز کہا ہے اور زید نہیں کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کا مقصود یہ ہے کہ یہاں لفظیہ عقلیہ کے علاوہ کسی اور دلالت کا احتمال بھی نہ ہو تو یہ دیز کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے بخلاف زید کے کہ اس میں دلالتِ لفظیہ وضعیہ بھی ہے کیونکہ جس طرح لفظ زید لافظ کے وجود پر دال ہے اسی طرح اپنے معنیٰ موضوع لہٗ یعنی مسمّٰی پر دال ہے۔

دلالتِ لفظیہ وضعیہ: ایسی دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور اس میں واضع کی وضع کو دخل ہو جیسے لفظ انسان کی

دلالتِ حیوان ناطق پر اور لفظ زید کی دلالت اپنے مسمی پر۔
دلالتِ لفظیہ طبعیہ: ایسی دلالت کا نام ہے جس میں دال لفظ ہو اور دال کو طبیعت پیدا کرے جیسے اح اح کی دلالت سینہ کے درد پر اس کو طبعیہ اس لیئے کہتے ہیں کہ جب درد سینہ میں عارض ہوتا ہے تو پھر طبیعت لفظ اح بولنے پر مجبور ہو جاتی ہے
دلالتِ غیر لفظیہ عقلیہ: ایسی دلالت جو باعتبار اقتضاء عقل کے ہو اور اس میں دال غیر لفظ ہو جیسے دھوئیں کی دلالت آگ پر۔
دلالت غیر لفظیہ وضعیہ: ایسی دلالت جس میں واضع کی وضع کو دخل ہو اور اس میں دال غیر لفظ ہو جیسے دوال اربعہ (نصب۔ عقود۔ اشارات۔ خطوط) کا اپنے مدلولات پر دلالت کرنا۔
دلالتِ غیر لفظیہ طبعیہ: ایسی دلالت جس میں دال غیر لفظ ہو اور دال کو طبیعت پیدا کرے جیسے بچے کا رونا بھوک پر دال ہے۔ اور نبض کی تیزی کی دلالت بخار پر۔

فائدہ جلیلہ

دلالت کے مختلف اسباب ہیں اور وہ بطور استقراء تین ہیں۔
(۱) وضع (۲) طبع (۳) عقل
چونکہ دلالت کے تین اسباب ہیں لہٰذا کبھی وضع کے سبب سے دلالت ہوتی ہے اور کبھی طبع کے سبب سے اور کبھی علاقہ تاثیر کے سبب سے لہٰذا دلالت کی تین قسمیں ہیں۔
(۱) وضعیہ (۲) طبعیہ (۳) عقلیہ یہاں تک کل اقسام چھ ہوئیں۔ جب افادہ اور استفادہ دلالت لفظیہ وضعیہ سے ہی ممکن ہے لہٰذا مناطقہ صرف دلالتِ لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں۔
لفظیہ وضعیہ کی تین اقسام ہیں۔ (۱) مطابقیہ (۲) تضمنیہ (۳) التزامیہ
دلالتِ مطابقیہ: ایسی دلالتِ وضعیہ لفظیہ کا نام ہے جس میں دال اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت حیوانِ ناطق پر کیونکہ لفظ انسان کی وضع حیوانِ ناطق کے لیے ہے۔
بالفاظِ دیگر: لفظ کا اپنے تمام معنی موضوع لہٗ پر اس حیثیت سے دلالت کرنا کہ وہ اس کا تمام معنی موضوع لہٗ ہے۔
دلالتِ تضمنیہ: اس دلالتِ وضعیہ لفظیہ کو کہتے ہیں جس میں دال اپنے جزو معنی موضوع لہٗ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان یا صرف ناطق پر۔
بالفاظِ دیگر لفظ کا اپنے معنی موضوع لہ کی جزء پر اس حیثیت سے دلالت کرنا کہ وہ اس کے تمام معنی موضوع لہٗ کی جزء ہے۔
دلالتِ التزامیہ: ایسی دلالتِ وضعیہ لفظیہ کا نام ہے جس میں دال اپنے معنی موضوع لہٗ کے خارج لازم پر دلالت کرے اور شرط یہ ہے کہ وہ لازم ذہنی ہو خواہ عقلی ہو یا عرفی جیسے اربع کی دلالت زوج پر اور جیسے حاتم کی دلالت سخاوت پر۔
بالفاظِ دیگر لفظ کا تمام معنی موضوع لہٗ کے خارج لازم پر دلالت کرنا اس حیثیت سے کہ یہ اس کے معنی موضوع کا لازم

خارج ہے جیسے انسان کی دلالت قابل علم پر۔

دور: توقف الشئی علی مایتوقف علیہ ذالک الشئی من جھۃ واحدۃ شے کا موقوف ہونا ایسی شَے پر کہ وہ شَے اس پہلی شَے پر ایک ہی جہت سے موقوف ہو۔

فائدہ

اقسامِ دور (۱) مصرح۔ (۲) مضمر۔

دورِ مصرح: اس دور کو کہتے ہیں جس میں توقف شے ایک درجہ کا ہو مثلاً آ موقوف ہے ب پر اور ب موقوف ہو پھر آ پر تو نتیجہ آئے گا آ موقوف ہے آ پر۔

دورِ مضمر: اس دور کو کہتے ہیں جس میں توقف شئی دو درجوں یا کئی درجات کا ہو جیسے آ موقوف ہو ب پر اور ب موقوف ہو ج پر اور ج موقوف ہو آ پر۔ مصرح میں تقدم الشئی علیٰ نفسہٖ بمرتبۃ لازم آتا ہے اور دورِ مضمر میں دو یا دو سے زائد مراتب کا لازم آتا ہے۔

دوالِ اربعہ: نصب۔ عقود۔ اشارات اور خطوط ہیں۔

فائدہ

نصب ایسی علامات کا نام ہے کہ راستوں پر لکڑیاں کھڑی کی جاتی ہیں جو مسافت کی تعیین پر دال ہوتی ہیں۔ مثلاً سڑکوں پر کلومیٹر کے نشانات یا سیلاب کے دنوں دائیں اور بائیں سڑکوں کے لکڑیاں لگا دی جاتی ہیں تو ان لکڑیوں کی دلالت سڑک کی حدود پر ہوتی ہے۔

عقود انگلیوں کے پورے جو عددوں پر دلالت کرتے ہیں تاجروں کی اصطلاح میں
بالفاظ دیگر عقود بمعنی انگلیاں توڑنا جیسے منڈیوں میں پوچھتے ہیں کہ اس چیز کی کیا قیمت ہے تو اس کی انگلیاں توڑ کر بتاتے ہیں اتنی قیمت ہے تو ان انگلیوں میں ہر ایک کی خاص اپنے معنی پر دلالت ہوتی ہے۔

اشارات جن کی دلالت اپنے اپنے مشار الیہ پر ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کہاں ہے تو دوسرا اشارہ کر کے بتا دے کہ یہ ہے۔

خطوط ایسے نقوش کا نام ہے جو اپنے الفاظ کے واسطہ سے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً "ب" کا نقش کتاب میں مذکور ہے تو ان کی وضع اپنے معنی کے لیے ہوتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ نقش ب کا ہو اور کوئی ب نہ پڑھے بلکہ ٹ پڑھے۔

دلیل خلفی: اس کی تقریر یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ ثابت ہے اگر دعویٰ ثابت نہ ہو تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور جس وقت اس کی نقیض ثابت ہوگی تو محال ثابت ہو جائے گا اب نتیجہ آئے گا اگر دعویٰ ثابت نہ ہوگا تو محال ثابت ہوگا۔ اس کے بعد اسی قیاس کے نتیجہ کو قیاسِ ثانی کا صغریٰ بنا دیا جائے اور ہم کہیں گے کہ اگر دعویٰ ثابت نہ ہوا تو محال ثابت ہوگا اس کے ساتھ ہم کبریٰ استثنائی ملا کر کہیں گے لیکن محال تو ثابت نہیں تو نتیجہ آئے گا پھر ضروری طور پر مدعیٰ ثابت ہوگا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا مثلاً "ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ بعضُ الحیوان انسان اگر یہ نہ مانتے تو پھر اس کی نقیض ماننی پڑے گی جیسے لولم یصدق قولنا بعضُ الحیوان انسان لصدق لا شئی من الحیوان بانسان کلما صدق ھذا ثبت المحال یعنی اگر بعضُ الحیوان انسان سچا نہیں آئے گا تو اس کی نقیض لا شئی من الحیوان بانسان سچی

آئے گی اور جب نقیض بھی آئے گی تو محال ثابت ہوگا اس صورت میں نتیجہ یہ آئے گا لولم یصدق بعض الحیوان انسان ثبت المحال یعنی اگر بعض الحیوان انسان سچا نہ آیا تو محال ثابت ہوگا اس کے ساتھ ہم کبریٰ استثنائی ملا کر یوں کہتے ہیں لکن المحال لیس بثابت یعنی محال تو ثابت نہیں ہے تو نتیجہ آئے گا بعض الحیوان انسان ثابت ہے اور یہی مدعٰی ہے یہ تھا دلیل خلف سے دعویٰ ثابت کرنے کا طریقہ جو ہم نے واضح کر دیا ہے۔

دوام ذاتی: یہ ہے کہ نسبت ایجابی یا سلبی ذات موضوع کے لیے مطلقاً دائماً ہو جیسے کل فلک متحرکٌ دائمًا

دوام وصفی: یہ ہوتی ہے کہ عام ازیں نسبت ایجابی ہو یا سلبی ذات موضوع کے لیے بشرط وصف عنوانی دائمی ہو جیسے کل کاتب متحرکُ الاصابع دائماً مادام کاتباً

دوام: نسبت کا کبھی جدا نہ ہونا خواہ ممتنع الانفکاک ہو یا ممکن الانفکاک جیسے الانسان حیوان اور الفلکُ متحرکٌ اس میں پہلی مثال ممتنع کی ہے اور دوسری ممکن کی ہے۔

دوام: شمول لنسبة شئی الی آخر جمیع الازمنة والاوقات سواء کانت ممتنعة الانفکاك عن الموضوع اولا مثل کل انسان حیوان و کل فلك متحركٌ دائماً (جامع العلوم)

تمام زمانوں اور تمام اوقات میں ایک شے کی نسبت کا دوسری شے کی طرف شامل ہونا عام ازیں کہ اس نسبت کا جدا ہونا موضوع سے ممتنع ہو یا نہ ہو پہلی صورت کی مثال کل انسان حیوان اور دوسری کی مثال کل فلك متحرك

فائدہ

دوام اور ضرورت میں فرق: ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے دوام عام ہے ضرورت سے یعنی جہاں ضرورت پائی جائے گی وہاں دوام تو ضرور پایا جائے گا لیکن جہاں دوام ہو وہاں ضرورت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے مثلاً کل انسان حیوان میں حیوانیت کا ثبوت انسان کے لیئے ضروری ہے تو یہاں ضرورت پائی گئی ہے تو دوام بھی ضرور پایا جائے گا اور جہاں دوام پایا جائے گا مثلاً کل فلك متحرك تو اس میں متحرک کا ثبوت فلک کے لیئے دائمًا ہے ضروری نہیں ہے فتدبر

دوامِ ازلی: ھو ان یکون المحمول ثابتاً للموضوع او مسلوباً عنه ازلاً و ابداً مثلاً کل فلك متحرك بالدوام الازلی (جامع العلوم)

دوامِ ازلی ایسے مفہوم کا نام ہے کہ محمول موضوع کے لیئے ثابت ہو یا محمول کی موضوع سے نفی ازلی ابدی طور پر ہو جیسے کل فلك متحرك بالدوام الازلی

دوامِ ذاتی: ھو ان یکون المحمول ثابتاً او مسلوبًا عنه مادام ذات الموضوع موجودۃ مثل کل زنجی اسود دائماً (جامع العلوم)

دوام ذاتی عبارت ہے ایسے مفہوم سے کہ محمول کا ثبوت یا محمول کی نفی ہو موضوع سے ذات موضوع کے موجود ہونے کے زمانہ میں جیسے ہر زنجی سیاہ ہے دائماً جب تک وہ زنجی ہے۔

دوامِ وصفی: ھو ان یکون الثبوت او السلب مادام ذات الموضوع موصوفاً بالوصف العنوانی مثل کل

کاتب متحرکُ الاصابع بالدوام مادام کاتباً (جامع العلوم)
دوام وصفی ایسی عبارت ہے کہ جس میں محمول کا ثبوت یا سلب موضوع کے لیئے ہوا کرتا ہے جب تک ذات موضوع کی متصف ہو وصف عنوانی کے ساتھ جیسے ہر کاتب متحرک الاصابع ہے جب تک وہ کاتب ہے۔

دوام الامکان و امکان الدوام: ان میں فرق بین اور واضح ہے درج ذیل سطور میں فرق ملاحظہ فرمائیں۔ دوام الامکان کا معنی یہ ہے کہ امکان اس کا دائم ہے جیسے جامع العلوم کی عبارت سے واضح ہے کہ ان یکون متصفًا بالامکان غیر منفك عنه الاتصاف به وقتا من الاوقات کما هو مقتضی ماہیۃ الممکن یعنی دوام کا امکان کے ساتھ اس طرح متصف ہونا کہ تمام اوقات میں سے کسی وقت میں بھی امکان کا جدا ہونا دوام سے نہ ہو جبکہ ممکن کی ماہیۃ کا مقتضی بھی یہی ہے۔

امکان الدوام کا مفہوم یہ ہے کہ وجوده الدائم الذی هو غیر منفك عنه وقتًا من الاوقات ممکن (جامع العلوم) شَے کا وجود اس طرح دائم ہو کہ وہ دوام اس سے کسی وقت میں بھی جدا نہ ہوتا ہو ایسا وجود ممکن کہلاتا ہے حاصلِ بحث یہ ہوا کہ دوام الامکان کا معنی یہ ہے کہ شَے کا ممکن ہونا دائم ہے اور امکان الدوام کا معنی یہ ہوا کہ شَے کا دائم ہونا ممکن ہے۔

تبین الفرق بین هذین علی ما تفردت به

ذہن: ایسی قوت ہے جس سے اشیاء کا علم حاصل ہو بالفاظِ دیگر نفس کی ایسی قوت کا نام ہے جو حواس ظاہرہ اور باطنہ پر مشتمل ہوتی ہے اکتساب علوم کے لیے معدہ ہوتی ہے۔

ذات موضوع: موضوع کے افراد کا نام ہے جیسے کل انسان حیوان میں انسان کے افراد زید و عمر و وغیرہ۔

فائدہ وحیدہ

استاذی المکرم بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "بدایۃ المنطق" میں فرماتے ہیں قضیہ محصورہ میں موضوع کا مفہوم کلی ہوتا ہے لیکن حکم اس کے مصداق یعنی افراد پر ہوتا ہے مثلاً بعضُ الانسان مؤمن میں انسان کا مفہوم کلی ہے اور اس کے افراد (زید و عمرو وغیرا) پر مومن ہونے کا حکم ہے۔ مفہوم موضوع کو وصف موضوع اور وصف عنوانی کہتے ہیں اور موضوع کو ذاتِ موضوع اور مفہومِ محمول کو وصفِ محمول کہتے ہیں۔ ذاتِ موضوع کے لیے دو وصفیں ثابت ہوتی ہیں ایک وصف موضوع دوسری وصفِ محمول لیکن وصفِ محمول کا ثبوت ذاتِ موضوع کے لیے کبھی ایجاباً ہوتا ہے کبھی سلباً۔ وصف موضوع سے ذات موضوع کا موصوف ہونا عقد وضع ہے۔ اور وصف محمول سے ایجاباً یا سلباً موصوف ہونا عقد حمل ہے چنانچہ بعضُ الانسان مؤمن میں انسانیت سے زید و بکر وغیرہ کا موصوف ہونا عقد وضع ہے اور ایمان سے موصوف ہونا عقدِ حمل ہے۔

توضیح المقام

وصفِ موضوع اور ذاتِ موضوع میں نسبت

وصفِ موضوع کبھی عین ذات ہوتا ہے جیسے کل انسان حیوان اور کبھی ذات موضوع کا جزو ہوتا ہے جیسے کل حیوان حساس اور کبھی خارج جیسے کل کاتب متحركُ الاصابع ان کے درمیان نسبت کی وضاحت کے لیئے فارابی اور شیخ کا اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔

فارابی اور شیخ کا اختلاف: شیخ کے نزدیک ذات موضوع پر وصف موضوع کا صدق بالفعل شرط ہے اور فارابی کے نزدیک بالامکان العام لہٰذا شیخ کے نزدیک ان مثالوں کے یہ معنی ہیں کہ کل ماھو انسان بالفعل فھو حیوان اور کل ماھو حیوان بالفعل فھو حساسٌ کل ماھو کاتب بالفعل فھو متحركُ الاصابع اور فارابی کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ ماھو انسان بالامکان فھو حیوان۔ قسِ علی ھذا

ثمرہ اختلاف یہ ہوگا کہ اگر ایک آدمی نے کہا کہ کل ابیضُ من عبیدی کہنے سے فارابی کے مذہب پر غلام آزاد ہو جائے گا خواہ وہ حبشی ہو یا افرنجی اور شیخ کے مذہب پر غلام آزاد نہ ہوگا۔

تنبیہہ

نطفہ میں اگرچہ انسان بننے کی صلاحیت ہے لیکن نطفہ پر انسان کا صدق ممتنع ہے لہٰذا کل انسان حیوان کے صادق ہونے سے فارابی کے مذہب پر یہ لازم نہیں آتا کہ نطفہ بھی حیوان ہو۔

ذاتی: ذاتی کے متعدد معانی ہیں۔

معنیٰ اول: جو کسی شے کو جمیع ماعدا سے ممتاز کردے مثلاً ناطق انسان کے لیے۔

معنیٰ ثانی: شے کے عین اور عکس کو بھی ذاتی کہا جاتا ہے۔

معنیٰ ثالث: جو کسی شے سے خارج نہ ہو۔

معنیٰ رابع: جس کا ثبوت کسی علت سے نہ ہو۔

معنیٰ خامس: تصور ذات سے جس شے کا ضمناً تصور ہو۔

معنیٰ سادس: ذاتی کا اطلاق جزو پر بھی ہوتا ہے عام ازیں کہ وہ جزو ماہیت پر محمول ہو یا محمول نہ ہو۔

بلفاظِ دیگر: ذاتی ایسی کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو۔

ذاتیات: تین کلیوں کو (جنس۔ فصل۔ نوع) کہتے ہیں۔

ذات: ذات کے متعدد معنی ہیں۔

معنیٰ اول: مابہ الشئی ھو ھو (یعنی جس شے سے شے شے ہو جاتی ہے) کا نام ہے۔

معنیٰ ثانی: ذات کا معنی وجود بھی ہوتا ہے۔

معنیٰ ثالث: ماہیت جن افراد پر صادق آئے جیسے مناطقہ کا قول۔ ذات الموضوع ما یصدق علیه ذالك الموضوع من الافراد یعنی ذات موضوع ایسی چیز کا نام ہے کہ جن افراد پر وہ موضوع صادق آئے جیسے انسان زید عمرو وغیرہ پر سچا آتا ہے۔

معنیٰ اربع: ایسی شے جو مستقل بالمفہومیت ہو کما یقال الذات یصح ان یکلم یخبر عنه جیسے زید وغیرہ۔

معنیٰ خامس: موضوع پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ موضوع کا بھی اس طریقہ پر لحاظ کیا جاتا ہے کہ اس کے لیے غیر ثابت ہو جیسے ذوات کی حالت اور شان ہے۔

معنیٰ سادس: جس کے ساتھ دوسری شے قائم ہو عام ازیں وہ خود قائم بنفسہٖ ہو یا وہ خود قائم بنفسہٖ نہ ہو جیسے رائیت السواد الشدید اس مثال میں سواد اگرچہ قائم بنفسہٖ نہیں لیکن شدت اس کے ساتھ قائم ہے۔

معنیٰ سابع: جو قائم بنفسہٖ ہو جیسے زید فاضل

روح: جوهر مجرد متعلق ببدن الانسان تعلق التصرف والتدبیر
یعنی روح ایسا جوہر مجرد ہے جو تصرف اور تدبیر کے لیے بدن انسان کے ساتھ متعلق ہوا کرتا ہے۔

رسم: هو الممیز العرضی یعنی ممیز عرضی کو رسم کہتے ہیں

رسم تام: ایسے رسم کا نام ہے جو جنسِ قریب اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ کرنا۔

رسم ناقص: ایسے رسم کا نام ہے جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے جسم اور ضاحک یا عرض اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے ماشی ضاحک یا چند ایسے عرضیات کے ساتھ مرکب ہو جبکہ وہ مفرد کے ساتھ مختص ہو جائیں جیسے انسان کی تعریف کرنا' ماش علی قدمیه عریض الاظفار بادی البشرة مستقیم القامة یہ عرضیات مجموعی طور پر صرف انسان کے ساتھ ہی مختص ہیں۔

رابطہ: جو چیز موضوع اور محمول کے درمیان رابطہ اور تعلق پیدا کرے وہی چیز رابطہ ہے۔ جیسے زید قائم میں جو زید اور قائم کے درمیان رابطہ ہے۔

فائدہ

موضوع اور محمول کے درمیان نسبتِ حکمیہ ہی ربط پیدا کرتی ہے لہٰذا اس کا نام ہی رابطہ ہے لیکن جو لفظ اسی رابطہ پر دال ہو مجازاً اسی لفظ کو بھی رابطہ کہا جاتا ہے اور یہ مجاز کے طریقوں سے تسمیۃ الدال باسم المدلول کا طریقہ ہے۔

رؤس ثمانیہ: متقدمین ہر کتاب کے شروع میں ایسی چیزوں کا ذکر کرتے تھے جن کا وہ نام رؤس ثمانیہ رکھتے تھے۔

اول: غرض (علت غائیہ) تاکہ ناظر اس علم کے طلب کرنے میں عابث نہ ہو یعنی اس کی کوشش ضائع نہ ہو جائے۔

ثانی: اس علم کا نفع تاکہ اس علم میں ہر قسم کی مشقت برداشت کی جائے۔

ثالث: عنوان علم یعنی علم کا نام تاکہ اس علم کو حاصل کرنے والے کے نزدیک ان مسائل کا اجمالاً علم آجائے جن کی تفصیل یہ علم کرے گا۔

رابع: مصنف کے احوال معلوم کرنا تاکہ متعلم کے دل میں سکون ہو۔

خامس: اس بات کی توضیح کرنی ہے کہ وہ علم کس قسم کا ہے تاکہ اس علم میں ان چیزوں کو طلب کیا جائے جو چیزیں اس کے لائق ہیں یعنی یہ علم علومِ عقلیہ یا نقلیہ فرعیہ یا اصلیہ کی جنسوں سے کون سی جنس ہے۔

سادس: وہ علم کس مرتبہ کا علم ہوتا ہے تاکہ اس کو جن علوم پر مقدم کرنا چاہیئے مقدم کرے اور جن سے مؤخر کرنا چاہیئے مؤخر کرے مثلاً ناطق کا مرتبہ تہذیب اخلاق کے بعد ہے۔

سابع: علم یا کتاب کو ابواب کی طرف تقسیم کرنا تاکہ ہر باب میں اسی باب کے مناسب سے مضامین طلب کیے جائیں۔

فائدہ

لم منطق نو بابوں پر منقسم ہے۔ (۱) کلیاتِ خمسہ جس کو یونانی زبان میں ایساغوجی کہا جاتا ہے۔ (۲) تعریفات (۳) قضایا (۴)
یاس و استقراء و تمثیل (۵) برہان (۶) جدل (۷) خطابت (۸) مغالطہ (۹) شعر اور بعضوں نے الفاظ کی بحث کو ایک
ستقل باب شمار کیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک منطق کے دس باب ہوئے۔
امن: تعلیم کے طریقوں کا ذکر ہے جسے انحاء تعلیمیہ کہتے ہیں اور وہ کل چار اقسام ہیں۔ (۱) تقسیم۔ (۲) تحلیل۔ (۳)
حدید۔ (۴) برہان۔

انحاءِ تعلیم کی شرح میں شراح کے مختلف اقوال میں سے ہم صرف ایک قول کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اگر تفصیل کا شوق
رمائیں تو کتبِ مبسوطہ کا مطالعہ کریں۔
تقسیم اوپر سے نیچے کی طرف تکثیر کا نام ہے یعنی اعم سے اخص کی طرف تکثیر کو کہتے ہیں جیسے جنس کی تقسیم انواع
طرف اور انواع کی تقسیم اصناف کی طرف اور ذاتی کی تقسیم جنس نوع اور فصل کی طرف اور عرض کی تقسیم خاصہ
ر عرض عام کی طرف۔
تحلیل نیچے سے اوپر یعنی اخص سے اعم کی طرف تکثیر کو کہتے ہیں جیسے نوع کی تکثیر جنس کی طرف وقس علی ہٰذا۔
تحدید فعل الحد کا نام ہے یعنی کسی شی کی حد اور تعریف بیان کرنا ہے۔
برہان مراد حق پر واقف ہونے کا طریقہ ہے۔
بالفاظِ دیگر برہان اس یقینی راستہ کو کہتے ہیں جو وقوف علی الحق تک پہنچادے۔
رفع الایجاب الکلی: لیسَ کل حیوان حجر و لیسَ کل حیوان انسان فله قسمان احدهما السلب الکلی
کالمثال الاول والثانی السلب الجزئی کالمثال الثانی (جامع العلوم)
رفع الایجاب الکلی کا معنی موجبہ کلیہ کا رفع ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں۔
سلب کلی یعنی سالبہ کلیہ جیسے لیسَ کل حیوان بحجر
) سلب جزئی یعنی سالبہ جزئیہ جیسے لیسَ کل حیوان انسان خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اگر کلی کے ہر فرد کی نفی کی جائے تو
ں صورت میں رفع ایجاب کلی متحقق ہوگا اور اگر کلی کے بعض افراد کی نفی کی جائے تو پھر بھی رفع ایجاب کلی متحقق ہو
۔

توضیح المقال

رفع ایجاب کلی کی وضاحت کے لیئے مثال دی جاتی ہے جیسے کلاس میں کوئی طالب علم بھی حاضر نہ ہو تو پھر یہ قول
صادق آئے گا کہ تمام طالب علم نہیں آئے یعنی رفع ایجاب کلی صادق آئے گا اور اگر بعض آئے ہوں تو پھر بھی کہ
سکتے ہیں کہ تمام طالب علم نہیں آئے یعنی بعض کے آنے کی صورت میں رفع ایجاب کلی متحقق ہوگا کیونکہ بعضیت
کی صورت میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں تمام تو نہیں آئے۔ فتامل

باب الزّاء

زعم: هو القول بلا دلیل والمشہور ان الزعم ہو الاعتقاد الباطل ای غیر المطابق للواقع سواء اعتقد القائل اولا (جامع العلوم)
اعتقاد باطل کا نام یعنی ایسا اعتقاد جو واقع کے مطابق نہ ہو عام ازیں قائل اس کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے۔

زوج: کل عدد ینقسم بمتساویین الفرد مالا ینقسم کذٰلک ہر عدد جو برابر تقسیم ہو جاتا ہے جیسے سولہ اور فرد اس کے خلاف ہے۔

زوج الزوج: یقبل التنصیف بالآخر الی الواحد کالثمانیۃ والاربعۃ ایسے عدد کا نام ہے جو نصف کو قبول کر جائے یہاں تک ایک باقی رہ جائے جیسے آٹھ اور چار وہ اسطرح کہ آٹھ کا نصف چار ہو گا اور چار کا نصف دو اور دو کا ایک

زوج الزوج والفرد: لم یقبل ذالک لکنہ ینصف اکثر من مرۃ واحدۃ ایسے عدد کا نام ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ نصف کو قبول کرے اور آخر میں ایک نہ بچے جیسے بارہ کا عدد

زوج الفرد: ان تنصف مرۃ واحدۃ فقط کالعشرۃ ایک مرتبہ نصف کیا جائے جیسے دس کا عدد۔
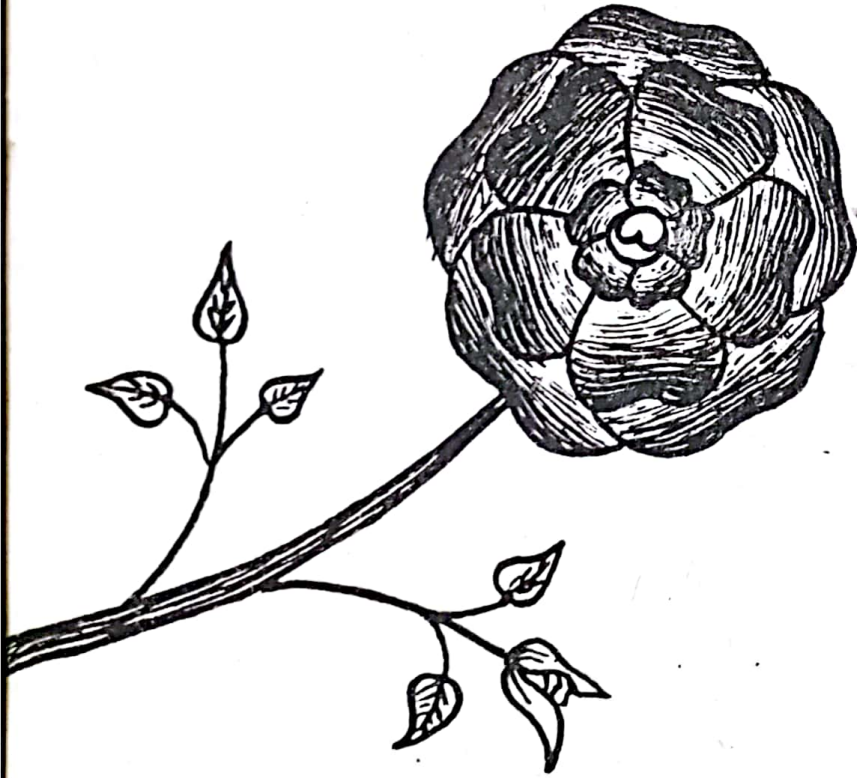
باب السّین

سور: ایسا لفظ جو موضوع کے افراد پر دلالت کرے جیسے کل و بعض وغیرہ بالفاظِ دیگر ایسی چیز جس کے ساتھ افراد کی مقدار کلیت اور بعضیت بیان کی جائے اور سالبہ میں لا شئی ولیسَ بعض وغیرہ۔

سوال: ادنیٰ کا اعلیٰ سے طلب کرنے کا نام ہے۔ جیسے شاگرد کا استاد سے سوال کرنا۔

سبر و تقسیم: یہ ہے کہ پہلے اصل کے اوصاف کو تلاش کیا جاتا ہے اور تردید کی جاتی ہے کہ حکم کی علت کیا ہے یہ وصف ہے یا وہ وصف ہے پھر ایک وصف کے علت ہونے کو باطل کیا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وصف پر برقرار ہو جائے اور اس سے اسی وصف کا علت ہونا مستفاد ہو جیسے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ شراب کے حرام ہونے کی علت یا تو اس کو انگور سے بنانا ہے یا اس کا سیلان ہے یا اس کا خاص رنگ ہے یا خاص مزہ ہے یا خاص بو ہے یا نشہ آور ہونا ہے لیکن پہلا وصف بھی علت نہیں کیونکہ وہ شیرہ انگور میں موجود ہے مگر وہ حرام نہیں اسی طرح باقی اوصاف ہیں۔ لفظ حرمت کی علت ہونے کے لیے نشہ آور ہونے کا وصف متعین ہوا۔

سفسطہ: ایسے قیاس کا نام ہے جس کا کوئی مقدمہ کاذبہ وہمیہ یا کاذبہ مشابہ صادقہ ہو جیسے العقل موجود و کل موجود مشار الیہ فالعقل مشار الیہ

سلب: بالفتح وسکون اللام مایقابل الایجاب ای انتزاع النسبۃ التامۃ الخبریۃ و بفتح اللام مرکب الشخص وثیابہ وسلاحہ ومامعہ کما فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام من قتل قتیلا فلہ سلبہ (جامع العلوم)
سلب کے دو معنی ہیں اگر سین پر فتح اور لام پر سکون ہو تو معنی یہ ہے کہ نسبت تامہ خبریہ کا انتزاع جو کہ ایجاب کے مقابل ہے جیسے زید لیسَ بقائم اور اگر سین اور لام دونوں پر فتح ہو تو معنی ہوگا انسان کی سواری کپڑے، ہتھیار اور جو بھی اس کے پاس ہو جیسے حضور علیہ الصلوہ والسلام نے فرمایا "جس نے مقتول کو قتل کیا اس کے لیئے اس کا سلب (سواری کپڑے وغیرہ) ہے۔"

سلب الشئی عن نفسہ محال: اس اصطلاح کا معنی یہ ہے کہ شے کی سلب اس کے نفس سے اور ذات سے محال ہے جیسے زید کی نفی زید کی ذات سے یہ کیونکر ممکن ہو گی۔

السلب الکلی: ھو سلب المحمول عن کل فرد من افراد الموضوع مثل لا شئی من الانسان (جامع) محمول کی سلب افراد موضوع میں ہر فرد سے جیسے مثال میں حجر کی سلب ہے انسان کے ہر فرد سے۔

السلب الجزئی: معنیان احدھما سلب المحمول عن بعض افراد الموضوع واثباتہ لبعض آخر مثل لیسَ کل حیوان انسان وھو بھذا المعنی اخصّ من رفع الایجاب الکلی و قسم لہ و ثانیھما سلب المحمول عن بعض افراد الموضوع سواء کان مع الایجاب للبعض الاخر لایکون وھو بھذا المعنی مساو ولازم لہ کما لا یخفیٰ

سلب جزئی کے دو معنی ہیں۔

معنیٰ اول تو یہ ہے محمول کی سلب موضوع کے بعض افراد سے اور محمول کا ثبوت موضوع کے بعض دوسرے افراد کے لیئے ہو مثلاً "لیسَ کل حیوان انسان معنیٰ اول کی صورت میں یہ سلب جزئی رفع ایجاب کلی سے اخص ہوگا اور اس کی قسم ہوگی۔

ثانی معنیٰ یہ ہے محمول کی سلب موضوع کے بعض افراد سے ہو عام ازیں ثبوت بعض دوسرے افراد کے لیئے ہو یا نہ ہو۔ معنیٰ ثانی کی صورت میں یہ سلب جزئی رفع ایجاب کلی کے مساوی ہوگا اور اس کو لازم ہوگا۔

سلب العموم: هو رفع الایجاب الکلی مثل لیسَ کل حیوان انسان و هو یصدق عند الایجاب الجزئی و الفرق بین عموم السلب و سلب العموم ان سلب العموم اعم مطلقاً من عموم السلب فکل موضع یصدق فیه عموم السلب یصدق فیه سلب العموم من غیر عکسٍ کلی

(جامع العلوم)

سلب العموم رفع ایجاب کلی نام ہے یعنی موجبہ کلیہ کے رفع کا نام ہے جیسے لیسَ کل حیوان انسان لہٰذا یہ سلب عموم ایجاب جزئی (موجبہ جزئیہ) کے پائے جانے کی صورت میں بھی سچا آئے گا کیونکہ موجبہ جزئیہ کے متحقق ہونے کی صورت میں بھی رفع ایجاب کلی پایا جائے گا جیسا کہ رفع ایجاب کلی کی بحث میں مثال کے ساتھ ہم وضاحت کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

عموم سلب اور سلب عموم میں فرق

سلب عموم عام مطلق ہے یعنی ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ جہاں عموم سلب سچا آئے تو وہاں سلب عموم بھی سچا آئے گا مگر لیس بعکس کلی یعنی جہاں بھی سلب عموم سچا آئے تو وہاں عموم سلب سچا آئے ایسا ہرگز نہیں ہے۔

باب الشّین

شک: ایسی نسبت تامہ خبری کا نام ہے جس کی طرف نفس نے توجہ کی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ حالتِ انکاریہ متحقق نہیں ہوئی اور دونوں طرفین (ایجاب و سلب) برابر ہوں جیسے کہ زید قائم میں ہمیں شک ہو۔
بالفاظِ دیگر دو نقیضوں کے درمیان اس طرح تردد ہونا کہ شاک کے نزدیک کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہو۔

شکل: حدِّ اوسط کو اصغر اور اکبر کے ساتھ ملانے سے جو ہیئت پیدا ہوتی ہے اس کو شکل کہتے ہیں۔

شکل اول: حدِّ اوسط کا صغریٰ میں محمول یا تالی ہونا اور کبریٰ میں موضوع یا مقدم ہونا جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث نتیجہ آئے گا العالم حادث اور کلما کان ھذا الجسم انسانا۔ کان حیوانًا و کلما کان حیوانا کان ماشیًا اس کا نتیجہ کلما کان ھذا الجسم انسانًا کان ماشیًا آئے گا۔

شرائط شکلِ اول: ایجابِ صغریٰ اور کلیتِ کبریٰ۔

شکلِ ثانی: حدِّ اوسط کا صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول یا تالی ہونا ہے جیسے کل انسان حیوان ولا شئی من الحجر بحیوان اس کا نتیجہ لا شئی من الانسان بحجر ہے اور لیسَ ان کان ھذا الجسم انسانًا کان ناھقًا و کلما کان ھذا الجسم حمارًا کان ناھقًا نتیجہ آئے گا لیسَ ان کان ھذا الجسم انسانًا کان حمارًا پہلی مثال حملیہ اور دوسری شرطیہ کی ہے۔

شرائط شکلِ ثانی: کلیتِ کبریٰ اور اختلاف المقدمتین فی الکیف۔

شکلِ ثالث: حدِّ اوسط کا صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں موضوع یا مقدم ہونا ہے۔ جیسے کل انسان حیوان و کل انسان ناطق نتیجہ آئے گا بعضُ الحیوان ناطق اور کلما کان ھذا الجسم انسانًا کان حیوانًا و کلما کان ھذا الجسم انسانًا کان ناطقًا نتیجۃ قد یکون اذا کان ھذا الجسم حیوانًا کانہ ناطقًا آئے گا۔

شرائط شکلِ ثالث: ایجابِ صغریٰ و کلیتِ احدی المقدمتین۔

شکلِ رابع: حدِّ اوسط کا صغریٰ میں موضوع یا مقدم ہونا اور کبریٰ میں محمول یا تالی ہونا جیسے کل انسان حساس و کل ناطق انسان نتیجہ آئے گا بعضُ الحساس ناطق اور کلما کان ھذا الجسم انسانًا کان حساسًا و کلما کان ھذا الجسم ناطقًا کان انسانًا نتیجہ آئے گا قد یکون اذا کان ھذا الجسم حساسًا کان ناطقًا۔

شرائط شکلِ رابع: کلیتِ صغریٰ اور صغریٰ اور کبریٰ موجبہ ہوں یا صغریٰ اور کبریٰ دونوں کا کیف میں مختلف ہونا اور دونوں کا کلیہ ہونا یا ایجابِ صغریٰ اور سلبِ کبریٰ و جزئیتِ صغریٰ اور کلیتِ کبریٰ

شعر: ایسے قیاس کا نام ہے جو مخیلات سے مرکب ہو خواہ وہ صادقہ ہوں یا کاذبہ ہوں یا ممکنہ ہوں یا مستحیلہ اور اس کا کوئی مقدمہ نہ کاذبہ وہمیہ ہو نہ کاذبہ مشابہ صادقہ جیسے محبوبی قمر مزرور علیہ الغلالۃ و کل قمر مزرور

علیه الغلالة منشق الغلالة فمحبوبی منشق الغلالة

شرط: شے کا معلق ہونا دوسری شئی کے ساتھ اس طور پر کہ جس وقت پہلی شے پائی جائے تو دوسری بھی پائی جائے جیسے طلوع شمس وجود نہار کے لیے۔

شخص: ایسی حقیقت کا نام ہے جس کے ساتھ صرف قید کا لحاظ کیا گیا ہو

فائدہ

فرد، حصّہ اور شخص میں فرق

حقیقت کے متعدد اعتبارات ہوتے ہیں اگر تقیید اور قید کے ساتھ حقیقت کا لحاظ کیا گیا ہو تو اسے فرد کہتے ہیں اور اگر صرف تقیید کے ساتھ حقیقت کا لحاظ کیا گیا ہو تو اسے حصہ کہتے ہیں اور اگر حقیقت کے ساتھ صرف قید کا لحاظ کیا گیا ہو تو اسے شخص کہتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حقیقت کے ساتھ مختلف چیزوں کے لحاظ کرنے سے یہ تین (حصہ۔ شخص۔ فرد) چیزیں معرض وجود میں آئی ہیں اور شخص، تشخص کے معروض کا نام ہے۔

شعرٌ: قیاسٌ مؤلف من المخیلات و الغرضُ منه انفعال النفس بالانقباض و الانبساط والترغیب والترهیب والتنفیر کقولك الخمر یاقوتیة سیالة والعسل مرة مهوعة

شعر ایسے قیاس کو کہتے ہیں جو قضایا مخیلہ سے مرکب ہو اور اس قیاس کی ترکیب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نفس یہ قضایا سن کر خوشی، غمی، ترغیب ترہیب اور تنفیر کو قبول کرے جیسے کوئی کہے کہ شراب یا قوتی چیز ہے اور بہنے والی ہے تو نفس خوش ہوگا اور شہد کڑوا ہے اور قے آور ہے تو نفس مکروہ سمجھے گا۔
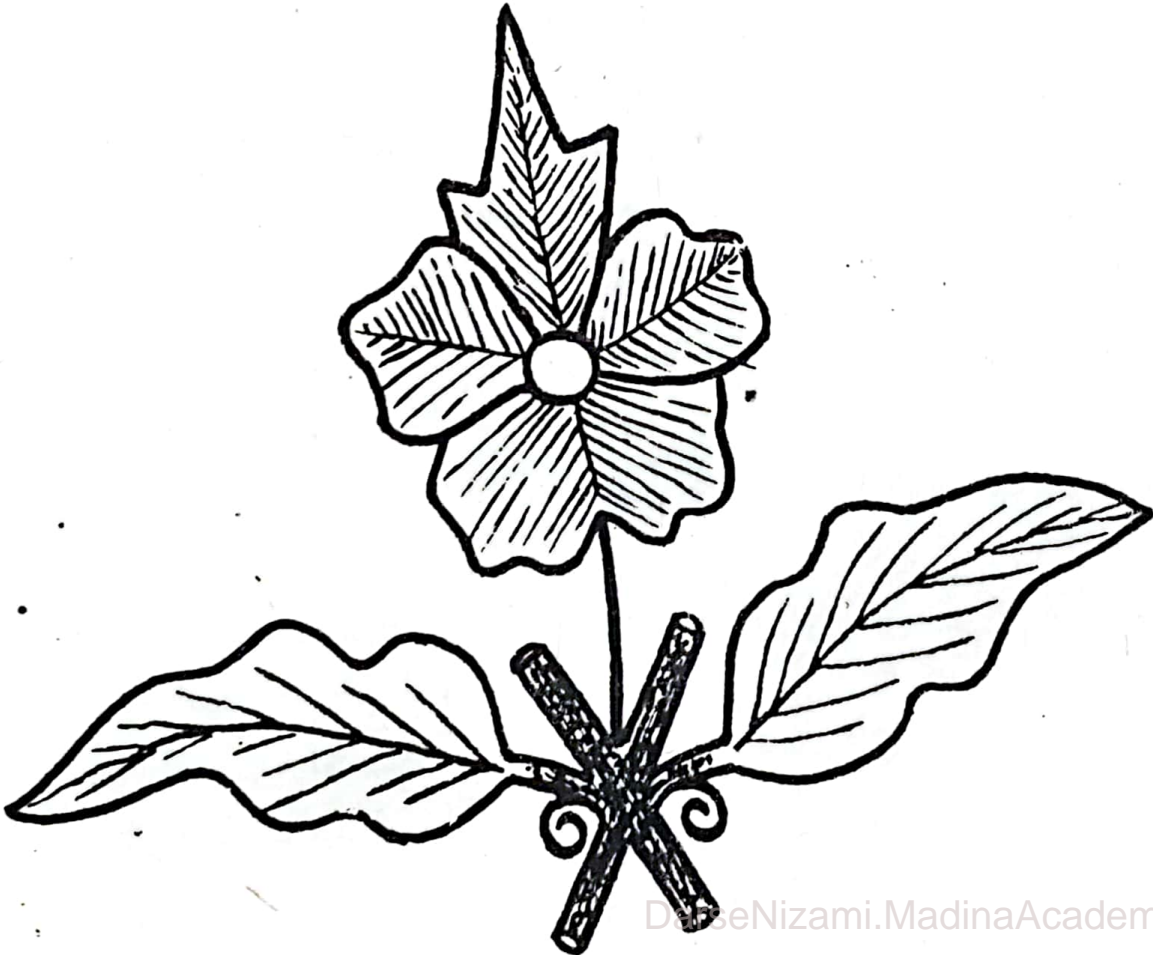
صفاتِ خمسہ: قیاس کی پانچ اقسام ہیں۔ (۱) برھان (۲) جدل (۳) خطابت (۴) شعر (۵) سفسطہ ان کی تعریفات اپنے اپنے مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

صغریٰ: جس مقدمہ میں اصغر ہو اسے صغریٰ کہتے ہیں۔ جیسے العالم متغیر میں العالم اصغر ہے۔

صناعۃ: ملکۃ نفسانیۃ یصدر عنھا الافعال الاختیاریۃ من غیر رؤیۃ ملکہ نفسانیہ ہے کہ اس سے افعالِ اختیاریہ صادر ہوتے ہیں بغیر رؤیت کے۔

صنف: ھو النوع المقید بقید عرضی کالانسان الرومی (جامع العلوم)
ایسی نوع کا نام ہے جو قید عرضی کے ساتھ مقید ہو جیسے انسان نوع ہے اور رومی ہونا عرضی ہے اور اس کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

صورۃ: مایمتاز بہ الشئی ویقال صورۃ الشئی مابہ یحصل الشئی بالفعل (جامع العلوم)
ایسی چیز کا نام ہے جس کے ساتھ شَے تمام اشیاء سے ممتاز ہو جائے جیسے زید کی صورت اور یہ بھی کہا گیا ہے شَے کی وہ صورت ہوتی ہے جس کے ساتھ شَے بالفعل حاصل ہو جائے۔

باب الضّاد

ضرورت: نسبت کا ممتنع الانفکاک ہونا جیسے الانسان حیوان میں انسان سے نسبت حیوانیت کا انفکاک ممتنع ہے۔
ضرورت ذاتی: نسبت (خواہ ایجابی یا سلبی) کا ذات موضوع کے لیے مطلقاً ضروری مان لینے کا نام ہے جیسے حیوانیت کا انسان کے لیے ہونا ضروری ہے۔
ضرورت وصفی: نسبت کا ذات موضوع کے لیے بشرط وصف عنوانی ضروری مان لینے کا نام ہے جیسے کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتباً
ضدان: دو وجودی صفتوں کا ایک جگہ یکے بعد دیگرے آنا اور ان دو صفتوں کا اجتماع محال ہو جیسے سواد اور بیاض اور آگ و پانی۔

فائدہ

ضدان اور نقیضان میں فرق: دو (نقیضیں) نہ جمع ہو سکتی ہیں اور نہ ہی ہر ایک اٹھ سکتی ہے جیسے وجود اور عدم اور ضدیں جمع تو نہیں ہو سکتیں اور ہر ایک اٹھ سکتی ہے جیسے سواد اور بیاض اسی طرح دو ضدوں میں دونوں چیزیں وجودی ہوا کرتی ہیں اور دو نقیضوں میں ایک وجودی اور دوسری عدمی ہوا کرتی ہے جیسے انسان لا انسان
ضرب: وہ صورت اور ہیئت جو صغریٰ اور کبریٰ کے ایجاب و سلب میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جیسے کل انسان حیوان ولا شئی من الحجر بحیوان میں جو صغریٰ اور کبریٰ کے ایجاب اور سلب سے جو صورت پیدا ہوتی ہے اسے ضرب کہتے ہیں۔

توضیح الکلام

اقسامِ ضرب

ضروبِ محتملہ: ایسی ضروب جو محض عقلی احتمال سے پیدا ہوں اور ان سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو جیسے دونوں سالبے کلیے مثلاً لا شئی من الانسان بحیوان ولا شئی من الحجر بحیوان
ضروبِ منتجہ: ایسی ضروب جن سے کوئی نتیجہ نکلتا ہو کل انسان حیوان ولا شئی من الحجر بحیوان تو نتیجہ آئے گا لا شئی من الحجر بانسان
ضرورۃ ازلیہ: مثل اللّٰہ عالم بالضرورۃ الازلیۃ ای ازلاً وابداً (جامع العلوم)
محمول کا ثبوت موضوع محمول کے لیئے ازلاً وابداً ہو جیسے علم کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیئے ازلاً وابداً ہے۔
ضرورۃِ وقتیہ: محمول کا ثبوت موضوع کے لیے وقتِ معین یا کسی وقت میں ہو۔

ضروری: المقابل للاکتسابی مالایکون تحصیله مقدوراًای مالا یکون بمباشرۃ الاسباب بالاختیار۔ (جامع العلوم)

ضروری اکتسابی کے مقابل کو کہتے ہیں ضروری وہ ہے جس کا حاصل کرنا اختیاراً اسباب کے استعمال کرنے کے ساتھ نہ ہو۔

باب الطّاء

طریق: ھو مایمکن التوصل بصحیح النظر فیہ الی المطلوب
یعنی ایسی شے کہ اس میں نظر صحیح کرنے سے مطلوب تک پہنچے جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث میں نظر کرنے سے عالم حادث حاصل ہو جاتا ہے۔

الطریق اللمی: حدِّاوسط خارج میں حکم کے لیے علت ہو جس طرح کہ وہ ذہن میں علت ہے۔

الطریق الانی: وہ ہے کہ جو صرف ذہن میں حد اوسط حکم کی علت ہو واقع میں حکم کی علت نہ ہو۔ (نوٹ) ان دونوں کی امثلہ تختی باء میں برھان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

طرد: مایوجب الحکم لوجود العلۃ و ھو تلازم فی الثبوت یعنی جو چیز علت کے وجود کی وجہ سے حکم کو واجب کرے یعنی ثبوت میں تلازم ہو جیسے جہاں سکر والی علت پائی جائے گی وہاں حرمت والا حکم بھی پایا جائے گا۔
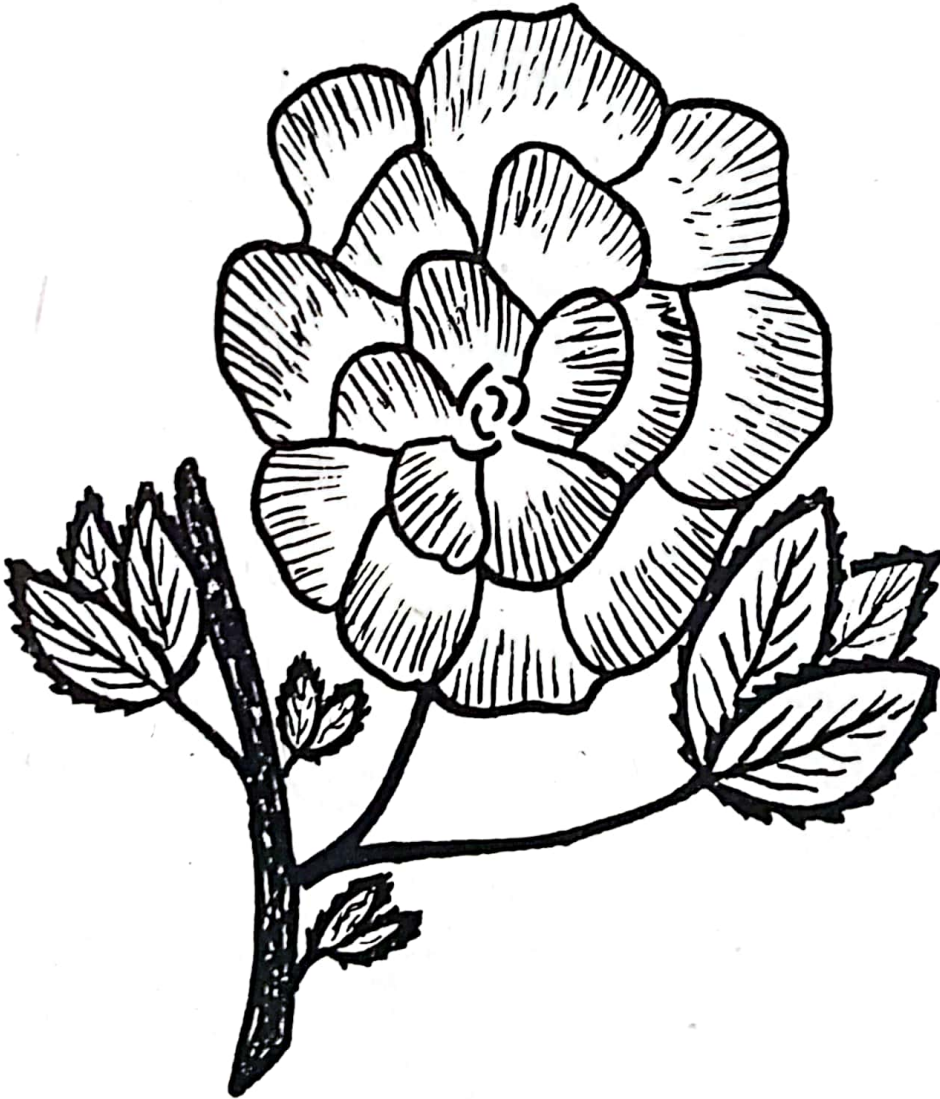
باب الظّاء

ظن: ایسی نسبت تامہ خبری ہے کہ جس میں عقل جانب راجح کے مقابل جانب مرجوح کو جائز رکھتی ہو تو اس جانب راجح کا نام ظن ہے جیسے زید قائم میں جو جانب راجح ہو گی اس کا نام ظن ہو گا بالفاظِ دیگر ایسے اعتقاد راجح کا نام ہے جو نقیض کا احتمال بھی رکھتا ہو۔

بعبارۃٍ اخری: الا عتقاد الراجح مع احتمال النقیض و قد یستعمل فی الیقین والشك کمایستعمل الشك فی الظن

ظن عبارت ہے ایسے اعتقاد سے جو راجح ہو اور نقیض کا بھی احتمال رکھتا ہو۔ اور کبھی ظن یقین اور شک میں استعمال کیا جاتا ہے جیساکہ استعمال کیا جاتا ہے شک ظن میں۔

علم: صاحبِ مرقات نے پانچ معنی ذکر کیے ہیں۔
معنیٰ اول ۔حصول صورۃ الشئی فی العقل یعنی صورۃ شے کا عقل میں حاصل ہونا ہے۔
معنیٰ ثانی الصورۃ الحاصلۃ من الشّئی عندالعقل یعنی علم ایسی صورۃ کا نام ہے جو عقل کے نزدیک شے سے حاصل ہونے والی ہے۔
معنیٰ ثالث الحاضر عندالمدرک یعنی علم ایسی شئی کا نام ہے جو مدرک کے نزدیک حاصل ہو۔
معنیٰ رابع قبول النفس لتلک الصورۃ یعنی علم نفس کا اس صورہ کو قبول کرنا ہے۔
معنیٰ خامس الاضافۃ الحاصلۃ بین العالم والمعلوم یعنی علم ایسی اضافت کا نام ہے جو عالم اور معلوم کے درمیان حاصل ہوتی ہے۔
معنیٰ سادس الحالۃ الادراکیۃ یعنی علم حالت ادراکیہ کا نام ہے جس کی تعبیر فارسی زبان میں دانش کے ساتھ کی جاتی ہے۔

تحقیق المقال

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ علم حقیقت میں منشا انکشاف ہے جو تصور بھی ہوتا ہے اور تصدیق بھی، بدیہی بھی ہوا کرتا ہے اور نظری بھی کاسب بھی ہوا کرتا ہے اور مکتسب بھی البتہ اس کے یقین میں بہت اختلاف ہے جس کے نتیجہ میں تیرہ مذہب ہونگے مگر مؤلف نے پانچ مذہب ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے پہلے چار حکماء کے مذہب ہیں اور پانچواں بعض متکلمین کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ علم عالم اور معلوم کے درمیان اضافت کا نام ہے۔ حضراتِ ماتریدیہ کے نزدیک علم ایک صفت بسیط ذات اضافت ہے جس کو وہ انجلائیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

فائدہ

حضراتِ ماتریدیہ کے نزدیک علم بھی دوسری صفات کی طرح سے ہے جیسے ہر وقت انسان متصف بالحلم والشّجاعت ہے اسی طرح ہر وقت متصف بالعلم بھی ہے نہ یہ کہ جس وقت کوئی چیز معلوم ہوتی ہے اسی وقت صفت علم بھی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حکماء کا خیال ہے مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ جب ہم کو کوئی چیز معلوم ہوئی تو اس وقت چار چیزیں حاصل ہوئیں۔

(۱) الصورۃ الحاصلۃ من الشئی عندالعقل

(۲) حصول تلک صورۃ فی العقل

(۳) قبول النفس لتلک الصورۃ

(۴) الاضافۃ الحاصلۃ بین العالم والمعلوم

حکماء یہ کہتے ہیں کہ جب یہ چیزیں حاصل ہوئیں اسی وقت صفت علم بھی پیدا ہوئی جو اس سے پہلے موجود نہ تھی اور

حضرات ماتریدیہ اس کے خلاف ہیں۔

تنبیہہ

جب کوئی چیز علم میں آئی اور مذکورہ بالا چار چیزیں حاصل ہوئیں تو کسی نہ کسی نے چاروں میں سے ایک کو اختیار کر کے مستقل مذہب بنالیا۔ رہا حاضر عند المدرک تو بعض حضرات کے بیان کے مطابق تو وہ علم کے دوسرے معنی ہیں اور سید زاہد ہروی فرماتے ہیں کہ شاید یہ اور صورت حاصلہ ایک ہی ہو۔ (واطلب التفصیل فی المطولات) نیز یہ بھی پوشید نہ رہے کہ اس اختلاف کو اختلاف لفظی قرار دینا صحیح نہیں بلکہ یہ اختلاف معنوی ہے۔

عِلمِ حصولی: ایسا علم جو مدرک کو صورت کے واسطہ سے حاصل ہو جیسے ہمارا علم۔

عِلمِ حصولی حادث: ایسا علم جس کا عالم حادث ہو جیسے ہمارا علم اپنی ذات اور صفات کے علاوہ کا۔

عِلمِ حصولی قدیم: ایسا علم ہے جس کا عالم قدیم ہو جیسے ملائکہ (عقول عشرہ) کا علم اپنی ذات و صفات کے ماسوا کا (عند الحکماء)

عِلمِ حضوری: ایسا علم ہے جو مدرک کو بغیر واسطہ صورت کے حاصل ہو جیسے زید کو اپنے نفس کا علم۔

عِلمِ حضوری حادث: ایسا علم ہے جس کا عالم حادث ہو جیسے ہم کو فقط اپنی ذات و صفات کا علم۔

عِلمِ حضوری قدیم: ایسا علم جس کا عالم قدیم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا علم۔

علمُ الیقین: ایسے یقین کا نام ہے جس کے حصول میں مشاہدے اور تجربہ کو دخل نہ ہو جیسے الجنۃ موجود کا علم۔

عینُ الیقین: ایسے یقین کا نام ہے جس کے حصول میں صرف مشاہدہ کو دخل ہو۔ جیسے ہمارا ہوائی جہاز کو دیکھنا ہے۔

عرض: ایسا ممکن ہے جس کا وجود ذھنی اور خارجی دونوں کسی موضوع (محل) کے محتاج ہوں۔ جیسے سواد

عرضِ عام: ایسی کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایک حقیقت اور اس کے غیر کے افراد پر محمول ہو جیسے ماشی

عرضِ لازم: ایسی کلی عرضی ہے جس کا شے معروض سے جدا ہونا محال ہو جیسے زوجیت اربعہ کے لئے۔

عرضِ لازم الماھیتہ: ایسا لازم ہے جس کا شے معروض سے جدا ہونا ماہیت کے اعتبار سے محال ہو جیسے زوجیت یہ اربعہ اشیاء کا لازم الماہیتہ ہے۔

عرضِ لازم الوجود الذہنی: ایسا لازم ہے جو اپنے معروض سے جدا ہونا صرف وجود ذہنی کے اعتبار سے ممتنع ہو جیسے مفہوم انسان کا کلی ہونا اس لیے کہ مفہوم انسان کو کلیت صرف ذہن میں لازم ہے خارج میں نہیں ہے۔

عرضِ لازم الوجود الخارجی: ایسا لازم ہے جو اپنے معروض سے جدا ہونا صرف وجود خارجی کے اعتبار سے محال ہو جیسے سواد حبشی کے لیے۔

عرضِ لازم بین: وہ ہوتا ہے جو دلیل برھانی کا محتاج نہ ہو خواہ حدس یا تجربہ وغیرہ پر موقوف ہو یا ان پر بھی موقوف نہ ہو جیسے ایک کے عدد کو طاق ہونا لازم ہے۔

عرضِ لازم بین بالمعنی الاخص: وہ لازم ہوتا ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم آجائے جیسے بصر اعمیٰ کے لیے لازم ہے جب اعمیٰ کا تصور کیا جائے گا تو پھر بصر کا تصور ضرور آئے گا۔

عرضِ لازم بین بالمعنی الاعم: وہ لازم ہے جس کے لزوم کا یقین لازم و ملزوم اور ان کے درمیان جو نسبت ہے ان کے تصور سے لازم آئے یعنی جب لازم و ملزوم کا اور ان کے درمیان جو نسبت ہے ان کا تصور کیا جائے تو ضرور اس بات کا یقین آجائے گا کہ یہ لازم اپنے ملزوم کو لازم ہے مثلاً اربعہ کو زوجیت لازم ہے جو آدمی ان تین چیزوں (اربعہ۔ زوجیت اور نسبت) کا تصور کرتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اربعہ زوج ہے۔

عرضِ لازم غیر بین: ایسے لازم کا نام ہے جو دلیل کا محتاج ہو۔

بالفاظِ دیگر ایسا لازم ہے کہ جس کے لزوم پر دلیل کی ضرورت ہو جیسے العالم حادث یہ دلیل کا محتاج ہے کہ لانہ متغیر و کل متغیر حادث تو نتیجہ آئے گا العالم حادث۔

عرضِ لازم غیر بین بالمعنی الاخص: ایسے لازم کا نام ہے جس میں ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور غیر ضروری ہو جیسے انسان (ملزوم) کے تصور کے لیے کتابت بالقوۃ کا تصور ضروری نہیں ہے۔

عرضِ لازم غیر بین بالمعنی الاعم: ایسے لازم کا نام ہے جس میں ملزوم اور لازم اور ان کے درمیان جو نسبت ہے ان کے تصور سے جزم باللزوم حاصل نہ ہو جیسے عالم کے لیے حدوث کیونکہ حدوث اور عالم اور ان کے درمیان جو نسبت ہے ان کے تصور سے اس امر کا یقین حاصل نہیں کہ حدوث عالم کو لازم ہے بلکہ یہ لزوم دلیل کا محتاج ہے۔

عرضِ مفارق: ایسے عرض کا نام ہے جس کا معروض سے جدا ہونا ممکن ہو۔

عرضِ مفارق بالامکان: ایسے عرض کا نام ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن تو ہو لیکن وہ کبھی بھی اپنے معروض سے بالفعل جدا نہ ہوتا ہو جیسے آسمان کی حرکت (عند الفلاسفہ) کا آسمان سے جدا ہونا ممکن تو ہے لیکن وہ کبھی جدا نہیں ہوئی۔

عرضِ مفارق بالفعل: ایسا عرض جو اپنے معروض سے بالفعل جدا ہو سکے عام ازیں کہ وہ بطئی الزوال ہو یا سریع الزوال

عرضِ مفارق بطئی الزوال: ایسا عرض ہے جو اپنے معروض سے دیر سے جدا ہو جیسے جوانی اور عشق مجازی۔

عرضِ مفارق سریع الزوال: ایسے عرض کا نام ہے جو اپنے معروض سے جلدی جدا ہو جائے جیسے شرمندہ کے چہرے کی سرخی اور ڈرنے والے کے چہرے کی زردی۔

عرضیات: خاصہ اور عرض عام کا نام ہے جیسے ضاحک و ماشی

علمِ ضروری: ایسا علم ہے جو کسی مقدمہ کی تقدیم کا محتاج نہ ہو جیسے انسان کو اپنے نفس کا علم اور الکل اعظم من الجزو کا علم اور اس علم کو بدیہی بھی کہتے ہیں۔

علمِ استدلالی: ایسا علم ہے جو کسی مقدمہ کی تقدیم کا محتاج ہو جیسے صانع کے ثبوت کا علم وہ اس طرح کہ العالم فلہٗ صانع پر استدلال یوں کیا جائے گا کہ لانہ موجود و کل موجود فلہٗ صانع تو نتیجہ آئے گا العالم فلہٗ صانع

علمِ فعلی: مالا یؤخذ من الغیر یعنی جو علم غیر سے حاصل نہ کیا جائے جیسے زید کا علم جو غیر سے نہ حاصل ہو۔

علمِ انفعالی: وما اخذ من الغیر یعنی جو علم غیر سے حاصل کیا جائے جیسے زید کا وہ علم جو غیر سے حاصل ہو۔
علمِ اکتسابی: ایسا علم جو اسباب کے استعمال کرنے سے حاصل ہو۔ جیسے العالم حادث کا علم
علم : الاعتقاد الجازم المطابق للواقع یعنی علم ایسے اعتقاد جازم کا نام ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ عندالمتکلمین جیسے حضور علیہ السلام خاتم النبین ہیں۔
علّت: ایسی شے کا نام ہے جس پر شے کا وجود موقوف ہو اور وہ شے سے خارج ہو اور اس میں مؤثر بھی ہو جیسے وجود نہار کی علت ہے طلوع شمس
علّتِ مادیہ: ایسی شے کا نام ہے جو معلول کا جزو ہو اور اس کی وجہ سے وجود معلول بالقوہ ہو۔ جیسے صندوق کے لیے لکڑی کے ٹکڑے۔
بالفاظِ دیگر مابہ الشیی بالقوۃ کا نام علت مادیہ ہے۔ یعنی ایسی علت کا نام ہے جس کے ساتھ شے بالقوۃ ہو جاتی ہے۔
علت صوریہ: ایسی علت کا نام ہے جو معلول کا جزو ہو اور اس کے سبب سے وجود معلول بالفعل ہو۔
بالفاظ دیگر مابہِ الشیی بالفعل کا نام علتِ صوریہ ہے جیسے صندوق کے لیے اس کی ہیئتِ مخصوصہ۔
علت فاعلیہ: ایسی علت کا نام ہے جو معلول سے خارج ہو اور اس میں مؤثر ہو اور اس کا موجد ہو جیسے گھر کے لیے معمار اور زیور کے لیے سنار اور صندوق کے لیے بڑھئی ہے۔
بالفاظ دیگر مامنہُ الشیی کا نام علّتِ فاعلیہ ہے۔
علّتِ غائیہ: ایسی علّت کا نام ہے جو معلول سے خارج ہو اور اس کے صدور کا باعث ہو۔
بالفاظِ دیگر ما لاجلہ الشئی جیسے صندوق کے لیے مقاصدِ مخصوصہ۔

فائدہ

غایت وفائدہ، غرض، علت غائیہ میں فرق
فعل پر جو اثر مرتب ہوتا ہے اگر فاعل کے فعل کا باعث نہ ہو تو اس اثر کو فائدہ اور غایت کہتے ہیں فائدہ اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور غایت اس لیے کہتے ہیں کہ اس اثر کے مرتب ہونے پر فعل کی نہایت ہو جاتی ہے اور اگر اثر فاعل کے فعل کا باعث ہو تو اثر کو فاعل کی غرض اور فعل کی علت غائیہ کہتے ہیں مثلاً تادیب ضارب کی غرض ہے اور ضرب کی علت غائیہ ہے۔

فائدہ جلیلہ

وجہ حصر عللِ اربعہ

علّت مرکب کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ مرکب سے خارج ہوگی یا داخل۔ اگر داخل ہو تو دو صورتیں ہیں کہ دیکھیں گے کہ اس سے مرکب کا وجود بالفعل ہوگا یا بالقوہ دوسری صورت میں علتِ مادیہ ہے اور پہلی صورت میں علتِ صوریہ ہے۔ اگر خارج ہوگا تو پھر دو صورتیں ہیں کہ دیکھیں گے کہ اس سے مرکب کا صدور ہوگا یا وہ مرکب کے صدور کے لیے باعث ہوگی۔ پہلی صورت میں علت فاعلیہ ہوگی اور دوسری صورت میں علت غائیہ ہوگی۔
علّتِ تامہ: ایسی علت کا نام ہے جس کے وجود سے معلول کا وجود واجب ہوگا۔ جیسے طلوع شمس سے وجود نہار کا وجود واجب ہے۔

علّتِ ناقصہ: جو علّتِ تامہ نہ ہو۔ جیسے بادل سے بارش کا وجود ضروری نہیں ہے۔

علاقہ: (بکسرِ العین) اس کا استعمال محسوسات میں ہوتا ہے۔ جیسے ریل گاڑی کے ڈبوں کا تعلق ایک دوسرے سے۔

علاقہ: (بفتح العین) اس کا استعمال معانی میں ہوتا ہے جیسے باپ اور بیٹے کا تعلق ہوتا ہے۔

عوارض: جو شے کو عارض ہوتے ہیں جیسے الانسان کاتب میں کتابت انسان کو خارج سے عارض ہے۔

عوارض ذاتیہ: ان عوارض کو کہتے ہیں جو شے کو لذاتہ (جزء کے واسطہ سے یا امر خارج مساوی یا شے کی ذات کو بلاواسطہ) عارض ہوں جیسے تعجب ذات انسان کو لاحق ہوتا ہے۔

"قاضی" میں عبارت یوں ہے الامور الخارجیۃ العارضۃ للطبیعۃ من حیث ھی ھی یعنی عوارض ذاتیہ ایسے امور خارجیہ ہیں جو کسی چیز کو لذاتہا عارض ہوتے ہیں۔

عوارض غریبہ: ایسے عوارض کا نام ہے جو شئی کو خارج (عام۔ خاص۔ مباین) کے واسطہ سے عارض ہوں مثلاً ضحک عارض ہوتا ہے۔ حیوان کو انسان کے واسطہ سے اور انسان حیوان سے خاص ہے۔

توضیح المقام

عوارض کی کل چھ اقسام ہیں۔

اول ایسا عارض جو شے کو لذاتہٖ عارض ہو جیسے تعجب انسان کے لیے۔

ثانی ایسا عارض جو شے کو اس کے جزء کے واسطہ سے عارض ہو جیسے حرکت بالارادہ انسان کو اس کے حیوان ہونے کے واسطہ سے لاحق ہوتی ہے۔

ثالث ایسا عارض جو شے کو ایسے امر کے واسطہ سے لاحق ہو جو شے کے مساوی ہو جیسے ضحک انسان کو تعجب کے واسطہ سے عارض ہوتا ہے اور تعجب انسان کے مساوی ہے ان عوارض کو عوارض ذاتیہ کہتے ہیں۔

رابع ایسا عارض جو شے کو ایسے امر کے واسطہ سے لاحق ہو جو معروض سے عام ہو جیسے وہ حرکت جو ابیض کو جسم کے واسطہ سے عارض ہوتی ہے جبکہ جسم ابیض سے عام ہے۔

خامس ایسا عارض جو شے کو ایسے امر کے واسطہ سے عارض ہو جو معروض سے خاص ہو جیسے ضحک حیوان کو عارض ہوتا ہے انسان کے واسطہ سے اور انسان حیوان سے خاص ہے۔

سادس ایسا عارض جو شے کو ایسے امر کے واسطہ سے لاحق ہو جو شے کے مبائن ہو جیسے حرارت پانی کو آگ کے واسطہ سے عارض ہوتی ہے اور آگ پانی کے مبائن ہے ان عوارض کو عوارضِ غریبہ کہتے ہیں۔

عقل: میر صاحب رحمہ اللہ نے کتابُ التعریفات میں عقل کے کئی معانی کیے ہیں۔

(معنیٰ اول) ایسے جوہر کا نام ہے جو فی ذاتہٖ مادہ سے خالی ہوتا ہے اور اپنے فعل میں مادہ کے مقارن ہوتا ہے جسے نفسِ ناطقہ کہتے ہیں۔ جس کی طرف ہر آدمی اَنَا سے اشارہ کرتا ہے۔

(معنیٰ ثانی) بعض کہتے ہیں کہ عقل آدمی کے دل میں نور ہوتا ہے جس سے حق اور باطل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(معنیٰ ثالث) عقل ایسا جوھر ہے جو مادہ سے خالی ہوتا ہے اور اس کا تعلق بدن کے ساتھ تدبیر اور تصرف والا ہوتا ہے۔

عقل: عقل ایسا جوھر روحانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور وہ انسان کے بدن سے متعلق ہوتا ہے۔

عدد منطق : اسم الفاعل من باب الافعال وفی اصطلاح الحساب هوالعدد الذی یکون له احد الکسور التسعة اویکون له جذر علی سبیل منع الخلو وانماسمی منطقاً لانهٗ ناطق بجذرہ وکسرہ۔ لفظ منطق علم صرف کے لحاظ سے باب افعال سے اسم فاعل ہے اور اصطلاح حساب میں ایسے عدد کا نام کہ اس کے لیئے نو کسور (نصف۔ ثلث۔ ربع۔ خمس۔ سبع۔ ثمن۔ تسع) میں کوئی ایک ہو یا زیادہ ہوں یا اس کے لیئے کوئی جذر (یعنی اس جیسا عدد ہو کہ اس میں ضرب دی گئی ہو مثلاً 16 کا عدد ہے کہ چار کو چار میں ضرب دینے سے حاصلِ ضرب 16 آیا ہے) اس کو منطق اس لیئے کہتے ہیں کہ یہ اپنی جذر اور کسر کے ساتھ ناطق ہوتا ہے اور اس کے مقابل اصم ہے۔

عددِ اصم: منطق کی ضد کا نام ہے

عکس: ہو تلازم فی الانتفاء یعنی جب کسی چیز پر حد سچی نہ آئے تو محدود بھی سچا نہ آئے مثلاً جب کسی چیز پر حیوان ناطق سچا نہ آئے تو انسان بھی سچا نہ آئے۔
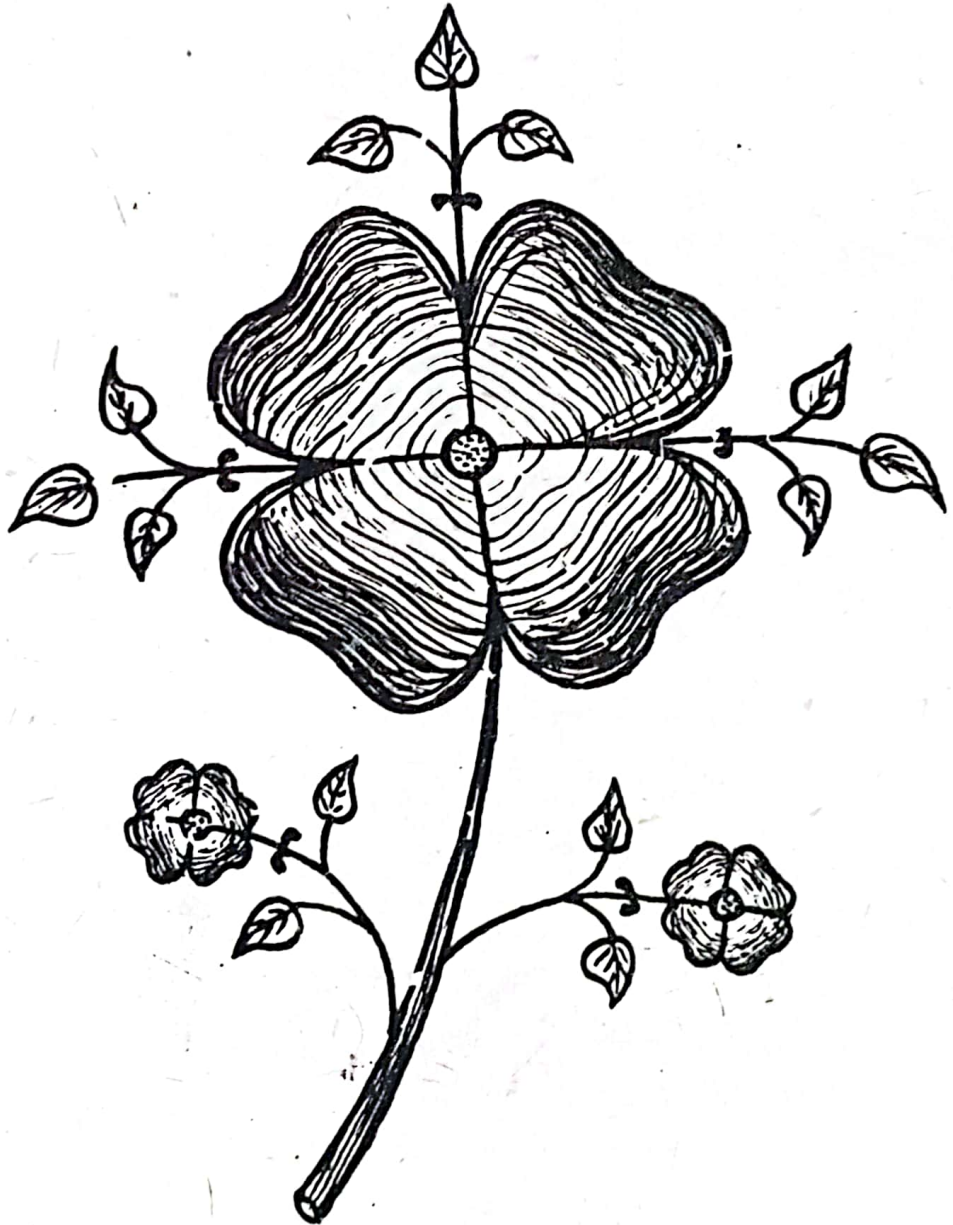
عکس مستوی کتب منطقیہ کے آئینہ میں

عکس مستوی کے مفہوم کی توضیح کے لیے کتب درسِ نظامی کی عبارات تحریر کی جاتی ہیں تاکہ عکس مستوی کا مفہوم آشکار ہو سکے عبارات نقل کرنے کے بعد ہم اصل مسئلہ (جو مقصود بحث ہے) پر گفتگو کریں گے۔ (وما توفیقی الا باللہ)

عبارات

حاشیہ حمد اللہ مع بقاء الصدق پر حاشیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ولا یلزم بقاء الکذب لان العکس لازم للاصل فلا بد من صدق اللازم عند صدق الملزوم واما کذبہ فلیس بضروری کقولنا کل حیوان انسان مع قولنا بعضُ الانسان حیوان۔

مفہوم عبارت مع بقاء الصدق کی عبارت پر حمد اللہ میں حاشیہ نمبر۲ ہے جس کی عبارت اوپر ذکر کی گئی ہے کہ عکس کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر اصل سچا ہے تو اصل بھی سچا ہے اور اگر عکس جھوٹا ہے تو ضروری نہیں کہ عکس بھی جھوٹا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قضیہ کے اصل کے لیے عکس لازم ہوا کرتا ہے تو پھر یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ملزوم کے سچا آنے سے لازم کا سچا آنا ضروری ہے اس صورت میں اگر اصل کاذب ہے تو عکس ضروری جھوٹا ہوگا حالانکہ کبھی اصل جھوٹا ہونے کی صورت میں عکس سچا آتا ہے جیسے اصل کل حیوان انسان جھوٹا ہے اور اس کا عکس بعضُ الانسان حیوان سچا ہے۔

القول الفیصل مناطقہ کے قواعد کلیہ ہوا کرتے ہیں اگر ایک جگہ ان کا قاعدہ غلط آجائے تو وہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں کرتے تو یہاں بھی قاعدہ ٹوٹ رہا ہے کہ اصل تو جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس سچا ہے تو اس صورت میں عکس کی تعریف میں یہ کہنا کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہوگا یہ فحش غلطی ہوگی۔

سلم العلوم: العکسُ المستوی و المستقیم تبدیل صرفی القضیة مع بقاء الصدق والکیف۔

قطبی: العکسُ المستوی و ھو عبارة عن جعل الجزء الاول من القضیة ثانیا و الجزء الثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالھما۔

شرح تہذیب: عکسُ المستوی تبدیل طرفی القضیة مع بقاء الصدق والکیف۔

مرقات: العکسُ المستوی و یقال لہ العکسُ المستقیم ایضا ھو عبارة عن جعل الجزء الاول من القضیة ثانیا و الجزء الثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف۔

قال اقول: ولم یعتبر بقاء الکذب لانہ لا یلزم من کذب الملزوم کذب اللازم فان قولنا کل حیوان انسان کاذب مع صدق عکسہ و ھو قولنا بعضُ الانسان حیوان فعلی ھذا قول المصنف و التکذیب لایکون الاخطاء فاحشا۔

بدایۃ المنطق: استاذی المکرم بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب بدایۃ المنطق میں عکس مستوی کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ قضیہ کی جزو اول کو جزو ثانی کی جگہ پر اور جزو ثانی کو جزو اول کی جگہ پر لے جانے کو عکس کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اصل قضیہ کا صدق باقی رہے یونہی کیف (ایجاب و سلب) میں اصل و عکس کا موافق ہونا بھی شرط ہے۔

توضیح العبارۃ: صاحب قال اقول نے عکس مستوی کی تحقیق اس طرح فرمائی ہے کہ عکس مستوی کی تعریف کذب کے باقی رہنے کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ ملزوم کے کاذب ہونے سے لازم کا کاذب ہونا ضروری نہیں ہے حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کی توضیح کے لیے ایک مثال دی ہے کہ جس میں اصل تو کاذب ہے اور اس کا عکس صادق ہے مثلاً کل حیوان انسان یہ کاذب ہے مگر اس کا عکس بعضُ الانسان حیوان یہ صادق ہے۔ مصنف رحمہ اللہ اپنی اس تحقیق کے بعد صاحب ایساغوجی کا رد بلیغ فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ صاحب ایساغوجی کا بقاء الکذب کا قول خطاء فاحش (متجاوز عن الحد) ہے۔

خلاصہ مفہوم عکس مستوی کتب مذکورہ کی روشنی میں

عکس مستوی قضیہ کے پہلے جزو کو جزو ثانی اور جزو ثانی کو پہلی جزو بنا دینا بشرطیکہ قضیہ کا صدق و کیف باقی رہے اور قضیہ کے کذب کی بقاء ضروری نہیں ہے کیونکہ کبھی اصل کاذب اور اس کا عکس سچا ہوتا ہے۔

لمحہ فکریہ

صاحب تعلیم المنطق زید علمہ وعمرہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ انہوں نے متبدیوں کے لیے یہ رسالہ لکھ کر ان کے ذہن کو مضطرب کیا ہے کیونکہ مبتدی طالب علموں کو جب یہ مسئلہ (کہ اگر اصل کاذب ہے تو عکس بھی کاذب ہوگا) ذہن نشین ہو جائے گا تو بعد میں ان کا سمجھنا مشکل ہو جائے گا یا تو انہوں نے یہ کتابیں دیکھی ہی نہیں یا ان کتابوں کی عبارت سمجھنے سے ان کی عقل قاصر رہی واللہ اعلم بالصواب۔ نیز تقریظ لکھنے والے حضرات نے یا تو اس مقام کو نظرِ عمیق سے دیکھا نہیں یا ان کے نزدیک صاحب تعلیم المنطق کا موقف صحیح ہے دوسری صورت میں یہ مؤقف بعد از تحقیق ہے۔

العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ نقشبندی مجددی ثمر قپوری بندیالوی فتودالوی

فقہ حنفی کی روشنی میں مرد اور عورت کیلئے نماز پڑھنے کے غلط اور صحیح طریقہ کی پہچان (عنقریب منظر عام پر آرہی ہے)

اعتراض

مجموعہ منطق کی عبارت سے عکس مستوی کی تعریف میں کذب کا شرط ہونا واضح ہے جبکہ مجموعہ منطق کی عبارت یہ ہے عکس عبارت است از انچہ محکوم علیہ را محکوم بہ کنند بابقای سلب و ایجاب و صدق و کذب۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ کذب شرط نہیں ہے یہ صحیح نہیں ہے نیز بظاہر کتبِ منطقیہ کی عبارات میں تعارض ہے جبکہ کچھ کتب سے کذب شرط ہے اور کچھ سے شرط نہیں ہے۔

الجواب بعون الوھاب

مجموعہ منطق کا صفحہ نمبر ۳۰ حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں کہ حاشیہ کی عبارت یہ ہے قولہ کذب ظاہر آنست کہ از قلم ناسخ ست زیرا کہ جائز است کہ صادق لازم باشد کاذب را چوں کل حیوان انسان کاذب است و عکس ان بعض الانسان حیوان صادق ست ورنہ مناقضہ صریح ست در کلام مصنف کہ در شرح ایساغوجی گفتہ واما اشتراط ابقاء الکذب ممالم یقل بہ احد۔

مفہوم عبارت: محشّی فرماتے ہیں کہ مجموعہ منطق میں کذب کا لفظ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اصل قضیہ (جو کہ کاذب ہے) تو اس کا عکس (جو کہ صادق ہے) اس قضیہ کو لازم ہو گا جیسے عبارت میں مثال واضح ہے کہ اصل قضیہ تو کل حیوان انسان یہ جھوٹا ہے اور اس کا عکس بعضُ الانسان حیوان یہ سچا ہے اگر مجموعہ منطق کی عبارت میں لفظ کذب کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر مصنف رحمہ اللہ کی اپنی کلام تعارض کا شکار ہو جائے گی۔ کیونکہ شرح ایساغوجی میں مصنف رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ کذب کو باقی رکھنے کی شرط لگانا یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس شرط کا کوئی بھی قائل نہیں ہے جیسا کہ احقر نے عبارات تحریر کر دیں ہیں اب ہم بطور تمہید کتبِ منطقیہ کی عبارات تحریر کرنے کے بعد اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تعلیم المنطق میں لفظ کذب غلط ہے: ہم تعلیم المنطق کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں کہ صاحبِ کتاب عکس مستوی کی بحث میں صفحہ نمبر ۶۷ میں عکس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قضیہ کی جزو اول کو جزو ثانی کی جگہ اور جزو ثانی کو جزو اول کی جگہ رکھ دینا اس طور پر کہ ایجاب و سلب اور صدق و کذب باقی رہے۔ اس تعریف میں لفظ کذب کہنا غیر صحیح ہے کیونکہ ہم نے کتب کی عبارات نقل کر کے وضاحت کر دی کہ عکس کی تعریف میں لفظ کذب کے باقی رہنے کی شرط لگانا یہ بعید از تحقیق اور تدقیق ہے۔ صاحب تعلیم المنطق کا لفظ کذب لانا ناتجربہ کاری پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

نیز نقل را عقل باید بغیر جوہر استعداد کے لکیر کے فقیر کو کتابیں نقل کرنا ظلمِ عظیم ہے

عکس کے بارے میں استاذ العرب والعجم استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہ العالی کی تحقیق:

استاذی المکرم علامہ عطا محمد صاحب زید عمرہٗ فرمایا کرتے ہیں کہ عموماً چھوٹی کتابوں میں اساتذہ طلبا کو پڑھایا کرتے ہیں کہ اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو گا یہ غلط ہے البتہ یہ ضروری ہو گا کہ اگر اصل سچا ہے تو عکس بھی سچا ہو گا۔

اقول: ناتجربہ کار مصنفین اور مدرسین اپنی تصنیف و تدریس میں شد و مد سے تحریر اور بیان کرتے ہیں کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو گا حالانکہ نظرِ عمیق سے دیکھا جائے تو یہ بات بعید از تحقیق ہے اس کی وجہ معقول یہ ہے کہ

منطق کے قواعد کلیہ ہوا کرتے ہیں جب کسی ایک جزئی میں اگر قاعدہ صادق نہ آئے تو ان کے نزدیک یہ قاعدہ معتبر نہیں ہوتا بلکہ وہ قاعدہ قاعدہ ہی نہیں ہوا کرتا۔ اسی بات کا استدلال ہم کتبِ منطقیہ سے کرتے ہیں کیونکہ متعدد جگہ جب کسی جزئی پر قاعدہ سچا نہیں آتا تو اس قاعدہ کو ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ سلم العلوم میں ہے کہ والسالبۃ الجزئیۃ لاتنعکس لجواز عموم الموضوع او المقدم یعنی سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا کیونکہ اگر سالبہ جزئیہ کا عکس آئے عام ازیں کہ سالبہ جزئیہ ہو یا کلیہ ہو تو پھر اصل کے ہر مادہ کو یہ عکس لازم ہونا چاہئے جبکہ قاعدہ تو یہی ہے کہ عکس اصل کو بلا استثناء کے ہر مادہ میں لازم ہوا کرتا ہے حالانکہ بعض مادوں میں جب قضیہ کا موضوع محمول سے عام ہو تو وہاں اس سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا جبکہ منطق کے قواعد کلیہ ہوا کرتے ہیں مثلاً سالبہ بعض الحیوان لیس بانسان یہ تو سچا ہے لیکن اس کا عکس بعض الانسان لیس بحیوان سچا نہیں ہے۔ اگرچہ بعض مادوں میں سالبہ جزئیہ کا عکس سچا آتا ہے جیسے کہ بعض الحجر لیس بانسان اور اس کا عکس بعض الانسان لیس بحجر صادق ہے لیکن چونکہ منطق کے قواعد کلیہ ہوا کرتے ہیں لہٰذا مناطقہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس بالکل آتا ہی نہیں ہے اسی طرح عکس کی تعریف میں یہ تو صحیح ہے کہ اگر اصل سچا ہو تو عکس بھی سچا ہو گا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو گا۔ کیونکہ بعض جگہ اصل تو جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس سچا ہے جیسے یہ قضیہ کل حیوان انسان جھوٹا ہے۔ لیکن اس کا عکس یعنی بعض الانسان حیوان یہ سچا ہے تو یہاں وہ قاعدہ سچا نہیں آرہا کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو گا لہٰذا عکس کی تعریف میں یہ شرط لگانی غلط ثابت ہو گئی کیونکہ شرط تو ہر جگہ جاری ہوتی ہے جبکہ منطق کے قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔

حاصل کلام: یہ ہوا کہ اس قسم کی اردو کی کتابیں ابتدائی نصاب میں شامل نہیں کرنی چاہئیں جو بغیر تحقیق اور تجربہ کے لکھی گئی ہوں البتہ درسِ نظامی میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں ہمارے اسلاف کی ابتدائی کتب درس نظامی میں پہلے سے موجود ہیں وہ پڑھانی چاہئیں۔ جن سے طالب علموں کی استعداد مضبوط ہو جائے۔ مزید برآں معلم حکیم شاگرد کو وہ چیزیں نہیں سکھاتا جو اس کے ذہن کو کج کر دیں۔ اسی طرح عکسِ نقیض کی بحث میں یہ کہنا غلط ہے کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو گا۔ نامعلوم ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ جو کتابیں متعدد تطفلات سے بھرپور ہیں وہ داخل نصاب کر دیں۔ فاحفظ المقام۔ فتدبر۔ فتفکر۔ فتشکر۔

عدیم الزوال: وہ مفارق ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن تو ہو لیکن جدائیگی کبھی واقع نہ ہو جیسے حرکت فلک (عند الفلاسفہ)

العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ نقشبندی مجددی بندیالوی

عکس نقیض عند القدماء: قضیہ کے دونوں جزؤں کی نقیض نکال کر جزو اول کی نقیض کو ثانی کی جگہ اور جزو ثانی کی نقیض کو اول کی جگہ لے جانے کو قدماء عکسِ نقیض کہتے ہیں بشرطیکہ اصل قضیہ کا صدق باقی رہے۔ یونہی کیف (ایجاب و سلب) میں اصل و عکس کا موافق ہونا شرط ہے پس اگر اصل موجبہ ہو تو عکسِ نقیض بھی موجبہ ہو گا اور اگر اصل سالبہ ہو تو عکسِ نقیض بھی سالبہ ہو گا جیسے کل انسان حیوان کا عکسِ نقیض متقدمین کے نزدیک کل لا حیوان لا انسان ہے۔

عکس نقیض عند المتاخرین: قضیہ کے جزو ثانی کی نقیض نکال کر اول کی جگہ اور جزو اول کو بعینہٖ ثانی کی جگہ پر لے جانے کو متاخرین عکسِ نقیض کہتے ہیں بشرطیکہ اصل قضیہ کا صدق باقی رہے لیکن کیف میں اختلاف ہو یعنی ایجاب اور

سلب میں اصل و عکس کا مختلف ہونا شرط ہے لہٰذا اگر اصل موجبہ ہو تو عکس نقیض سالبہ ہوگا اور اگر اصل سالبہ ہو تو عکس نقیض موجبہ ہوگا جیسے کل انسان حیوان کا عکس نقیض متاخرین کے نزدیک لا شئی من لا حیوان بانسان ہے۔

فائدہ

موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض متقدمین کے نزدیک نہیں آتا (جس کی وجہ دوسری کتابوں سے معلوم ہوگی) موجبہ کلیہ کا عکس نقیض عند القدماء موجبہ کلیہ ہی آتا ہے اور سالبہ عام ازیں کہ جزئیہ ہو یا کلیہ اس کا عکس نقیض متقدمین کے نزدیک سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے۔ نیز متقدمین کا عکس نقیض علوم میں معتبر ہے کیونکہ ان کے مذہب پر کوئی اعتراض نہیں۔

ازالتہ الخفاء

عکسِ نقیض کی تعریف میں بھی اذہانِ سطحیہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں وہ یہاں بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس نقیض بھی جھوٹا ہوگا حالانکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض جگہ اصل تو کاذب ہے لیکن اس کا عکس نقیض صادق ہے جیسے لا شئی من الحیوان بانسان اصل تو کاذب ہے مگر اس کا عکس نقیض بعضُ الانسان لیسَ بلا حیوان صادق ہے۔ فتدبر۔ فتشکر۔

العبد الضعیف غلام محمد

نقشبندی مجددی شرقپوری بندیالوی فتووالوی

علاقہ: بالفتح تستعمل فی المعقولات بالکسر فی المحسوسات وھی الحب اللازم للقلب وسمی علاقۃ لتعلیق القلب بالمحبوب وعند المنطقیین شئی بسببہ یستصحب ای یستلزم امرا امراً والمراد بھا فی تعریف المتصلۃ اللزومیۃ شئی بسببہ یستصحب المقدم التالی کالعلیۃ والتضایف۔ (جامع العلوم)

علاقہ فتح کے ساتھ اس کا استعمال معقولات اور معانی میں ہوتا ہے اور علاقہ کسر کے ساتھ اس کا استعمال محسوسات میں ہوتا ہے۔ جیسے ریل کے ڈبوں کا ایک دوسرے کے ساتھ۔ علاقہ (بالفتح) ایسی محبت کا نام ہے جو قلب کو لازم ہوا کرتی ہے۔

وجہ تسمیہ: علاقہ کو بھی علاقہ اسی لیئے کہتے ہیں کہ قلب محبوب کے ساتھ معلق ہو جاتا ہے اور منطقیوں کے نزدیک علاقہ ایسی شئی کا نام ہے جس کے سبب سے ایک امر دوسرے امر کو مستلزم ہوا کرتا ہے جیسے علیۃ اور تضایف۔ علیۃ کی مثال ان کانت الشمسُ طالعۃ فالنہار موجود۔ تضایف کی مثال ان کان زیدا ابا عمرٍو فیکون عمرو ابنہ۔

علت الوجود: ھی مایتوقف علیہ اتصاف الماھیۃ (جامع العلوم) ایسی چیز کا نام ہے جس پر ماہیت کا متصف ہونا موقوف ہو

علت الماھیتہ: ھی مایتقوم بہ الماہیۃ المتقومۃ باجزائھا بالوجود الخارجی (جامع العلوم) ایسی چیز کا نام ہے جس کے ساتھ وجود خارجی میں ماہیتہ متقوم اپنے اجزاء کے ساتھ متقومہ ہو سکے۔

عین: لمعان کثیرۃ۔ الجاریۃ وجمعہ العیون۔ والموجود فی الخارج وجمعہ الاعیان والباصرۃ وجمعہ الاعین وغیر ذٰلک کما بین فی کتبُ اللغۃ عین کے متعدد معانی ہیں (۱) جاریہ کشتی۔ آفتاب۔ چھوٹی لڑکی اس معنی میں عین کی جمع عیون آئے گی (۲) موجود فی الخارج یعنی جو بھی چیز خارج میں موجود ہے اس معنیٰ میں عین کی جمع اعیان

آئے گی (۳) باصرہ یعنی آنکھ دیکھنے والی اس معنی میں عین کی جمع اعین آئے گی۔ عین کے اور بھی کئی معانی لغت میں بیان کیے گئے ہیں۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ج

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (الحشر)

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی فیصل آباد

ناشر: صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی

باب الغین

غایۃ: اعلم ان مایترتب علی فعل ان کان تصورہ باعثاً للفاعل علی صدورہ عنہ یسمی غرضاً وعلۃ غائیۃ والایسمی فائدۃ ومنفعۃ وغایۃ والمرادبکون تصور الفعل باعثاً للفاعل علی صدورہ منہ انہ محتاج الیہ فی تحصیل کمالہ ویکون بدونہ ناقصاً بالذات ومعہ یکون مستکملاً لغیرہ فیکون تصور الغرض ممالابد للفاعل منہ لئلا یبقی ناقصاً ولذا قالواان افعال اللّٰہ تعالٰی لیست معللۃ بالاغراض وان کانت فیہافوائدومنافع ومصالح وغایات فافہم واحفظ (جامع العلوم)

جو چیز فعل پر مترتب ہوتی ہے اسکی دو صورتیں ہیں اگر اس کا تصور فاعل کے فعل کے صدور پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والا ہے تو اس کا نام غرض اور علت غائیہ ہے۔ اور اگر اس کا تصور ابھارنے والا نہیں ہے تو پھر اسے فائدہ' منفعت اور غایۃ کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہوا فاعل کا وہ تصور جو فاعل کو فعل کے صدور پر ابھارنے والا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فاعل فعل کے تام ہونے میں اس کے تصور کا محتاج ہے اور اس کے بغیر نقصان لازم آئے گا اور اس فعل کے تصور کی وجہ سے وہ فعل کو مکمل کرے گا لہٰذا غرض کا تصور اس فاعل کے لیئے ضروری ہے ورنہ فعل ناقص رہ جائے گا۔ اسی لیئے اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوا کرتے اگرچہ اللہ تعالٰی کے افعال میں فوائد' منافع' مصالح اور غایات ضرور ہوا کرتے ہیں۔
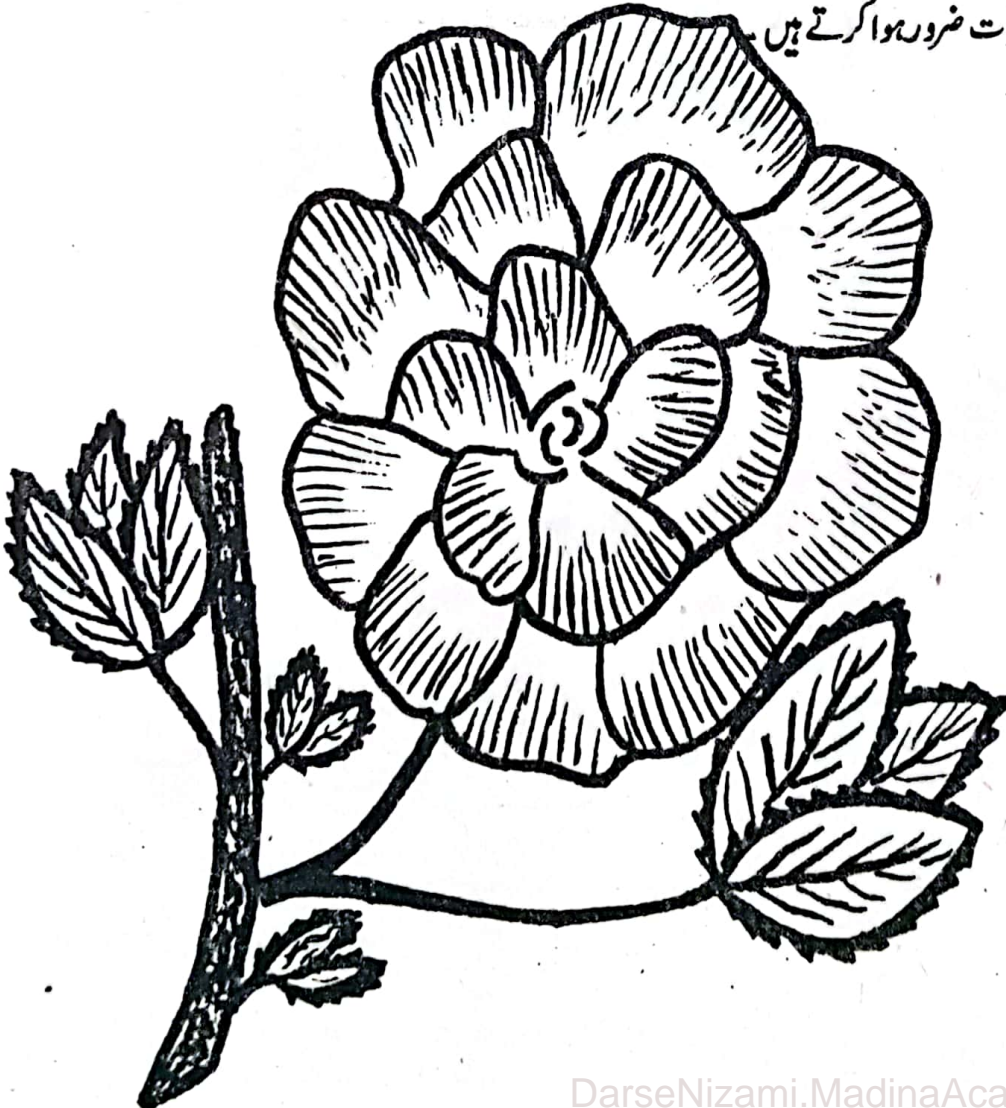
فرد: وہ ہے جس پر کلی صادق آئے مثلاً انسان زید پر صادق آتا ہے تو زید انسان کا فرد ہے۔

فکر: ھو ترتیب امور معلومه للتادی الی مجھول۔ یعنی چند ایسے امورِ معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ ان کو ترتیب دینے سے امرِ مجہول حاصل ہو جائے اسی کو نظر بھی کہتے ہیں۔ جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث انہیں ترتیب دینے سے عالم حادث حاصل ہو جائے گا۔

فطریات: ایسے قضایا بدیہیہ کا نام ہے جن کا جزم ایسے حدِ اوسط کے واسطہ سے ہو کہ اس کا تصور طرفین کے تصور کے لیے لازم ہو جیسے الاربعۃ زوج کا جزم منقسم بمتساویین کے واسطہ سے اس طرح ہوتا ہے کہ ذہن ایک قیاس ترتیب دیتا ہے کہ الاربعة منقسم و کل منقسم بمتساوین فھو زوج اس صورت میں منقسم بمتساویین کا تصور تصورِ اربعہ اور تصورِ زوج کے لیے لازم ہے۔ فطریات کو قضایا قیاساتہا معہا بھی کہتے ہیں۔

فصل: ھو کل ذاتی مقول علی کثیرین مختلفین بالعدد دون الحقیقة فی جواب ای شئی ھو فی ذاتہٖ یعنی فصل ایسی کلی ذاتی کا نام ہے کہ جو شئی (ایسے افراد جن کی حقیقت متفق ہے یعنی نوع) پر ای شئی ھو فی ذاتہٖ کے جواب میں محمول ہو جیسے انسان کے متعلق سوال کیا جائے کہ الانسان ای شیئی ھو فی ذاتہٖ تو جواب میں ناطق واقع ہو گا ناطق انسان کی فصل ہو گی۔

فصلِ قریب: کسی ماہیت کی فصل قریب وہ فصل ہے جو اس ماہیت کو تمام اغیار سے ممتاز کر دے جیسے انسان کے لیے ناطق فصل قریب ہے بالفاظ دیگر فصل قریب ایسی فصل کا نام ہے جو نوع کو ان چیزوں سے تمیز دے جو اس نوع کے ساتھ جنس قریب میں شریک ہیں جیسے ناطق نے انسان کو فرس وغیرہ سے تمیز دی ہے لہٰذا یہ فصل قریب ہو گی۔

فصلِ بعید: کسی ماہیت کی فصل بعید وہ فصل ہے جو اس ماہیت کو بعض اغیار سے ممتاز کر دے جیسے انسان کے لیے حساس فصل بعید ہے بالفاظِ دیگر فصل بعید ایسی فصل کا نام ہے جو نوع کو ان چیزوں سے تمیز دے جو اس نوع کے ساتھ جنس بعید میں شریک ہیں جیسے حساس انسان کو نباتات سے تمیز دیتا ہے لہٰذا حساس انسان کی فصلِ بعید کہلائے گی۔

فصل مقوم: ایسی چیز کا نام ہے جو ماہیت میں داخل ہو اور اس ماہیت کا قوام اس جزو پر موقوف ہوتا ہے جیسے ناطق انسان کی ماہیت میں داخل ہے اور اس کے لیے مقوم ہے کیونکہ انسان کا وجود خارج اور ذہن میں اس کے بغیر نہیں ہوتا۔

فصلِ مقسم: ہر ایسی کلی جو ماہیت کی جزو نہ بنے اور اس ماہیت کی تقسیم کر دے جیسے ناطق یہ حیوان کے لیے مقسم ہے کیونکہ ناطق نے حیوان کی تقسیم کر دی کہ ایک حیوانِ ناطق اور دوسرا غیر ناطق ہوا کرتا ہے۔

فائدہ

جو فصل سافل کے لیے مقسم ہو گی وہ عالی کے لیے بھی ہو گی اور فصل مقوم میں اس کا عکس ہے یعنی ہر فصل جو نوع عالی کے لیے مقوم ہو گی وہ سافل کے لیے بھی مقوم ہو گی۔ فتدبر۔

فہم: تصور المعنی من اللفظ۔ (جامع العلوم) لفظ سے معنی کا تصور کرنا۔

فرد: مخص میں ملاحظہ فرمائیں

فاعلہ: قوۃ للحیوان قسم من قسمی القوۃ المحرکۃ وھی القوۃ التی تعدد الفضلات بقبضہا وبسطہا علی التحریك

ایک ایسی قوۃ کا نام ہے جو حیوان کے لیئے ہوا کرتی ہے اور یہ قوۃ محرکہ کی دو قسموں (باعثہ۔ فاعلہ) میں سے ایک قسم ہے۔
فاعلہ ایسی قوہ کا نام جو پٹھوں اور عضلات کو ان کے سمیٹنے اور کھولنے کے ساتھ حرکت دینے پر تیار کرتی ہے

كُلُّ مُسْلِمٍ اِرْتَدَّ فَتَوْبَتُهٗ مَقْبُوْلَةٌ اِلَّا الْكَافِرَ لِسَبِّ النَّبِیِّ اَوِ الشَّیْخَیْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا۔ (تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص ٣١٩)

سُیُوْفُ الْمُقَلِّدِیْنَ

عَلٰی

اَعْنَاقِ مَنْ اَعْرَضَ

عَنْ حُکْمِ

ذِبْحِ فِرَقِ الْمُرْتَدِّیْنَ

مع عبارات کفریہ

مفتی غلام محمد بن محمد انور شرقپوری بندیالوی

ناشر
مدینۃ العلوم جامعہ نبویہ، ناظر کالونی، شرقپور ر ٠٢!!٢٠٠١

باب القاف

قوتِ باصرہ: وہ قوۃ جو مقدم (اگلے حصے) دماغ میں دو کھوکھلے پٹھوں کے ملنے کی جگہ میں رکھی ہوئی ہے جو آپس میں مل کر جدا ہوتے ہیں پھر آنکھوں تک پہنچتے ہیں۔

قوتِ سامعہ: وہ قوۃ ہے جو اس پٹھے میں رکھی ہوئی ہے جو کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے اس کے ذریعہ سے آوازوں کا ادراک اس طور پر کیا جاتا ہے کہ ہوا آواز کے ساتھ متکیف ہو کر اس پٹھے تک پہنچتی ہے۔

قوتِ شامہ: ایسی قوۃ کا نام ہے جو مقدم دماغ میں گوشت کے دو زائد ابھرے ہوئے ٹکڑوں میں رکھی ہوئی ہے جو پستانوں کے سروں کے مشابہ ہیں اس سے خوشبو اور بدبو کا اس طرح ادراک کیا جاتا ہے کہ ہوا ذی رائحہ (بو دار چیز) کی کیفیت سے متکیف ہو کر خیشوم (ناک کا نرم حصہ) میں پہنچتی ہے۔

قوتِ ذائقہ: وہ قوۃ ہے جو اس پٹھے میں جو جرم زبان پر پھیلا ہوا ہے اس سے مطعومات کے مزہ کا ادراک اس طرح کیا جاتا ہے کہ مطعومات کے اجزا رطوبتِ لعابیہ میں مل کر اس پٹھے تک پہنچتے ہیں۔

قوتِ لامسہ: ایسی قوۃ ہے جو پٹھوں کے ذریعہ تمام بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس کے ذریعہ سردی گرمی، تری، خشکی، سختی، نرمی، ثقل و خفت کا ادراک اس طور پر کیا جاتا ہے کہ ان اشیاء میں سے جو چیز بدن کے ساتھ مس ہو جاتی ہے تو اس قوۃ کے ذریعہ نفسِ ناطقہ اس چیز کا ادراک کر لیتا ہے۔

قیاسِ مساوات: ایسا قول ہے جو ایسے قضایا سے مرکب ہو جس میں صغریٰ کے محمول کا متعلق کبریٰ کا موضوع ہو جبکہ اس قیاس میں نتیجہ نکالنے کے لیے ایک مقدمہ اجنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ مقدمہ اجنبیہ اگر صادقہ ہو تو نتیجہ بھی صادقہ ہوتا ہے اور اگر کاذبہ ہو تو نتیجہ بھی کاذبہ ہو گا مثلاً" آمساو لب وب مساو لج نتیجہ آیا آمساو لج یہ نتیجہ ایک مقدمہ اجنبیہ (جو کہ صادقہ ہے) کے بعد لازم آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ المساوی للمساوی للشئی مساوٍ لذالک الشئی۔ اور چونکہ یہ مقدمہ صادقہ ہے لہٰذا نتیجہ بھی صادقہ ہے اور اگر مقدمہ اجنبیہ کاذبہ ہے تو پھر قیاس کا نتیجہ بھی کاذبہ ہو گا جیسے آنصف لب وب نصف لج اس قیاس کا نتیجہ آنصف لج کاذبہ ہے کیونکہ اس قیاس کا مقدمہ اجنبیہ جو نصف النصف للشئی نصف لہ ہے یہ کاذبہ ہے کیونکہ شئی کا نصف کا نصف نصف تو نہیں ہوتا بلکہ وہ ربع ہوا کرتا ہے جیسے ایک کا عدد تو اس کا نصف 2 /1 ہو گا اور 2 /1 کا نصف 1/4 ہو گا جو کہ ایک کا ربع ہے نہ کہ نصف ہے۔ فتدبر۔

قسم الشئی: جو چیز کسی اور شئی کے نیچے ہو اس سے اخص ہو جیسے اسم کہ یہ کلمہ کے نیچے داخل ہے اور اس سے اخص ہے۔

قسیم الشئی: شئی کی قسیم وہ ہوتی ہے جو کسی کے مقابل ہو اور اس شئی کے ساتھ کسی اور شئی کے نیچے ہو جیسے اسم کہ یہ فعل کے مقابل ہے اور یہ دونوں (اسم فعل) کلمہ کے تحت ہیں اور کلمہ ان دونوں سے عام ہے۔

قرینہ: ایسا امر ہے جو کسی شئی کی تعیین پر دلالت کرے۔

فائدہ

قرینہ دو قسم پر مشتمل ہے۔

قرینہ مقالیہ: ایسا قول ہے جو کسی شئی کی تعیین پر دلالت کرے مثلاً رأیت اسداً یرمی میں یرمی قرینہ مقالیہ ہے جس

سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسد کا معنی رجل شجاع ہے۔
قرینہ حالیہ: ایسی حالت جو کسی شئی کی تعیین پر دلالت کرے جیسے تمہارے قول ابونا آدم میں تمہاری حالت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اب سے باپ مراد نہیں بلکہ اصلِ بعید مراد ہے۔

اُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ بخاری و مسلم

زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھوں میں دے دی گئی ہیں

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اختیارات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معرکۃ الآراء رسالہ
"الامن و العلیٰ" کی تلخیص بعنوان

سَلْطَنَةُ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ
فِيْ
مَلَكُوْتِ اللّٰهِ الْقَهَّارِ

تلخیص و تحقیق

استاذ المیراث مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

ادارہ تحقیقات علماء، مدینۃ العلوم جامعہ نبویہ نئی آبادی فیض پور خورد، شرقپور روڈ شیخوپورہ

قضیہ: وہ مرکب ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے جیسے زید قائم

قضیہ معقولہ: وہ مرکب معقول ہے۔ جو صدق و کذب کا محتمل ہو جیسے زید قائم کی صورت جو ذہن میں ہے۔

قضیہ ملفوظہ: وہ مرکب ملفوظ ہے جو صدق و کذب کا محتمل ہو جیسے زید قائم

قضیہ حملیہ: ایسا قضیہ ہوتا ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ایک شے کا دوسری شے کے لیے ثبوت ہے یا ایک شے کی دوسری شے سے نفی ہے جیسے زید قائم و زید لیس بقائم بالفاظ دیگر وہ قضیہ ہے جو دو مفردوں کی طرف یا ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف کھلتا ہو جیسے زید قائم اور زید ابوہ قائم

قضیہ حملیہ موجبہ: وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا گیا ہو کہ محمول کا موضوع کے لیے ثبوت ہے جیسے الانسان حیوان

قضیہ حملیہ سالبہ: وہ قضیہ ہوتا ہے جس میں یہ حکم کیا گیا ہو کہ محمول کی موضوع سے نفی ہے جیسے الانسان لیسَ بفرسٍ

قضیہ حملیہ ثنائیہ: ایسا قضیہ ہے کہ جس میں رابطہ محذوف ہو جیسے زید قائم

قضیہ حملیہ ثلاثیہ: ایسا قضیہ ہے کہ جس میں رابطہ مذکور ہو جیسے زید ھو قائم

قضیہ شخصیہ: ایسے قضیہ حملیہ کا نام ہے جس کا موضوع جزئی حقیقی ہو جیسے زید قائم

قضیہ طبعیہ: ایسے قضیہ حملیہ کا نام ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم اس کی نفس طبیعت پر لگایا ہو جیسے الانسان نوع

قضیہ محصورہ: اس قضیہ حملیہ کو کہتے ہیں جس کا موضوع کلی ہو اور حکم اس کے افراد پر ہو اور افراد کی مقدار بیان کر دی گئی ہو کہ کل افراد پر حکم لگایا گیا ہے یا بعض افراد پر جیسے کل انسان حیوان و بعضُ الانسان کاتب اور اس کو قضیہ مسورہ بھی کہتے ہیں۔

اقسامِ محصورہ

قضیہ موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں حکم بالایجاب موضوع کے تمام افراد پر ہو جیسے کل انسان حیوان

قضیہ موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں حکم بالایجاب موضوع کے بعض افراد پر ہو جیسے بعض الحیوان لیس بانسان

قضیہ سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں حکم بالسلب موضوع کے تمام افراد پر ہو۔ جیسے لاشئی من الانسان بحجر

قضیہ سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں حکم بالسلب موضوع کے بعض افراد پر ہو جیسے بعضُ الانسان لیسَ بعالم

توضیح المقام

مشہور ہے کہ شک کی صورت میں قضیہ متحقق نہیں ہوتا تو اس سے معلوم ہوا کہ قضیہ میں اختلاف ہے کہ شک کی صورت میں قضیہ متحقق ہوتا ہے یا کہ نہیں تو اب ہم کتاب حمد اللہ میں میرزاہد نے جو محاکمہ ذکر کیا ہے وہ بیان کرتے

ہیں۔

بحوالہ کتاب ”حمد اللہ“ بحر العلوم مولوی حمد اللہ صاحب نے محاکمہ یوں نقل کیا ہے۔ والحق ما افادہ بعضُ الاذکیا فی حواشیه علی الرسالة القطبية وهو انه ان فسرت القضية بقول يحتمل الصدق والکذب فلاشك ان مدار احتمالهما النسبة الحاكية الخ۔

مفہوم عبارت محاکمۂ میرزاہد قضیہ کی دو تفسیریں ہیں۔

(۱) قضیہ وہ قول ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے۔ (صدق کا معنی یہ ہے کہ نسبت واقع کے مطابق ہو اور کذب یہ ہے کہ نسبت واقع کے مطابق نہ ہو اور پھر احتمال کا معنی امکان ہے تو شے کا امکان شے کی ذاتی ہوا کرتا ہے اور امکان شے کا شے سے منفک اور جدا نہیں ہو سکتا۔ قضیہ کی اس تفسیر کے لحاظ سے مشکوک بھی قضیہ ہو گا جیسے مذعن (غیر مشکوک) قضیہ ہوا کرتا ہے۔

(۲) قضیہ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کے قائل کو صادق یا کاذب کہا جائے تو پھر مشکوک قضیہ نہیں ہو گا کیونکہ قائل شاک کو عرفاً صادق یا کاذب کوئی نہیں کہتا۔ حاصل کلام یہ ہوا مشکوک بھی قضیہ ہو گا۔

منشاء غلطی

صاحبِ ”سلم“ رحمہ اللہ نے مشکوک کو قضیہ نہ کہنے والوں کی منشاء غلطی ذکر کی ہے کہ نعم القضايا المعتبرة فی العلوم ہی التی تعلق بها الاذعان اذلا کمال فی تحصيل الشك

مفہوم عبارت: علوم میں جن قضایا کی بحث ہوتی ہے تو وہ ایسے قضایا ہیں جن کے ساتھ اذعان اور تصدیق کا تعلق ہوا کرتا ہے اور جن قضایا کے ساتھ شک کا تعلق ہو ان سے علوم میں بحث نہیں ہوتی کیونکہ اذعان کی تحصیل ہی تو کمال ہے اور شک کی تحصیل میں کمال نہیں ہے مثلاً" اللہ واحد کے ساتھ اذعان اور تصدیق کی صورت میں کمال ہے نہ کہ اس کے ساتھ شک کی صورت میں کمال ہے۔ بہرحال ان لوگوں کو یہاں سے غلطی لگی کہ جب علوم میں قضایا مذعنہ (ایسے قضایا جن کے ساتھ تصدیق کا تعلق ہے) سے بحث کی جاتی ہے اور قضایا مشکوکہ سے بحث نہیں کی جاتی' ان سے اس لیے بحث نہیں کی جاتی کہ مشکوکہ قضیہ ہی نہیں ہے حالانکہ مشکوکہ سے بحث نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تحصیل میں کوئی کمال نہیں ہے۔

العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ

قضیہ مہملہ: اس قضیہ حملیہ کو کہتے ہیں جس کا موضوع کلی ہو اور حکم اس کے افراد پر ہو اور افراد کی مقدار نہ بیان کی گئی ہو جیسے المؤمن فی الجنة

قضیہ خارجیہ: ایسا قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع خارج میں موجود ہو نیز اس میں حکم بھی باعتبار وجودِ خارجی کے لگایا جائے الانسان کاتبٌ

قضیہ ذھنیہ: ایسا قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع ذہن میں موجود اور اس قضیہ میں حکم بھی موضوع پر ذہن میں موجود ہونے کے اعتبار سے ہو جیسے الانسان کلی

قضیہ حقیقیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حکم باعتبار ثابت فی الواقع ہونے کے لگایا جائے قطع نظر وجود خارجی اور ذہنی کے جیسے الاربعة زوج تو اربعة خارج میں ہو یا ذہن میں اس پر زوجیت کا حکم ہے۔

فائدہ جلیلہ

ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تو یہ کل چھ ہو گئیں۔ وہ اس طرح کہ اگر موضوع و محمول کے اتحاد یا محمول کی موضوع سے سلب ہونے کا حکم بالفعل ہو تو قضیہ بتیہ ہے اور اگر موضوع و محمول کے اتحاد کا حکم یا محمول کا موضوع سے سلب ہونے کا حکم اس تقدیر پر ہو کہ وصف عنوانی منطبق ہو ذات پر علٰی تقدیر وجوبہا تو اسے قضیہ غیر بتیہ کہتے ہیں تو کل اقسام چھ بن گئیں۔ (۱) قضیہ خارجیہ بتیہ و (۲) غیر بتیہ (۳) قضیہ ذہنیہ بتیہ (۴) و غیر بتیہ (۵) قضیہ حقیقیہ بتیہ (۶) غیر بتیہ

قضیہ معدولہ: وہ قضیہ ہوتا ہے جس میں حرف سلب محکوم علیہ یا محکوم بہ یا دونوں کا جزء ہو۔

قضیہ معدولۃ الموضوع: وہ قضیہ حملیہ معدولہ ہوا کرتا ہے جس میں حرف سلب موضوع کی جزء بنے جیسے اللاحی جماد

قضیہ معدولۃ المحمول: وہ قضیہ حملیہ معدولہ ہوا کرتا ہے جس میں حرف سلب محمول کی جزو بنے جیسے الجماد لاحی

قضیہ معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ حملیہ معدولہ ہوا کرتا ہے جس میں حرف سلب موضوع و محمول دونوں کا جزو بنے جیسے اللاحی لا عالم

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ حملیہ موجبہ ہوا کرتا ہے جس میں حرف سلب اطراف قضیہ (موضوع اور محمول)۔ میں سے کسی کا جزو نہ ہو جیسے زید عالم

بالفاظِ دیگر ایسا قضیہ موجبہ غیر معدولہ کہ حرف سلب کسی کی جزو نہ ہو۔

قضیہ بسیطہ: وہ قضیہ حملیہ سالبہ ہوا کرتا ہے جس میں حرف سلب قضیہ کی کسی جزو کی جزو نہ بنے جیسے زید لیس بعالم بالفاظِ دیگر ایسا قضیہ سالبہ غیر معدولہ جس میں حرف سلب تو ہو لیکن کسی کی جزو نہ ہو۔

فائدہ جلیلہ

قضیہ بسیطہ یعنی سالبہ غیر معدولہ اور قضیہ موجبہ معدولۃ المحمول دونوں چونکہ حرف سلب پر مشتمل ہوتے ہیں اور بظاہر ہم شکل ہوتے ہیں اس لیے ان میں اشتباہ ہو سکتا ہے لہٰذا ان میں لفظی و معنوی فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو آسانی سے فرق واضح ہو جائے۔

فرق لفظی

یہ ہے کہ بسیطہ میں اگر رابطہ حرف سلب کے بعد ہو تو یہ قضیہ سالبہ بسیطہ ہے جیسے زید لیس ہو ھو بعالم اور اگر رابطہ حرف سلب سے پہلے ہو تو یہ قضیہ موجبہ معدولہ المحمول ہے جیسے زید ھو لا عالم بعض مناطقہ کے نزدیک لفظ لا اور غیر قضیہ معدولۃ المحمول کے ساتھ اور لفظ لیس سالبہ بسیط کے ساتھ مختص ہے۔

فرق معنوی

سالبہ بسیطہ عام ہوتا ہے موجبہ معدولۃ سے کیونکہ موجبہ تو وجود موضوع کو چاہتا ہے یعنی جب تک موضوع موجود نہ ہو تو قضیہ موجبہ معدولہ صادق نہیں آتا اور سالبہ کے لیے وجود موضوع ضروری نہیں یعنی سالبہ میں موضوع موجود ہو۔ یا نہ ہو دونوں صورتوں میں سالبہ صادق آتا ہے جیسے زید ھو لا عالم اسی وقت کہہ سکتے ہیں جب زید موجود ہو اور زید لیس

بہر حال اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں کہ زید موجود نہ ہو اور اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں کہ زید موجود ہو۔

فائدہ

جہت کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) موجہہ (۲) مطلقہ

قضیہ موجہہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں قضیہ کی نسبت کی کیفیت (مثلاً ضرورۃ۔ دوام۔ امکان وغیرہ) بیان کر دی جائے یا جس میں جہت مذکور ہو جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ

قضیہ مطلقہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں قضیہ کی نسبت کی کیفیت نہ بیان کی جائے جیسے کل انسان حیوان

فائدہ جلیلہ

جو لفظ مادہ قضیہ پر دلالت کرے اسے جہت کہتے ہیں جیسے ضرورت دوام، اطلاق اور امکان وغیرہ اور وہ کیفیت نفس الامری جس کے ساتھ موضوع و محمول کے درمیان پائی جانے والی نسبت نفس الامر میں متکیف ہوتی ہے اسے مادہ قضیہ کہتے ہیں۔

قضیہ بسیطہ: ایسا قضیہ موجہہ ہے جس میں قضیہ موجہہ کی حقیقت (مفہوم) صرف ایجاب یا صرف سلب پر مشتمل ہو۔

قضیہ مرکبہ: ایسا قضیہ ہے جس میں قضیہ موجہہ کی حقیقت ایجاب و سلب دونوں پر مشتمل ہو بشرطیکہ دوسری جزء مجملا بیان کی گئی ہو۔

توضیح المقام

اقسام موجہات

موجہات کل پندرہ ہیں جن میں سے آٹھ بسیطے اور سات مرکبے ہیں۔ موجہہ بسیطہ اور موجہہ مرکبہ میں فرق کچھ اس طرح ہے۔

موجہہ بسیطہ: ایسا قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت فقط ایجاب یا فقط سلب ہو اور۔

موجہہ مرکبہ: ایسا قضیہ موجہہ ہے جس کی حقیقت ایجاب و سلب دونوں سے مرکب ہو۔

بسائط

قضیہ ضروریہ مطلقہ: ایسا موجہہ ہے جس میں حکم کیا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہو جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ یا لاشئی من الانسان بحجر بالضرورۃ

قضیہ دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے یا محمول کی سلب ذات موضوع سے دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے جیسے کل فلک متحرک بالدوام ولا شئی من الفلک بساکن بالدوام

قضیہ مشروطہ عامہ: ایسا قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کی سلب موضوع سے ضروری ہے جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو جیسے بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا یا بالضرورۃ لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً

تنبیہ

مناطقہ کے نزدیک جس کے ساتھ موضوع کو تعبیر کیا جائے وہ وصف عنوانی ہے یعنی مناطقہ مفہوم موضوع کو وصف موضوع اور وصف عنوانی کہتے ہیں۔

قضیہ عرفیہ عامہ: وہ قضیہ موجہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کی سلب موضوع سے دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہے جیسے بالدوام کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتباً یا لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً

قضیہ وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہے موضوع کے اوقات سے معین وقت میں جیسے بالضرورة کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بینه و بین الشمس۔ یا بالضرورة لاشئی من القمر بمنخسف وقت التربیع

قضیہ منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کی سلب موضوع سے ضروری ہے ذات موضوع کے اوقات میں غیر معین وقت میں جیسے کل حیوان متنفس بالضرورة وقتاً ما یا لاشئی من الحیوان بمتنفس بالضرورة فی وقت ما

قضیہ مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجہ بسیطہ ہے جس میں حکم کیا جائے کہ محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کی سلب موضوع سے ضروری ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں جیسے کل انسان ضاحك بالفعل یا لاشئی من الانسان بضاحك بالفعل

قضیہ ممکنہ عامہ: وہ قضیہ بسیطہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ حکم کی جانب مخالف ضروری نہیں جیسے کل نار حارة بالامکان العام اس میں نار کے گرم ہونے کا حکم کیا گیا ہے اور وہ امکان عام کے ساتھ مقید ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نار کے گرم ہونے کی جانب مخالف یعنی نار کا گرم نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ یا لاشئی من النار ببارد بالامکان العام اسمیں جانب مخالف ثبوت بارد ہے تو اس میں یہ حکم ہے کہ آگ کے لیے ٹھنڈا ہونا ضروری نہیں ہے۔

مرکبات

قضیہ مشروطہ خاصہ: اس مشروطہ عامہ کو کہتے ہیں جو لادوام ذاتی سے مقید ہو جیسے بالضرورة کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتباً لادائماً یا بالضرورة لاشئی من الکاتب بساکن الا صابع مادام کاتباً لادائماً

قضیہ عرفیہ خاصہ: اس عرفیہ عامہ کو کہتے ہیں جو لادوام سے مقید ہو جیسے بالدوام کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتباً لا دائماً یا بالدوام لاشئی من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتباً لا دائماً

قضیہ وقتیہ: وہ وقتیہ مطلقہ ہوتا ہے جو لادوام ذاتی سے مقید ہو جیسے بالضرورة کل قمر منخسف وقت حیلولة الارض بینه وبین الشمس لادائماً یا بالضرورة لاشئی من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائماً

قضیہ منتشرہ: اس منتشرہ مطلقہ کو کہتے ہیں جو لادوام ذاتی سے مقید ہو جیسے بالضرورة کل انسان متنفس فی

وقت ما لا دائماً یا بالضرورۃ لا شئی من الانسان متنفس وقتاً ما لا دائماً
قضیہ وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہوتا ہے جو لاضرورت ذاتی کی قید سے مقید ہوتا ہے کل انسان کاتب بالفعل لا بالضرورۃ یا لا شئی من الانسان بکاتب بالفعل لا بالضرورۃ
قضیہ وجودیہ لادائمہ: اس قضیہ مطلقہ عامہ کو کہتے ہیں جو لادوام ذاتی سے مقید ہو جیسے کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما یا لا شئی من الانسان بضاحک بالفعل لا دائما
قضیہ ممکنہ خاصہ: وہ ممکنہ عامہ ہی ہے جو جانب موافق کی سلب ضرورۃ کے ساتھ مقید ہو یا وہ قضیہ موجہ ہے جس میں محمول کی جانب مخالف اور جانب موافق دونوں ہی موضوع کے لیے ضروری نہ ہونے کا حکم کیا جائے جیسے بالامکان الخاص کل انسان ضاحک یعنی انسان کا ضاحک ہونا اور ضاحک نہ ہونا یہ دونوں کوئی ضروری نہیں بلکہ دونوں ممکن ہیں یا بالامکان الخاص لا شئی من الانسان بضاحک

تنبیہ

ممکنہ خاصہ کے موجبہ اور سالبہ کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہاں لفظ میں یہ فرق ہوگا کہ اگر اس میں ایجاب صریح اور سلب ضمنی ہو تو یہ موجبہ ہے اور اگر سلب صریح اور ایجاب ضمنی ہو تو سالبہ ہوگا۔

شرطیات

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں کی طرف کھلے یا جس میں کسی شے کے ثبوت وعدم ثبوت کا حکم نہ کیا جائے۔

فائدہ

قضیہ شرطیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے مقدم، تالی، اور رابطہ نیز قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں۔ متصلہ اور منفصلہ۔
قضیہ شرطیہ متصلہ: جس میں ایک نسبت کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر کیا جائے۔

فائدہ

شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) موجبہ (۲) سالبہ
قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ: جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر کیا جائے جیسے ان کان زید انساناً کان حیواناً زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس کے لیے حیوانیت کا ثبوت کیا گیا ہے۔
قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ: جس میں ایک نسبت کے عدم ثبوت کا حکم دوسری نسبت کی تقدیر پر کیا جائے لیس البتۃ اذا کان زید انساناً کان فرساً زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس سے فرسیت کی نفی کی گئی ہے۔

فائدہ

قضیہ شرطیہ متصلہ کی دو اور قسمیں ہیں (۱) لزومیہ (۲) اتفاقیہ
قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ: ایسا قضیہ ہے کہ جس میں مقدم و تالی کے درمیان علیت یا تضایف کا علاقہ پایا

جائے۔ علاقہ علیت کی مثال کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودًا علاقہ تضایف کی مثال ان کان زید ابًا لبکر کان بکر ابنًا له

فائدہ

علاقہ علیت کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) مقدم علت ہو تالی کے لیے جیسے ان کانت الشمسُ طالعة فالنهار موجود کہ اس میں مقدم یعنی طلوعِ شمس علت ہے تالی یعنی وجود نہار
(۲) تالی علت ہو مقدم کے لیے جیسے ان کان النهار موجودًا فالشمس طالعة کہ اس میں تالی یعنی طلوعِ شمس علت ہے مقدم یعنی وجود نہار کے لیے۔
(۳) مقدم و تالی دونوں معلول ہوں کسی تیسری شے کے لیے جیسے ان کان العالم مضیاً فالنهار موجود کہ اس میں اضاءۃ عالم اور وجود نہار دونوں معلول ہیں طلوع شمس کے لیے۔
قضیہ شرطیہ متصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان علیت یا تضایف کا علاقہ نہ پایا جائے جیسے اذا کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق انسان کے ناطق اور حمار کے ناھق ہونے میں کوئی علاقہ نہیں ہے۔
قضیہ شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم و تالی کے درمیان تنافی یا عدم تنافی کا حکم کیا جائے پہلی صورت میں منفصلہ موجبہ اور دوسری صورت میں منفصلہ سالبہ ہے۔ موجبہ کی مثال هذا العدد اما زوج او فرد سالبہ کی مثال لیسَ البتة هذا العدد اما زوج او منقسم بمتساویین

فائدہ

قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) مانعة الجمع (۳) مانعة الخلو
قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ: ایسا قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں یہ حکم ہو کہ نسبتین کے درمیان تنافی یا عدم تنافی صدق اور کذب دونوں میں ہو یعنی نہ دونوں کا اجتماع ہو سکے اور نہ ہر ایک کا ارتفاع

فائدہ

منفصلہ حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ
قضیہ منفصلہ حقیقیہ موجبہ: ایسا قضیہ شرطیہ ہوتا ہے جس میں یہ حکم ہو کہ دو نسبتوں کے درمیان تنافی فی الصدق و الکذب ہے جیسے هذا العدد اما زوج او فرد اس قضیہ میں دو نسبتوں کے درمیان تنافی فی الصدق و الکذب کا حکم ہے یعنی اس عدد معین پر زوج و فرد دونوں ایک ساتھ نہ صادق ہو سکتے اور نہ کاذب ہو سکتے ہیں بلکہ کسی ایک کا صادق ہونا اور دوسرے کے کاذب ہونے کو مستلزم ہوا کرتا ہے اگر یہ عدد زوج ہے تو پھر فرد نہیں اور اگر فرد ہے تو زوج نہیں۔
قضیہ منفصلہ حقیقیہ سالبہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ دونوں نسبتوں میں لا تنافی فی الصدق و الکذب ہے جیسے لیسَ البتة اما ان یکون هذا العدد زوجاً او منقسماً بمتساویین اس میں یہ حکم ہے کہ لا تنافی صدق و کذب دونوں میں ہے یعنی ایک عدد معین پر زوج اور منقسم بمتساویین ایک ساتھ صادق ہو سکتے ہیں اور ایک ساتھ کاذب بھی ہو سکتے۔ چار کا عدد زوج بھی ہے اور منقسم بمتساویین بھی ہے اور پانچ کا عدد نہ زوج ہے اور نہ ہی منقسم

بمتساوین ہے۔

قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع: ایسا قضیہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ نسبتین کے درمیان تنافی یا لا تنافی صرف صدق میں ہو۔

فائدہ

مانعۃ الجمع کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ

قضیہ مانعۃ الجمع موجبہ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ دونوں نسبتوں کے درمیان تنافی فی الصدق ہے یعنی ایک ساتھ دو نسبتوں کا صدق ممکن نہ ہو جیسے ھذا الشیئی اما شجر او حجر اس میں یہ حکم ہے کہ تنافی فقط صدق میں ہے کیونکہ ایک شے معین پر شجر و حجر ایک ساتھ صادق نہیں ہو سکتے۔ تنافی کذب میں نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شے شجر ہو اور نہ ہی وہ حجر ہو بلکہ انسان ہو۔

قضیہ مانعۃ الجمع سالبہ: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے کہ جس میں یہ حکم ہو کہ دو نسبتوں کے درمیان لا تنافی فقط صدق میں ہے لیس البتۃ اما ان یکون ھذا الانسان حیوانًا او اسود اسمیں یہ حکم ہے کہ لا تنافی فقط صدق میں ہے کیونکہ معین انسان پر حیوان اور اسود دونوں ایک ساتھ صادق ہو سکتے ہیں اور یہاں لا تنافی کذب میں نہیں ہے کیونکہ انسان سے حیوان کا کاذب ہونا محال ہے۔

قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ نسبتین کے درمیان تنافی یا لا تنافی صرف کذب میں ہے۔

فائدہ

مانعۃ الخلو کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ

(۱) قضیہ مانعۃ الخلو موجبہ: قبلہ استاذی المکرم بحر العلوم اپنی کتاب "بدایۃ المنطق" میں یہ فرماتے ہیں کہ قضیہ مانعۃ الخلو موجبہ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان "تنافی فی الکذب" مانی گئی یعنی ایک ساتھ دو نسبتوں کا کذب ممکن نہ ہو جیسے۔ ھذا الجسم ناطق او جوہر اس میں دونوں نسبتیں ہوتی ہیں اور ان دونوں کا کاذب ہونا ممتنع ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ جسم ناطق ہو اور نہ ہی جوہر ہو۔

قضیہ مانعۃ الخلو موجبہ کی مثالیں

ھذا الجسم لا ناطق او لا عرض

اس میں دونوں نسبتیں سلبی ہیں اور ان دونوں کا کاذب ہونا ممتنع ہے۔

ھذا الجسم ناطق او لا عرضٌ

اس میں پہلی نسبت ثبوتی اور دوسری سلبی ہے اور ان دونوں کا کاذب ہونا ممتنع ہے۔

ھذا الجسم لا عرضٌ او ھو ناطق

اس میں پہلی نسبت سلبی اور دوسری ثبوتی ہے۔ اور ان دونوں کا کاذب ہونا ممتنع ہے۔

(۲) قضیہ مانعۃ الخلو سالبہ: اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان "لا تنافی فی

الکذب" مانی گئی ہو جیسے لیس البتۃ ھذا الشیئی اما شجر او حجر

تنبیہ

قضیہ مانعۃ الجمع سالبہ اور قضیہ مانعۃ الخلو سالبہ کا ترجمہ کرتے وقت عام طور پر غفلت کی جاتی ہے اس لیے طلباء کی آسانی کے لیے ان قضایا کی امثلہ اور ترجمہ ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ طلباء آسانی سے ترجمہ کر سکیں۔

مانعۃ الجمع سالبہ کی مثالیں

(۱) لیس ان یکون ھذا الانسان ناطقًا او جوھرًا

اس میں دونوں نسبتیں ثبوتی ہیں۔ اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ یہ انسان ناطق ہے یا جوہر (اس لیے کہ یہ انسان ناطق ہے اور جوہر بھی)

(۲) لیس ان لا یکون ھذا الفرس ناطقًا او عرضًا (اس میں دونوں نسبتیں سلبی ہیں) اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہئیے یہ غلط ہے کہ یہ فرس ناطق نہیں ہے یا عرض نہیں (اس لیے کہ یہ فرس نہ ناطق ہے اور نہ ہی عرض۔

(۳) لیس ان یکون ھذا الانسان ناطقًا او لا یکون عرضًا

اس میں پہلی نسبت ثبوتی اور دوسری سلبی ہے اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ یہ انسان ناطق ہے یا عرض نہیں ہے۔ (اس لیے کہ یہ انسان ناطق ہے اور عرض نہیں)

(۴) لیس ان لا یکون ھذا الانسان عرضًا او ھو ناطقًا

اس میں پہلی نسبت سلبی اور دوسری ثبوتی اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ یہ انسان عرض نہیں ہے یا ناطق ہے اس لیے کہ یہ انسان عرض نہیں اور ناطق ہے۔

مانعۃ الخلو سالبہ کی مثالیں

(۱) لیس ان یکون ھذا الشجر انسانًا او فرسًا

اس میں دونوں نسبتیں ثبوتی ہیں اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے یہ غلط ہے کہ یہ درخت انسان ہے یا فرس (اس لیے کہ یہ درخت نہ انسان ہے نہ فرس)

(۲) لیس ان لا یکون ھذا الانسان ناطقًا او جوھرًا

اس میں دونوں نسبتیں سلبی ہیں اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ یہ انسان ہے ناطق نہیں ہے یا جوہر نہیں ہے (اس لیے کہ یہ انسان ناطق ہے اور جوہر بھی)

(۳) لیس ان یکون ھذا الشجر ناطقًا او لا یکون جوھرًا

اس میں پہلی نسبت ثبوتی اور دوسری سلبی ہے۔ اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے کہ یہ غلط ہے کہ یہ درخت ناطق ہے یا جوہر نہیں ہے۔ (اس لیے کہ یہ درخت ناطق نہیں ہے اور جوہر ہے)

(۴) لیس ان لا یکون ھذا الشجر جوہرًا او ھو ناطق (اس میں پہلی نسبت سلبی اور دوسری ثبوتی ہے) اس کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ یہ درخت جوہر نہیں ہے یا ناطق ہے (اس لیے کہ یہ درخت ناطق نہیں ہے اور جوہر ہے)

فائدہ

منفصلہ کی اقسام ثلثہ (حقیقیہ' مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو) میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں لہٰذا کل چھ قسمیں ہوئیں (۱) حقیقیہ عنادیہ (۲) حقیقیہ اتفاقیہ (۳) مانعۃ الجمع عنادیہ (۴) مانعۃ الجمع اتفاقیہ (۵) مانعۃ الخلو عنادیہ (۶) مانعۃ الخلو اتفاقیہ ان میں سے صرف عنادیہ اور اتفاقیہ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ باقی کو متعلم کی ذہانت کے حوالہ کیا جاتا ہے۔

قضیہ منفصلہ عنادیہ: ایسا منفصلہ ہے جس کی دونوں جزؤں کے درمیان تنافی ذاتی ہو یعنی مقدم و تالی میں سے ہر ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے منافی ہو جیسے هذا العدد اما زوج او فرد اس مثال میں زوجیت اور فردیت میں تنافی ذاتی ہے۔

قضیہ منفصلہ اتفاقیہ: وہ منفصلہ ہے جس کی دونوں جزؤں کے درمیان تنافی اتفاقی ہو یعنی مقدم و تالی کی ذات کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض اتفاق اور خصوص کی وجہ سے ہو مثلاً کوئی آدمی کاتب اور متقی ہو اس کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا جائے هذا الانسان کاتب او فاسق تو یہ منفصلہ اتفاقیہ ہے یہاں کتابت و فسق میں انفصال مانا گیا ہے لیکن انفصال لازم نہیں ہے اس لیے کہ ایک آدمی کاتب اور فاسق دونوں ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی فاسق ہو اور نہ ہی کاتب۔

جدول امثلہ اقسام ستہ

قضایا عنادیہ	امثلہ	قضایا اتفاقیہ	امثلہ
منفصلہ حقیقیہ	اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فرداً	منفصلہ حقیقیہ	اما ان یکون ھذا اسود او جاھلاً
مانعۃ الجمع	امان ایکون ھذا الشیی شجراً او حجراً	مانعۃ الجمع	اماان یکون ھذا اسود او عالماً
مانعۃ الخلو	اماان یکون زید فی البحر و اماان لایغرق	مانعۃ الخلو	اماان یکون ھذا ابیض او جاھلاً

قضایا التفاقیہ اما ان یکون ہذا اسود او جاہلا".

مانعۃ الجمع اتفاقیہ اما ان یکون ھذا اسود او عالما"

مانعۃ الخلو اتفاقیہ اما ان یکون ہذا ابیض جاھلا"

(نوٹ) ان تینوں مثالوں میں ہذا سے اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو گورا اور جاہل ہے۔

قضیہ شرطیہ شخصیہ: اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اتصال یا انفصال مقدم کی حالت معینہ مشخصہ میں مانا گیا ہے جیسے ان جئتنی الیوم اکرمتك اما ان تعطینی الیوم کتابی او ثمنہ

قضیہ شرطیہ محصورہ: اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اتصال یا انفصال مقدم کے تمام حالات یا بعض غیر معین میں مانا گیا ہے۔

فائدہ

محصورہ کی آٹھ اقسام ہیں (۱) متصلہ موجبہ کلیہ (۲) متصلہ سالبہ کلیہ۔ (۳) متصلہ موجبہ جزئیہ (۴) متصلہ سالبہ جزئیہ (۵) منفصلہ موجبہ کلیہ (٦) منفصلہ سالبہ کلیہ (۷) منفصلہ موجبہ جزئیہ (۸) منفصلہ سالبہ جزئیہ۔

العبد الضعیف غلام محمد بن محمد انور غفرلہ

قیاس استثنائی: اس قیاس کو کہتے ہیں جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بالفعل مذکور ہو جیسے کلما کانت الشمسُ طالعۃ فالنّھار موجود لکن النھار موجود نتیجہ ہو گا فالشّمسُ طالعۃ

تنبیہ

قیاس استثنائی میں حرفِ استثناء مثلاً لکن وغیرہ ہوتا ہے اسی لیے اس کا نام استثنائی ہے اور قیاس اقترانی میں اصغر و اکبر و اوسط کا اقتران ہوتا ہے اس لیے اس کا نام قیاس اقترانی ہے۔

قیاس اقترانی حملی: ایسا قیاس ہے جو محض قضایا حملیہ سے مرکب ہو جیسے کل انسان حیوان و کل حیوان حساسٌ تو نتیجہ آئے گا کل انسان حساسٌ

قیاس اقترانی شرطی: وہ قیاس اقترانی ہے جو محض قضایا حملیہ سے مرکب نہ ہو۔ عام ازیں کہ وہ محض قضایا شرطیہ سے مرکب ہو یا حملیہ و شرطیہ دونوں سے مرکب ہو محض شرطیات سے مرکب ہونے کی مثال کلما کان زید انسانًا کان حیوانًا و کلما کان حیوانًا کان جسمًا تو نتیجہ آئے گا کلما کان زید انسانًا کان جسمًا شرطیہ و حملیہ دونوں سے مرکب ہونے کی مثال کلما کان ھذا الشئی انسانًا کان جسمًا

قیاس استثنائی اتصالی: اس قیاس استثنائی کو کہتے ہیں جس کا پہلا مقدمہ شرطیہ متصلہ ہو جیسے کلما کانت الشمسُ طالعۃ فالنہار موجود لکن الشمسُ طالعۃ اس کا نتیجہ النہار موجود ہے۔

قیاس استثنائی انفصالی: اس قیاس کو کہتے ہیں جس کا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو جیسے ھذا العدد زوج او فرد لکنہ زوج اس کا نتیجہ ھذا العدد لیسَ بفرد آئے گا۔

قیاس منتج: وہ قیاس ہے جس میں مطلوب حاصل ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث کا نتیجہ العالم حادث آئے گا کیونکہ اس میں ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ کی شرط پائی گئی ہے۔

قیاس عقیم: ایسا قیاس ہے جس میں تمام شرائط نہ پائی جانے کی وجہ سے نتیجہ دینے کی اہلیت نہ ہو جیسے عنادیہ مانعۃ الجمع میں رفع تالی اور رفع مقدم دونوں عقیم ہوں گے اسی طرح لاشئی من الحیوان بحجر و بعضُ الحیوان جوہر اس میں شرائط نہیں پائی جاتیں اور وہ یہ کہ ایجاب صغریٰ کلیت کبریٰ (جو شکل اول کی شرائط ہیں) نہیں پائی گئیں۔

قیاس بسیط: ایسا مرکب ہے جو ایسے دو قضیوں سے ترتیب پایا ہوا ہو جن کے مان لینے سے لذاتہٖ دوسرا قول لازم آجائے جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث نتیجہ آئے گا۔ فالعالمُ حادث

قیاس مرکب: ایسا قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہوتا ہے جو ایسا نتیجہ دیں کہ نتیجہ اور بعض دوسرے مقدمات سے ایک اور نتیجہ لازم آجائے اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو۔

بالفاظِ دیگر چند بسیط قیاسوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

قیاس خلف: وہ قیاس ہے جس میں مطلوب کی نقیض باطل کرکے مطلوب ثابت کیا جائے جیسے کل انسان حیوان اگر یہ صادق نہ ہو تو اسکی نقیض بعضُ الانسان لیسَ بحیوان صادق ہوگا اور یہ تو محال ہے لہٰذا مدعیٰ ثابت ہوا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا۔

قیاس مستقیم: وہ قیاس ہے جس میں مطلوب کی نقیض باطل کرنے کے بغیر مطلوب ثابت کیا جائے جیسے العالم متغیر کل متغیر حادث نتیجہ آئے گا فالعالم حادث

قیاس مرکب موصول النتائج: اس قیاس مرکب کو کہتے ہیں جس میں قیاسات کے نتائج کی تصریح کر دی جائے تو مقدمات کے ساتھ ان نتائج کے وصل کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے جیسے کل ج ب کل ب د فکل ج د پھر کل ج د و کل د آ فکل ج آ پھر کل ج ا و کل اہ فکل ج ہ

قیاس مفصول النتائج: اس قیاس مرکب کو کہتے ہیں جس میں قیاس کے نتائج کی تصریح نہ کی جائے جیسے کل ج ب و کل ب د و کل دا و کل اہ فکل ج ہ نتیجہ آئے گا۔

قیاس برہانی: اس قیاس کی تعریف استاذی المکرم مفتی سید افضل حسین صاحب کے اپنے الفاظ میں جو انہوں نے

بدایۃ المنطق میں فرمائی ہے تحریر کی جاتی ہے کہ قیاس برہانی اس قیاس کو کہتے ہیں جو صرف مقدماتِ یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ سب بدیہیہ ہوں یا سب نظریہ یا بعض بدیہیہ اور بعض نظریہ ہوں یونہی سب عقلیہ یا سب نقلیہ یا بعض عقلیہ اور بعض نقلیہ جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث (بدایۃ المنطق)

قیاس جدلی: اس قیاس کو کہتے ہیں جس کا کوئی مقدمہ مشہورہ یا مسلمہ ہو اور کوئی مقدمہ مخیلہ ہو نہ ظنیہ نہ کاذبہ جیسے القسم بین الزوجات عدل و کل عدل حسن فالقسم بین الزوجات حسن

بالفاظ دیگر ایسے قیاس کا نام ہے کہ جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو مشہورہ ہوں یا عند الخصم مسلمہ ہوں عام ازیں کہ وہ مقدمات صادقہ ہوں یا کاذبہ۔

قیاس خطابی: اس قیاس کو کہتے ہیں جس کا کوئی مقدمہ ظنیہ ہو اور کوئی مقدمہ مخیلہ ہو نہ کاذبہ جیسے زید مفقود من مائۃ سنۃ و کل مفقود مذ مائۃ سنۃ فھو میت فزید میت

قیاس شعری: اس قیاس کو کہتے ہیں جس کا کوئی مقدمہ مخیلہ ہو خواہ صادقہ ہو یا کاذبہ ممکنہ ہو یا مستحیلہ اور کوئی مقدمہ نہ کاذبہ وھمیہ ہو نہ کاذبہ مشابہ صادقہ جیسے محبوبی قمر مزرور علیہ الغلالۃ و کل قمر مزرور علیہ الغلالۃ منشق الغلالۃ فمحبوبی منشق الغلالۃ میرا محبوب چاند ہے جس پر بنیان کے بٹن باندھے گئے ہیں اور وہ چاند جس پر بنیان کے بٹن باندھے گئے ہوں پھٹے ہوئے بنیان والا ہوتا ہے لہذا میرا محبوب پھٹے ہوئے بنیان والا ہے۔

قیاس سفسطی: اس قیاس کو کہتے ہیں جس کا کوئی مقدمہ کاذبہ وھمیہ یا کاذبہ مشابہ صادقہ ہو جیسے العقل موجود و کل موجود مشار الیہ فالعقل مشار الیہ

قول شارح: ایسے معلومات تصوریہ کا نام ہے جن کو ترتیب دیکر غیر معلومات تصوریہ کو حاصل کیا جائے جیسے ہمیں حیوان اور ناطق کا علم تھا ان دونوں کو ترتیب دے کر انسان کا علم حاصل ہوا جو کہ پہلے نہ معلوم تھا حیوان ناطق قول شارح ہوا اس کو معرف بھی کہتے ہیں۔

قدم ذاتی: وھو کون الشیئی غیر محتاج فی وجودہٖ الی الغیر وھو منحصر فی ذاتہٖ تعالٰی و یقابلہ الحدوث الذاتی

شے کا اپنے وجود میں غیر کی طرف محتاج نہ ہونا ہے اس کا اطلاق صرف اللہ تعالٰی کی ذات پر ہی ہو سکتا ہے اور اس کا مقابل حدوث ذاتی ہے

قدم زمانی: وھو کون الشیئی غیر مسبوق بالعدم و یقابلہ الحدوث الزمانی۔ قدم زمانی شئی غیر مسبوق بالعدم ہونے کا نام ہے اور اس کا مقابل حدوث زمانی ہے

قدیم بالذات: ھو الموجود الذی لا یکون وجودہ من غیرہ وھو اللہ سبحانہٗ قدیم بالذات لا غیر و یقابلہ المحدث بالذات وھو الذی یکون وجودہ من غیرہ قدیم بالذات

عبارت ہے ایسے موجود سے کہ اس کا وجود کسی غیر سے نہ ہو جیسے اللہ تعالٰی کی ذات اور اس کا مقابل محدث بالذات ہے جس کا وجود غیر سے ہوا کرتا ہے۔

قدیم بالزمان: ھو الموجود الذی لا یکون وجودہ مسبوقاً بالعدم کالعقول والا فلاک مثلاً عند الحکماء

ویقابله المحدث بالزمان وهو الذی سبق عدمه علی وجوده سبقًا زمانیاً

قدیم بالزمان ایسے موجود سے عبارت ہے کہ جس کا وجود مسبوق بالعدم نہ ہو جیسے عقول اور افلاک حکماء کے نزدیک اور اس کا مقابل محدث بالزمان (جس کا عدم اس کے وجود پر سابق ہو سابق زمانی طور پر) ہے

فائدہ

قدیم بالذات اور قدیم بالزمان میں فرق

قدیم بالذات اور قدیم بالزمان میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے یعنی قدیم بالذات قدیم بالزمان ضرور ہو گا مگر ہر قدیم بالزمان قدیم بالذات نہیں ہوا کرتا۔ قدیم بالزمان عام ہو گا اور قدیم بالذات خاص ہو گا۔

محدث بالذات اور محدث بالزمان میں فرق

بیان فرق سے پہلے قاعدہ ذہن نشین فرمالیں کہ اخص کی نقیض عام اور اعم کی نقیض خاص ہوا کرتی ہے اس قاعدہ کے بعد نسبت اوضح ہے وہ اس طرح کہ محدث بالذات قدیم بالذات کی نقیض ہے اور محدث بالزماں قدیم بالزمان کی نقیض ہے۔ قدیم بالذات خاص ہے تو اس کی نقیض محدث بالذات عام ہو گی اور قدیم بالزمان عام ہے تو اس کی نقیض محدث بالزمان خاص ہو گی۔ لہٰذا اس صورت میں ہر محدث بالزمان محدث بالذات ضرور ہو گا ولیس بعکس کلی یعنی ہر محدث بالذات کا محدث بالزمان ہونا ضروری نہیں ہو گا۔ فافہم
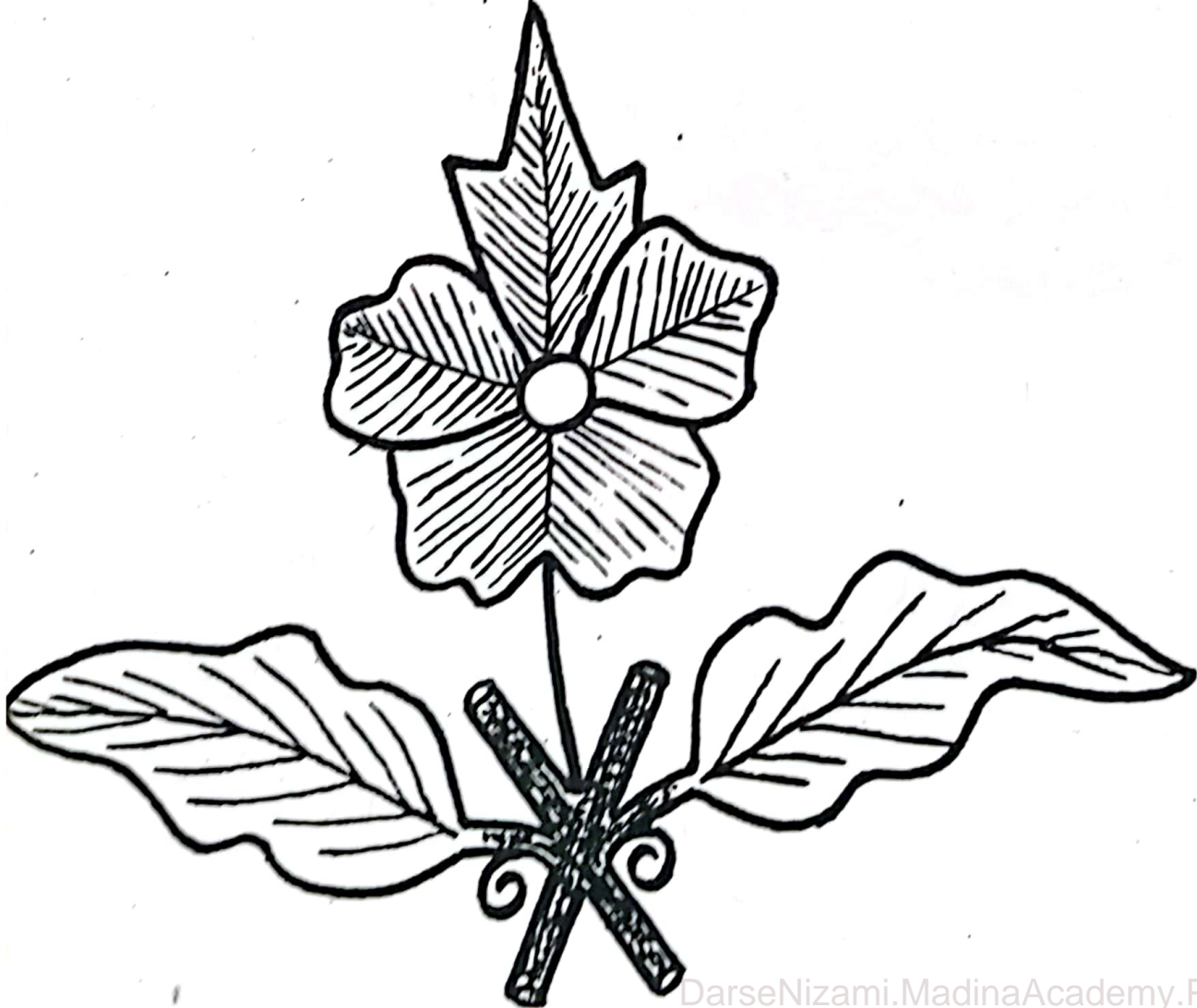
باب الکاف

کل: لغت میں کل معنی کے مجموعہ کا نام ہے۔ اگرچہ لفظاً ایک ہوتا ہے اور اصطلاح میں اسم ہے اس جملہ کا جو مرکب ہے اجزاء سے۔

کلِ افرادی: ایسے کل کا نام ہے جس میں کل کے مدخول کے افراد پر حکم ہو۔
بالفاظِ دیگر ایسے کل کا نام ہے جس میں کل کے مدخول کے ہر فرد پر حکم ہو جیسے کل انسان جزئی حقیقی و کل انسان حیوان

کل مجموعی: ایسے کل کا نام ہے جس میں کل کے مجموعہ پر حکم ہو۔
بالفاظِ دیگر جس میں کل کے مدخول کے مجموعہ پر حکم ہو جیسے کل انسان الوف الوف یعنی سب انسانوں کا مجموعہ بے شمار ہے کل انسان لا یشبعه هذا الرغيف

کل کلی: ایسے کل کا نام ہے جس میں کل بول کر مراد کلی لی جاتی ہے جیسے کل انسان نوع یعنی الانسان الکلی نوع

فائدہ جلیلہ

کسی قضیہ میں کل افرادی اور کل مجموعی دونوں مراد لینے صحیح ہوتے ہیں اور کسی قضیہ میں کل افرادی ہی مراد لیا جاتا ہے اور کسی قضیہ میں صرف کل مجموعی اور کسی قضیہ میں صرف کل کلی مراد لیا جاتا ہے لہٰذا کل افرادی اور کل مجموعی میں عموم وخصوص من وجہ بحسب التحقق ہے اور ان دونوں اور کل کلی میں تباین بحسب التحقق ہے۔

فائدہ وحیدانہ

کل اور کلی میں فرق: کل اور کلی کی وضاحت "قطبی" میں کی گئی ہے۔ ہم یہاں طلباء کی آسانی کے لئے فرق کی توضیح پیش کرتے ہیں کہ طلباء ذہن کے کسی گوشہ میں محفوظ کرلیں کل اور کلی میں کئی نوعیت سے فرق ہے۔
فرقِ اول تو یہ ہے کہ کلی کے افراد ہوا کرتے ہیں جیسے انسان کلی ہے اور زید عمرو بکر وغیرہ اس انسان کے افراد ہیں اور کل کے اجزا ہوا کرتے ہیں جیسے سکنجبین کل ہے اور (۱) پانی (۲) لیموں (۳) چینی یا نمک اس کے اجزا ہیں۔
فرق ثانی یہ ہے کہ کلی اپنے افراد پر محمول ہوا کرتی ہے جیسے انسان زید، عمرو اور بکر وغیرہ پر محمول ہوگا اور یوں کہا جائے گا زید انسان اور کل اپنے اجزا پر محمول نہیں ہوا کرتا اور یوں نہیں کہا جا سکتا کہ پانی سکنجبین ہے یا لیموں سکنجبین ہے۔

العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ

کلی: ایسے مفہوم کا نام ہے۔ جس کا نفس تصور اس مفہوم کو کثیرین پر صادق آنے سے منع نہ کرے جیسے انسان۔

شمس ۔ عنقاء ۔ واجب بالذات

فائدہ عظیمہ

کلی کی چھ اقسام

(۱) ایسی کلی کہ اس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہوتا ہے جیسے لاشئے اور لاموجود۔
(۲) ایسی کلی کہ اس کے افراد کا پایا جانا ممکن تو ہو لیکن پائے نہیں جاتے جیسے یاقوت کا پہاڑ اور عنقاء۔
(۳) ایسی کلی کہ اس کا صرف ایک ہی فرد خارج میں پایا جاتا ہو اور اس کے ساتھ دوسرے فرد کا پایا جانا ممتنع ہو جیسے مفہوم واجب الوجود
(۴) ایسی کلی کہ اس کے افراد کثیرہ خارج میں پائے جاتے ہوں اور وہ متناہیہ ہوں جیسے کوکب یعنی کواکب سبعۃ سیارۃ (شمس، قمر، مریخ، زہرہ، زحل، عطارد اور مشتری)
(۵) ایسی کلی کہ اس کے افراد کثیرہ خارج میں پائے جاتے ہوں اور وہ غیر متناہیہ ہوں جیسے انسان کے افراد اور فرس وغنم کے افراد۔

تنبیہ

کلی کا فرد کبھی جزئی حقیقی ہوتا ہے جیسے انسان کا فرد زید ہے جو جزئی حقیقی ہے اور کبھی کلی کا فرد کلی ہوتا ہے جیسے حیوان کا فرد انسان ہے اور یہ کلی ہے (عندا لحکماء)

کلی ذاتی: ایسی کلی کا نام ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج نہ ہو خواہ پوری حقیقت ہو خواہ جزو حقیقت ہو جیسے انسان اور حیوان

کلماتِ وجودیہ: ان کی تعریف کے بارے میں ہم ملاحسن رحمہ اللہ کے حاشیہ کی عبارت پیش کرتے ہیں الکلمات الوجودیۃ التی تدل معانیہا علی الوجود والثبوت
یعنی کلمات وجودیہ ایسے کلمات کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے معانی کے اعتبار سے وجود اور ثبوت پر دلالت کرتے ہیں جیسے کان صار وغیرہ /

بعبارۃٍ اخریٰ دلت علی نسبۃ شئی خارج عن مدلولہا و علی زمانہا ککان مثلاً

کلماتِ حقیقیہ:

دلت علی نسبۃ شئی داخل فی مدلولہا الی موضوع ما و علی زمانہا کضرب مثلاً ایسے کلمات سے عبارت ہے جو شے کی ایسی نسبت پر دلالت کرتے ہیں جو کلمات کے مدلول اور معنی داخل پر ہوتی ہے اور ان کلمات کے زمانہ پر دلالت کرنے میں جیسے ضرب

فائدہ

کلماتِ وجودیہ میں مناطقہ اور نحویوں کا اختلاف ہے مناطقہ انہیں ادات کہتے ہیں وہ اپنے دعویٰ پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ کلمہ

تو وہ ہے جو مسند پر دلالت کرے مگر افعال ناقصہ مسند پر دلالت نہیں کرتے اور مسند پر دلالت کرنے والی تو خبر ہوتی ہے جو اس کے بعد واقع ہوتی ہے اور یہ تو صرف دو چیزوں کے درمیان نسبت ثبوتی یا سلبی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور نحویوں کے نزدیک یہ کلمہ ہیں وہ اپنے دعوی پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) چونکہ ان کا نام کلمہ یعنی کلمات وجودیہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

(۲) ان کی ماضی۔ مضارع۔ کی گردانیں آتی ہیں۔

(۳) یہ زمانے پر دلالت کرتے ہیں۔

کلی عرضی: ایسی کلی کانام ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو جیسے کاتب

کلی متواطی: ایسی کلی کا نام ہے جو اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق آئے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض افراد پر اس کا صدق اولیٰ یا اشد یا ازید ہو جیسے انسان

کلی مشکک: ایسی کلی کا نام ہے جو اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق نہ آئے جیسے موجود کا صدق باری تعالی پر اولی ہے اور ممکنات پر غیر اولی ہے کیونکہ وجود باری تعالی علت ہے اور وجود ممکنات معلول اسی طرح ابیضؔ کا اطلاق برف پر اشد ہے اور ہڈی پر اضعف ہے اور طویل کا صدق کھجور کے درخت پر ازید ہے اور آدمی پر انقص ہے۔

کلی منطقی: ایسے مفہوم کا نام ہے کہ جس کا نفس تصور اس مفہوم کو کثیرین پر صادق آنے سے منع نہ کرے جیسے انسان کا مفہوم جو کلی ہے اس طرح حیوان کا مفہوم جو کلی ہے۔

کلی طبعی: ایسی کلی کا نام ہے جو لفظ کلی کے معنی کا مصداق ہو جیسے انسان اور حیوان

کلی عقلی: ایسی کلی کا نام ہے جو لفظ کلی کے معنی اور اس کے مصداق کا مجموعہ ہو جیسے الانسان الکلی اور الحیوان الکلی

کلمہ: ایسا مفرد ہے جو اپنی ہیئتِ وضعیہ کے اعتبار سے کسی زمانہ پر دلالت کرے جیسے ضرب

بالفاظِ دیگر ایسے لفظ مفرد کا نام ہے جو محض محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے ضرب۔ سمع۔ کرم۔

کلیاتِ خمسہ: نوع، جنس، فصل، خاصہ اور عرض عام ہیں اور ان کی تعریفات اپنے اپنے مقام پر بیان کی گئی ہے۔

کبرٰی: جس مقدمہ میں اکبر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں جیسے کل متغیر حادث میں حادث اکبر ہے جو اس مقدمہ میں موجود ہے لہٰذا کل متغیر حادث کو کبریٰ کہا جاتا ہے۔

کل مرکب ممکن: ای مفتقر الی الاجزاء و کل مفتقر الی الغیر ممکن قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر مرکب ممکن ہے وہ اس لیئے کہ جو بھی مرکب ہو گا وہ اجزاء کی طرف محتاج ہو گا اور جو چیز غیر کی طرف محتاج ہو وہ ممکن ہوا کرتی ہے۔

کنہ الشئی: فی اللغۃ نہایۃ ودقۃ وفی الاصطلاح حقیقۃ وجمیع ذاتیاتہ لغوی معنی شئے کی کنہ شئے کی نہایت اور انتہا کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں شئے کی حقیقت اور شئے کے جمیع ذاتیات کو کہتے ہیں۔

لادوام ذاتی: لادوام ذاتی کی قید سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا جو ایجاب اور سلب میں اصل قضیہ کا مخالف اور کلیت اور جزئیت میں موافق ہو جیسے

كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتباً لا دائماً

لاضرورت ذاتی: لاضرورت ذاتی کی قید سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کہ ایجاب وسلب میں اصل قضیہ کا مخالف اور کلیت اور جزئیت میں موافق ہوگا جیسے

كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبا لا بالضرورة

لاتنافی فی الصدق والکذب: دو نسبتیں ایک ساتھ سچی بھی آئیں اور کاذب بھی ہو سکیں اسی کو لامنافاۃ فی الصدق والکذب بھی کہتے ہیں جیسے لیس ان یکون ھذا الانسان اسود او کاتباً اس مثال میں دونوں نسبتوں کا صادق آنے کا یہ مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان اسود بھی ہو اور کاتب بھی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک انسان اسود ہو اور نہ ہی کاتب ہو۔

لاتنافی فی الصدق: دو نسبتوں کا ایک ساتھ صدق ممکن ہو اسے لامنافاۃ فی الصدق بھی کہتے ہیں جیسے لیس ان یکون ھذا الجسم لا انساناً اولا فرساً اس مثال میں دونوں نسبتوں کا صادق آنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شئے لا انسان بھی ہو اور لا فرس بھی ہو جیسے مسجد

لاتنافی فی الکذب: دو نسبتوں کا ایک ساتھ کذب ممکن ہو اسے لامنافاۃ فی الکذب بھی کہتے ہیں جیسے لیس ان یکون ھذا الجسم انساناً اوفرساً اس مثال میں دو نسبتوں کا کاذب آنے کا یہ مطلب ہے کہ یہ جسم انسان ہو نہ ہی فرس ہو بلکہ مدرسہ ہو۔

لزومِ خارجی: ایسی نسبت ہے جو لازم اور ملزوم کے درمیان اس طرح پائی جائے کہ خارج میں ملزوم کا وجود لازم کے وجود سے جدا نہ ہو سکے جیسے آگ کے لئے حرارت۔

لزومِ ذھنی: ایسی نسبت ہے جو لازم اور ملزوم کے درمیان اسی طرح پائی جاتی ہے کہ ذھن میں ملزوم کا تصور لازم کے تصور سے جدا نہ ہو سکے جیسے زوجیت کا لزوم اربع کے لئے۔

لزومِ ذھنی عقلی: ایسی نسبت کا نام ہے جس میں لازم کے تصور کے بغیر ملزوم کا تصور عقلاً محال ہو جیسے اربع کے لئے زوجیت کا لزوم۔

لزومِ ذھنی عرفی: جس میں لازم کے تصور کے بغیر ملزوم کا تصور محض عرفاً محال ہو جیسے حاتم کے لئے سخاوت کا لزوم۔

لازم: الغير المنفك۔ وفی اصطلاح المعقول الخارج عن الشیئی الممتنع انفکاکه عنه

لغوی معنیٰ جو جدا نہ ہو اور اصطلاح میں ایسی چیز کا نام ہے جو شئے سے خارج ہو اور اس کا جدا ہونا شئے سے ممتنع ہو۔

فائدہ

لازم کی دو قسمیں (۱) لازم الوجود (۲) لازم الماھیۃ

لازم الوجود: ھو لازم الفرد الموجود الخاص للماھیۃ کالسواد للحبشی فانه لازم للفرد الخاص للانسان لازم الوجود وہ ایسے فرد کا لازم ہوا کرتا ہے جو موجود ہے اور ماہیت کے لیئے خاص ہے جیسے سواد حبشی کے لیئے کیونکہ وہ ایسے فرد کو لازم ہے جو انسان کے لیئے خاص ہے۔

لازم الماھیتہ: ھو لازم لھا اینما وجدت کالزوجیۃ لاربعۃ فانه اینما تحقق ماھیۃ الاربعۃ امتنع انفکاك الزوجیۃ عنھا لازم ماہیت وہ ہوتا ہے جہاں بھی ماہیت پائی جائے وہ لازم ماہیت کو لازم ہوتا ہے جیسے زوجیت اربعہ کے لیئے کیونکہ اربع کی ماہیت جہاں بھی پائی گئی زوجیت کا اربعہ کی ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہوگا۔

فائدہ

لازم ماہیت کی دو قسمیں بین۔ غیر بین۔

پھر بین کی دو قسمیں ہیں۔ بالمعنی الاخص بالمعنی الاعم۔

پھر غیر بین کی بھی دو قسمیں ہیں بالمعنی الاخص۔ بالمعنی الاعم۔

لازم ماھیتہ بین: فی باب العین

لازم ماھیتہ بین بالمعنی الاخص: فی باب العین

لازم ماھیتہ بین بالمعنی الاعم: فی باب العین

لازم ماھیتہ غیر بین بالمعنی الاخص: فی باب العین

لازم ماھیتہ غیر بین بالمعنی الاعم: فی باب العین

لابد فی الموجبہ من وجود الموضوع: قضیہ موجبہ میں وجود موضوع ضروری ہوا کرتا ہے کیونکہ اسمیں محمول کا ثبوت موضوع کے لیئے ہوتا ہے تو لازماً موضوع پہلے موجود ہوگا۔

لا نقائض للتصورات: یہ قاعدہ اس قول پر جن کے نزدیک نقیضین کی تفسیر متمانعین کے ساتھ کی گئی اب تصورات کی نقیض نہیں ہوگی کیونکہ تمانع تو پھر نسبت کے بغیر متصور بھی نہیں ہوگا لہٰذا تصور میں جب نسبت نہیں ہوگی تو اس کی نقیض کس طرح آئے گی اور جن کے نزدیک نقیضین کی تفسیر متنافیین کے ساتھ کی گئی ہے یعنی ہر ایک نافی ہو دوسرے کے لیئے اس صورت میں تصورات کی نقیض ہو سکتی ہے۔ اذا اردت التفسیر طالع جامع العلوم

لا ضرورۃ: الامکان المقول بالاشتراك اللفظی علی اربعۃ معان

یعنی لا ضرورۃ اس امکان کا نام ہے جو مشترک لفظی طور پر محمول ہوتا ہے چار معانی پر۔

(۱) امکانِ عامی (۲) امکانِ خاصی (۳) امکانِ اخص (۴) امکانِ استقبالی (والتفصیل فی جامع العلوم)

لیس کل ما ھو فعل عند النحاۃ کلمۃ عند المنطقیین: ھذا المسئلۃ معرکۃ الاراء قال بھا الشیخ الرئیس فی الشفاء و تحریر ھا ان بعض الافعال کالمضارع الغائب مثل یضرب کلمۃ بالاتفاق واما

المضارع المخاطب مثل تضرب والمتكلم مثل اضرب و نضرب فهو فعل عند النحاة وليس بکلمة عند المنطقیین

یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے شیخ رئیس نے شفاء میں اس انداز سے پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض افعال ایسے ہیں جو بالاتفاق کلمہ ہیں جیسے مضارع غائب یضرب اور بعض افعال ایسے ہیں جو نحویوں کے نزدیک تو فعل ہیں مگر منطقی اس کو کلمہ نہیں کہتے جیسے مضارع مخاطب و متکلم تضرب واضرب

لابشرط شئی: کسی شے کی طبعیت اور مبداء کالابشرط شے کا درجہ لینا یعنی اس کے ساتھ کوئی شے شرط قرار نہ دی جائے یعنی نہ کسی کی مقارنت اور نہ عدم مقارنت۔

توضیح المقال

ماھیات کے تین اعتبارات ہوا کرتے ہیں۔

(۱) بشرط شَے یعنی ان کے ساتھ عوارض کا اعتبار کرلینا تو اسے ماہیتِ مخلوطہ بھی کہتے ہیں اور یہی عوارض ماہیت کو وجود بخشنے والے ہوتے ہیں۔

(۲) بشرط لاشَے یعنی ماہیات کے ساتھ عوارض کا اعتبار نہ کیا جائے تو اسے ماہیتِ مجردہ کہتے ہیں کیونکہ اس مجرد کی وجہ سے یہ موجود نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کے وجود کی بھی نفی کی جاتی ہے مگر حق بات یہ کہ وہ ماہیت ثابت ہے کیونکہ چیز کے تصور کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہوا کرتی۔

(۳) لابشرط شَے عین ماہیت کے ساتھ نہ ہی عوارض کی مقارنت کا اعتبار اور نہ ہی عدم مقارنت کا اعتبار یعنی ماہیت من حیث ھی ھی اور اسے ماہیتِ مطلقہ کہتے ہیں تو اس (لابشرط شئی) میں جو ماہیت ہوا کرتی ہے وہ فی نفسہٖ نہ موجود ہوتی ہے اور نہ معدوم اور نہ ہی کلی ہوتی اور نہ ہی جزئی ہوتی ہے اسی طرح تمام عوارض اس ماہیت کے نہ جزو اور نہ ہی کل ہیں بلکہ تمام کے تمام خارج ہیں اور وہ ماہیت ان کے عروض کے وقت ان کے ساتھ متصف ہو جاتی ہے مثلاً انسان کا مفہوم فی نفسہٖ کلی بھی نہیں ہے کیونکہ اگر کلی ہو تو پھر زید پر محمول نہ ہو اور نہ ہی جزئی ہے کیونکہ اگر جزئی ہو تو پھر کثیرین پر محمول نہ ہو سکے لیکن وہ ہر عارض کے ساتھ متصف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے مفہوم انسان کے ساتھ جب تشخص عارض ہو گا تو وہ جزئی ہو گا اور وہی مفہوم انسان کلی ہو گا جب تشخص عارض نہ ہو۔

موضوع: قضیہ حملیہ کے محکوم علیہ کو موضوع کہتے ہیں جیسے زید قائم میں زید ہے۔

محمول: قضیہ حملیہ کے محکوم بہ کو محمول کہتے ہیں جیسے زید عالم میں عالم ہے۔

مقدم: قضیہ شرطیہ کے جزو اول کو مقدم کہتے ہیں جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں پہلے جزو کا نام مقدم ہے۔

مفرد: ایسے لفظ کو کہتے ہیں کہ جس کے جزو کی دلالت معنی مقصود کے جزو پر کرانا مقصود نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام۔ اسم جلالت، ناطق۔ عبداللہ علمیت کی حالت میں اس طرح حیوانِ ناطق (جبکہ کسی کا نام ہو)۔

مرکب: ایسے لفظ کو کہتے ہیں جس کے جزو کی دلالت معنی مقصود کے جزو پر کرانا مقصود ہو جیسے زید قائم

فائدہ

مفرد پانچ صورتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) ایسا لفظ موضوع جس کا جزو ہی نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام۔

(۲) لفظ کی جزو تو ہو مگر اس کے معنی کی جزو نہ ہو۔ مثلاً "اسمِ اعظم (اللہ) ہے۔

(۳) ایسا لفظ موضوع کہ اس کا جزو تو ہے لیکن اس لفظ کے جزو کی دلالت معنی کے جزو پر نہ ہو جیسے زید

(۴) ایسا لفظ موضوع کہ اس کا جزو بھی ہو اور اس لفظ کا جزو کسی معنی پر دلالت بھی کرتا ہو مگر معنیٰ مقصود کے جزو پر دلالت نہیں کرتا جیسے عبداللہ (علمیت کی حالت)

(۵) ایسا لفظ موضوع کہ اس کا جزو تو ہے اور اس لفظ کے جزو کی دلالت معنیٰ مقصود کے جزو پر بھی ہو مگر معنیٰ مقصود کے جزو پر اس لفظ کے جزو کی دلالت کرانا مقصود نہیں جیسے حیوان ناطق حالتِ علمیت میں

تحقیق المقام

یہ قاعدہ مسلم ہے کہ قضیہ سالبہ وجود موضوع کو نہیں چاہتا نیز یہ بھی خوب معلوم ہو جانا چاہیے کہ اگر متعدد چیزوں پر نفی آجائے تو وہاں کئی صورتیں معرض وجود میں آتی ہیں جیسے مفرد کی تعریف میں متعدد چیزوں پر نفی آئی ہے وہ اس طرح کہ مفرد کی تعریف کی جاتی کہ لفظ کے جزو کی معنیٰ مقصود کے جزو پر دلالت کرانا مقصود نہ ہو۔ تو یہاں متعدد چیزیں ہیں۔

(۱) لفظ کی جزو ہو۔

(۲) معنیٰ کی جزو ہو۔

(۳) لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت۔

(۴) معنی مقصود کی جزو پر دلالت کرے۔

(۵) دلالت کرانا مقصود ہو۔

ان پانچ صورتوں میں ہر ایک کی نفی پر مفرد کا اطلاق ہو گا۔

(۱) لفظ کی جزو نہ ہو۔

(۲) معنیٰ کی جزو نہ ہو

(۳) لفظ کی جزو معنیٰ کی جزو پر دلالت نہ کرے۔

(۴) معنیٰ مقصود کی جزو پر دلالت نہ کرے۔

(۵) دلالت کرانا مقصود نہ ہو۔

توضیح المبحث

"لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت نہ کرے مثلاً "زید" یہ مبحث قابلِ وضاحت ہے کہ لفظ کی جزو معنیٰ کی جزو پر دلالت کیسے نہیں کرتا تو اس مبحث کا حل یہ ہے کہ اولاً اس امر کا علم ضروری ہے کہ لفظ اور معنیٰ کے اجزا کیا ہیں ثانیاً اس امر کا علم ضروری ہے کہ لفظ کی جزا کی دلالت معنیٰ کی جزو پر کیسے نہیں ہے۔ امرِ اول کی وضاحت اس طرح ہے کہ مثلاً "زید" لفظ کی جزئیں زاء' یاء اور دال ہیں اور "زید" کا معنی ہے "الحیوان الناطق مع التشخص المعین" تو اس معنی میں تین اجزا واضح نظر آ رہے ہیں جو کہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

جزو اول حیوان' جزو ثانی ناطق اور جزو ثالث تشخص معین ہے۔ یہاں زاء کی دلالت حیوان پر یاء کی ناطق پر اور دال کی تشخص معین پر نہیں ہے لہٰذا زید مفرد ہو گا اسی طرح صاحبِ مرقات نے بھی فرمایا ہے کہ دلالۃ زید علیٰ مسماہٗ کہ زید کی دلالت زید کے مسمی پر اس طرح نہیں ہے کہ مسمّٰی اور معنیٰ کی جزو یعنی حیوان پر نہیں ہے اسی طرح یاء کی ناطق اور دال کی تشخص معین پر نہیں ہے۔ زید کا مسمّٰی وہ صورتِ ذہنیہ جس کے لیئے زید کی وضع کی گئی ہے یعنی حیوانِ ناطق مع تشخص معین ہے۔ زید کے معنی کی تعیین کے لیئے ہم قال اقول کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ کالا نسان فانہٗ لفظ لا یراد بالجزء منہ دلالۃ علیٰ جزء معناہ صاحبِ قال اقول نے مفرد کی مثال انسان دی ہے اور آگے فرمایا ہے کہ انسان ایسا لفظ ہے کہ اس کی جزو کی دلالت اس کے معنی کی جزو پر مراد نہیں لی گئی۔ اس کی وضاحت قال اقول کے حاشیہ میں اس طرح کی گئی ہے کہ کالا نسان فان جزوہ کالالف اوالنون لا یدل علی الحیوان اوالناطق

یعنی انسان کہ اس کی جزو الف یا نون کی دلالتِ حیوان یا ناطق پر نہیں ہے۔ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ انسان کا معنی حیوانِ ناطق ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زید کا معنی حیوانِ ناطق مع تشخص معین ہے اور "زید" کا معنیٰ مجموعہ اعضاء کے نہیں ہے کہ پاؤں اور ٹانگیں اس کے اجزا بنیں۔

صاحبِ تعلیم المنطق کا معیارِ علم: ہم جامعہ نظامیہ کے بعض اذکیاء کا علمی جائزہ پیش کرتے ہیں اور ان کے منتہی الافکار کا خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ تعلیم المنطق میں مفرد کی ایک صورت ذکر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں وہ لفظ کی جزو ہو معنیٰ کی جزو بھی ہو لیکن لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت نہ کرے جیسے لفظ زید اس میں لفظ کی جزئیں ہیں جیسے زاء' یاء اور

وال اور معنی کی جزئیں بھی ہیں جیسے زید کا سر، بازو اور ٹانگیں وغیرہ لیکن لفظ کی کوئی جزو معنی کی کسی جزو پر دلالت نہیں کرتی عبارت مذکورہ سے حضرت مصنف مدظلہٗ العالی کا معیارِ ذہانت واضح ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ عبارت مذکورہ میں زید کا معنی اعضاء کا مجموعہ کابیان کیا گیا ہے اور معنیٰ کے اجزا سر، بازو اور ٹانگیں وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ ہماری پہلی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ زید کا معنیٰ حیوان ناطق مع تشخص معین ہے اور زید کے اس معنی کے تین اجزا (حیوان، ناطق اور تشخص معین) ہیں نہ سر، بازو ٹانگیں ہیں۔

زید کے معنی کے یہ اجزا تو منطق کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے صرف ان کا ہی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ تعلیم المنطق کو نطقِ ظاہری اور باطنی سے آراستہ فرمائے اور ان کو جوہرِ استعداد عطا فرمائے۔

نامعلوم انہوں نے کتاب کا مطالعہ فرما کر یہ کتاب تحریر فرمائی یا اقوال الھامیہ کو قرطاس پر منتقش فرما دیا۔ طفلِ منطق بھی اس معنیٰ کا قائل نہیں ہو سکتا منطق کا ادنیٰ متعلم بھی اگر ادنیٰ تامل سے کتبِ منطقیہ کا مطالعہ کرے تو اس کے بھی انکار کا یہی نتیجہ ہو گا کہ زید کا معنیٰ حیوانِ ناطق مع تشخصِ معین ہے۔ ایسی کتاب جس میں بیسوں تطفلات موجود ہیں اس کو نصاب میں داخل کر دینا اور عقلاء اور ادباء کی کتب کو نصاب سے خارج کر دینا یہ امتِ مسلمہ پر انتہائی ظلم ہے۔

دورِ حاضر کے عظیم فضلاء نے اس کتاب کی تائید فرمائی نامعلوم ان شخصیات نے اس مقام پر (معنیٰ کی جزئیں سر، بازو اور ٹانگیں ہیں) تدبر نہیں فرمایا یا یہ مقام دیکھا نہیں دونوں صورتوں میں تقاریظ رقم کرنا غیر مستحسن ہے۔

المغالطۃ العامہ الورود: اس مغالطہ سے ہر شخص اپنے ہر مدعی کو عام ازیں کہ وہ سچا ہو یا جھوٹا ثابت کر سکتا ہے۔ مثلاً ہمارا دعویٰ ہے کہ النبی حیٌّ یعنی نبی زندہ ہے تو ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ مان لو کہ ہمارا مدعی ثابت ہے یعنی المدعی ثابت وان لم یکن المدعی ثابتا فنقیضہ ثابت یعنی مدعی (النبی حیٌّ) ثابت ہے (اس ہمارے دعوی کو مان لو) اگر دعویٰ ثابت نہیں تو اس کی نقیض ثابت ہو گی اگر نقیض بھی ثابت نہ ہو تو یہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گا اور یہ ارتفاع صحیح نہیں ہے یہ صغریٰ ہے (صغری پر دلیل حمد اللہ کے حاشیہ میں دی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ کتاب حمد اللہ

والا یلزم ارتفاع النقیضین فلا بدمن ثبوت احدھما عند عدم ثبوت الاخر فاذالم یکن المدعی ثابتاً یکون نقیضہ ثابتاً

یعنی اگر مدعی ثابت نہ ہو تو نقیض ثابت ہو گی اور اگر نقیض بھی ثابت نہ ہو تو پھر ارتفاع نقیضین لازم آئے گا لہٰذا کسی ایک کے عدم کے وقت دوسری کا ثبوت لازم آئے گا تو پھر جب مدعی ثابت نہیں ہے تو نقیض ثابت ہو جائے گی اور کبریٰ ہے کلما کان نقیضہ ثابتاً کان شئی من الاشیاء ثابتاً یعنی جب مدعی (النبی حیٌّ) کی نقیض (النبیٌّ لیس بحیٍّ) ثابت ہو تو شیئٌ من الاشیاء ثابت ہو گی کیونکہ نقیض بھی ایک شے ہے اب صغریٰ کبریٰ ملکر شکلِ اول بنا کیونکہ حدِّ اوسط صغریٰ میں تالی ہے اور کبریٰ میں مقدم اور حدِّ اوسط نقیضہ ثابت ہے حدِّ اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ آئے گا کہ کلمالم یکن المدعی ثابتًا کان شئی من الاشیاء ثابتاً اس نتیجہ کو عکس نقیض لازم ہو گا اور عکس نقیض کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی جزو کی نقیض نکال کر دوسری جزو بنا دینا اور دوسری جزو کی نقیض نکال کر پہلی جزو بنا دینا نتیجہ کی دوسری جزو ہے کان شیئی من الاشیاء ثابتاً تو اس کی نقیض ہے لم یکن شئی من الاشیاء ثابتاً اور نتیجہ کی پہلی جزو ہے لم

یکن المدعی ثابتاً اسکی نقیض آئے گی کان المدعی ثابتاً اس صورت میں نتیجہ کا عکس نقیض اس طرح آئے گا کہ لم یکن شئی من الاشیاء ثابتاً کان المدعی ثابتاً کہ جب شیئ من الاشیاء ثابت نہیں ہے تو پھر مدعی (النبی حیؐ) ثابت ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ مدعی کس طرح ثابت ہوا تو اس کی تقریر اس طرح ہے کہ یہ عکس جھوٹا ہے اور عکس لازم ہوتا ہے نتیجہ کو اور نتیجہ لازم ہے قیاس اور دلیل کو اور قیاس لازم ہے عدم مدعی کو تو واسطہ سے لازم ہو گیا عدم مدعی کو اور لازم عکس تو باطل ہے اور قانون ہے کہ لازم اگر باطل ہو تو ملزوم بھی باطل ہو جاتا ہے لہٰذا عدم مدعی باطل تو جب عدم مدعی باطل ہو گیا تو مدعی (النبی حیؐ) ثابت ہو گیا ورنہ ارتفاعِ نقیضین لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

مجاز: ایسے لفظ کا نام ہے جس سے اس کا جزو معنی موضوع یا خارج معنی موضوع لہٗ مراد لیا گیا ہو۔
بالفاظ دیگر لفظ کا استعمال غیر معنی موضوع لہٗ میں ہو جیسے رجل شجاع کے لئے اسد کا استعمال جبکہ لفظ اسد کی وضع تو حیوان مفترس کے لیے اور رجل شجاع معنی موضوع لہٗ کا غیر ہے۔

تنبیہہ

مجاز قرینہ کا محتاج ہے قرینہ کی تعریف اور اقسام اپنے مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔
مشترک: ماوضع لمعنی متعدد جس کی وضع متعدد معانی کیلئے ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔
مشترک لفظی: ایسا لفظ ہوتا ہے جس کے معانی متعدد ہوں اور اس لفظ کی ان معانی میں سے ہر ایک کے لیے ابتداء علیحدہ علیحدہ وضع ہو یعنی جس طرح یہ لفظ مفرد معنی اول کے لئے موضوع ہے اسی طرح معنیٰ ثانی کے لئے موضوع ہے قطع نظر ان دونوں معانی میں مناسبت کے جیسے لفظ عین کہ اس کی وضع سونے کے لیے علیحدہ ہے اور سورج کے لیے علیحدہ ہے۔
مشترک معنوی: وہ ہوتا ہے کہ لفظ ایک معنی (مفہوم کلی) کے لیے موضوع ہو اور اس کے افراد کثیرہ ہوں جیسے انسان کہ یہ حیوانِ ناطق کے لئے موضوع ہے جو کہ ایک مفہوم کلی ہے اور اس کے افراد کثیرہ ہیں جیسے زید و عمر و وغیرہ لہٰذا انسان مشترک معنوی ہے۔

فائدہ

مشترک لفظی اور معنوی میں فرق یہ ہے کہ مشترک لفظی کے اوضاع متعدد ہوتے ہیں۔
بالفاظِ دیگر مشترک لفظی کی ہر معنی کے لئے علیحدہ علیحدہ وضع ہوتی ہے اور مشترک معنوی کی ایک معنی (مفہوم کلی) کے لیے وضع ہوتی ہے اور اس کے افرادِ کثیرہ ہوتے ہیں۔
منقول: ایسے لفظ کا نام ہے جس کی وضع چند معنی کے لئے ہو اور معنیٰ اول میں اس لفظ کا استعمال متروک ہو گیا ہو۔
بالفاظ دیگر پہلے اس لفظ کی وضع ایک معنی کے لئے ہو پھر کسی مناسبت کی وجہ سے اس کا استعمال دوسرے معنی میں ہو اور لفظ کا استعمال اول معنی میں متروک ہو گیا ہو۔
منقول عرفی: ایسے منقول کا نام ہے جس میں ناقل عرف عام والے ہوں جیسے دابۃ ہے اصل میں تو اس دابۃ کی وضع اس حیوان کے لیے تھی جو زمین پر چلے پھر عوام نے اس کو گھوڑے یا چوپایہ کے لیئے نقل کر لیا ہے۔
حاشیہ ملا حسن میں منقول عرفی کی تعریف اس عبارت سے کی گئی ہے کہ ان کان النقل من اہل العرف کالدابۃ

الخ یعنی عرف عام وہ ہوا کرتا ہے جس میں نقل اہلِ عرف کی طرف سے ہو جیسے دابۃ

منقولِ شرعی: ایسے منقول کا نام ہے جس میں ناقل عرف خاص (شارع) ہو جیسے لفظ صلوٰۃ ہے کہ اصل اس لفظ کی وضع دعا کے لیے تھی پھر شارع نے اس کو ارکانِ مخصوصہ (قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعود) کے لیے نقل کرلیا ہے۔

منقولِ اصطلاحی: ایسے منقول کا نام ہے جس میں ناقل عرفِ خاص (طائفہ مخصوصہ) ہو جیسے لفظ اسم اس کا لغوی معنیٰ تو علو ہے پھر ایک خاص جماعت (نحاۃ) نے اس کو ایسے کلمہ کی طرف نقل کرلیا جو اپنے معنیٰ پر مستقل طور پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ بھی مقترن نہ ہو۔

مرتجل: ایسے لفظ کا نام ہے جو اولاً ایک معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہو پھر دوسرے معنیٰ کی طرف نقل کیا گیا معنیٰ اول اور ثانی میں بغیر کسی مناسبت کے جیسے جعفر اس لفظ کی وضع پہلے نہر صغیر کے لیئے تھی پھر کسی مناسبت کے بغیر ہی شخص معین کا نام رکھ دیا گیا ہے۔

ملا حسن میں مرتجل کی تعریف اس عبارت سے کی گئی ہے کہ

المرتجل ما وضع المعنیٰ ثم نقل الی الثانی لا لمناسبة

یعنی مرتجل ایسے لفظ کا نام ہے جس کی وضع ایک معنیٰ کے لئے ہو پھر دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا ہو اور اس دوسرے معنیٰ کو پہلے معنیٰ سے کوئی مناسبت نہ ہو جیسے جعفر کہ اس کے اصل معنیٰ چھوٹی نہر کے ہے پھر بغیر مناسبت کے ایک آدمی کا نام ہو گیا۔

مترادفان: ایسے دو لفظ جن کی وضع ایک معنیٰ کے لے ہو جیسے انسان و بشر

بعبارۃٍ اُخریٰ: هو اللفظ الذی یکون معناه الموضوع له واحداً ویکون لذالك المعنیٰ لفظ آخر موضوع لهٗ او اللفظ كذلك

متبائنان: ایسے دو لفظ جن کی وضع علیحدہ علیحدہ معنیٰ کے لئے ہو جیسے انسان و فرس

بعبارۃ اخریٰ: ما کان لفظه و معناه مخالفاً لأخر کالانسان والشیطان

مرکب تام: ایسے مرکب کا نام ہے جس سے سامع کو فائدہ تامہ (خبر یا طلب معلوم ہو) حاصل ہو جیسے زید انسان

مرکب ناقص: ایسے مرکب کا نام ہے جس سے سامع کو فائدہ تامہ (خبر یا طلب معلوم نہ ہو) حاصل نہ ہو۔

فائدہ

یاد رکھیں مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مرکبِ تقییدی (۲) مرکبِ غیر تقییدی

مرکبِ تقییدی: ایسے مرکب ناقص کا نام ہے کہ اس کے دونوں جزو تام الدلالہ ہوں اور دوسرا جزو پہلے جزو کی قید ہو۔

فائدہ

مرکبِ تقییدی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اضافی (۲) توصیفی

مرکبِ اضافی: ایسا مرکب ہے جس میں ثانی جزو اول جزو کا مضاف الیہ ہو جیسے غلام زید

مرکبِ توصیفی: ایسا مرکب ہے جس میں ثانی جزو اول جزو کی صفت ہو جیسے عمر و فہیم

مرکب غیر تقییدی: ایسا مرکب ہے جس میں ایک جزو تام الدلالہ اور ثانی جزو اول کی قید نہ ہو۔

فائدہ

مرکب غیر تقییدی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) امتزاجی (۲) غیر امتزاجی

مرکب امتزاجی: ایسے مرکب کا نام ہے جس میں دو کلموں کو اس طرح ترکیب دیا گیا کہ وہ دونوں کلمے کلمہ واحدہ بن گئے ہوں جیسے بعلبك

مرکب غیر امتزاجی: ایسا مرکب ہے جس میں دونوں کلمے علیحدہ علیحدہ ہوں جیسے فی الدار

موضوع علم: استاذی المکرم بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب اپنی کتاب بدایۃ المنطق میں موضوع علم کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ جس شے کے عوارض ذاتیہ سے کسی علم میں بحث ہوتی ہے اس شے کو اس علم کا موضوع کہتے ہیں۔ مثلاً کلمہ اور کلام کے عوارضِ ذاتیہ سے نحو میں بحث ہوتی ہے اس لیے نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے فعل مکلف کے عوارضِ ذاتیہ سے فقہ میں بحث ہوتی ہے اس لئے فقہ کا موضوع فعل مکلّف ہے اور بدن کے عوارضِ ذاتیہ سے طب میں بحث ہوتی ہے تو طب کا موضوع بدن ہے موجودات کے عوارضِ ذاتیہ سے حکمت میں بحث ہوتی ہے اور جسم طبعی کے عوارضِ ذاتیہ سے حکمتِ طبعیہ میں بحث ہوتی ہے اس لیئے حکمت کا موضوع موجودات اور حکمتِ طبعیہ کا موضوع جسمِ طبعی ہے۔

فائدہ

موضوعِ علم کو موضوع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خود یا اس کا جزو یا اس کی نوع یا اس کا عرض ذاتی یا اس کے عرض ذاتی کی نوع اس علم کے مسئلہ کا موضوع ہوتا ہے اور موضوع علم کا عرض ذاتی اس علم کے مسئلہ کا محمول ہوتا ہے مثلاً کل جسم طبعی فلهٗ شکل طبعی کل صورة تقبل الکون و الفساد کل حیوان فله قوة لامسة کل حرکة منطبقة علی الزمان کل حرکتین مستقیمتین لابد من السکون بینهما

یہ تمام حکمتِ طبعیہ کے مسائل ہیں پہلے مسئلہ میں خود جسمِ طبعی موضوع ہے اور دوسرے میں اس کا جزو یعنی صورت اور تیسرے میں حیوان جو جسمِ طبعی کی ایک نوع ہے اور چوتھے میں حرکت جو جسمِ طبعی کا عرضِ ذاتی ہے اور پانچویں میں حرکتِ مستقیمہ جو طبعی کے عرضِ ذاتی کی ایک نوع ہے۔

منطق و میزان: ایسے قوانین کے علم کا نام ہے جن کی رعایت کرنے سے نظر و فکر میں خطاء واقع نہیں ہوتی۔

موضوعِ منطق: معرف اور حجت ہے یعنی ایسے معلوماتِ تصوریہ اور تصدیقیہ جن سے مجہولاتِ تصوریہ و تصدیقیہ کو معلوم کیا جائے مثلاً جنس، فصل، خاصہ، قضیہ، معرف اور حجت۔ موضوعِ منطق کے بارے میں ملا حسن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

موضوع المنطق المعقولات الثانیة من حیث الایصال الی مجهول

یعنی منطق کا موضوع معقولاتِ ثانیہ (کلیہ جزئیہ) ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تک پہنچائیں۔

متصرفہ: ایسی قوت کا نام ہے جو دماغ میں بطن اوسط کے پہلے حصے میں رکھی گئی ہے یہ قوتِ معانی اور صور میں ترکیب اور تفصیل کرتی ہے۔

فائدہ

اس کے مختلف نام ہیں اگر اس قوۃ کا یہ اعتبار کیا جائے کہ اس کو عقل استعمال کرتی ہے اس کا نام مفکرہ ہے اور اگر اس کا یہ اعتبار کیا جائے کہ اس کو وہم استعمال کرتا ہے اس وجہ سے اسے متخیلہ کہتے ہیں۔

معرَف: معرَف بفتح راء ایسی شے کا نام ہے جس کی تعریف کی جائے جیسے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق سے کی جائے تو انسان معرَف کہلائے گا۔

معرِّف: بکسراء راء معرِّف کو قول شارح بھی کہتے ہیں۔ اس کی تعریف قاف کی تختی میں گذر چکی ہے اور معرِّف کی اقسام۔ حدِ تام۔ حدِ ناقص۔ رسمِ تام۔ رسمِ ناقص

اور ان کی تعریف اپنے اپنے مقام پر گذر چکی ہے نیز معرفِ حقیقی، معرفِ حقیقی بحسب الاسم معرفِ حقیقی بحسب الحقیقت اور معرفِ لفظی ان سب کی تعریف تاء کی تختی میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ

تعریفِ حقیقی بحسبِ الحقیقت اور تعریفِ حقیقی بحسب الاسم میں فرق یہ ہے جو تعریف کسی شَے کی ماہیت کی معرفت کا فائدہ دے۔ قطع نظر یہ کہ وہ ماھیت موجود ہے یا نہیں یہ تعریفِ حقیقی ہے اور جس تعریف سے نفس الامر میں ماھیت کے موجود ہونے کا فائدہ حاصل ہو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقت ہے اور جو تعریف حقیقیتِ اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے وہ تعریفِ حقیقی بحسب الاسم ہے اور تمام اشیاء کی اصطلاحات کی تعریفیں اسی آخری قسم میں شامل ہیں۔ فتدبر

تنبیہہ

معرف کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ معرف اور معرف کے درمیان باعتبار صدق کے نسبت تساوی کی ہو دوسری چیز کہ معرف بالکسر معرف بالفتح سے زیادہ روشن ہو پہلی چیز کی بنا پر معرف معرف سے نہ تو اعم ہو سکتا ہے اور نہ اخص اور نہ مبائن اور دوسری چیز کی بناء پر معرف اور معرف کا جہالت میں برابر نہیں ہونا چاہیے۔

مشاہدات: ان قضایا بدیہیہ کو کہتے ہیں جن کا جزم حسِ ظاہر یا باطن سے حاصل ہو۔

مشاہداتِ حسیہ: وہ قضایا بدیہیہ ہیں کہ جن میں تصدیق حواس ظاہرہ کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے سورج روشن ہے اور آگ گرم ہے

مشاہداتِ وجدانیہ: وہ قضایا بدیہیہ کہ جن میں تصدیق حواسِ باطنہ کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے للانسانِ عطشٌ وجوع

متواترات: وہ قضایا بدیہیہ ہیں جن میں تصدیق ایسی جماعت کی خبر سے حاصل ہو کہ جھوٹ پر اس جماعت کا متفق ہونا عقل محال جانے جیسے المکۃ المکرمۃ موجودۃ

مشہورات: ایسے قضایا کا نام ہے جن میں کسی قوم کی آراء باہم متفق ہوں جیسے: العدل حسن

مسلمات: ایسے قضایا جو متخاصمین کے درمیان تسلیم شدہ ہوں۔

بالفاظِ دیگر ایسے قضایا ہیں جن کو فریق مخالف نے مان لیا ہو جیسے حنفی شافعی کے اس قضیہ کو مان کر بحث کرے کہ

النیۃ فی الوضوء فرض

مقبولات: وہ قضایا ہیں جو ایسے افراد سے ماخوذ ہوں جن کے بارے میں حسنِ ظن پایا جائے جیسے وہ قضایا جو اولیاء اللہ اور حکماء سے ماخوذ ہوں۔

فائدہ جلیلہ

جو قضایا حضرات انبیاء علیہم السلام سے حاصل ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں ان سے مرکب ہونے والا قیاس خطابی نہیں ہوتا بلکہ برھانی ہوتا ہے۔

مظنونات: وہ قضایا ہیں جس میں حکم رجحان رائے اور ظن غالب کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے جیسے فلان یطوف باللیل و کل من یطرف باللیل فھو سارق تو نتیجہ آئے گا فلان سارق

مخیلات: ان قضایا کا نام ہے جو ذھن میں رغبت یا نفرت پیدا کرتے ہیں جیسے الخمر یا قوتیۃ سیالۃ

مشبہات: وہ قضایا کاذبہ جو لفظاً یا معناً سچے قضایا کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص گدھے کی تصویر کے بارے میں کہے ھٰذا حمار و کل حمار ناھق نتیجہ آئے گا۔ ھٰذا ناھق

مقولاتِ عشرہ: (۱) جوھر (۲) کم (۳) کیف (۴) این (۵) متیٰ (۶) اضافت (۷) ملک (۸) وضع (۹) فعل (۱۰) انفعال

مقولہ جوہر: ایسے ممکن کا نام ہے کہ جس کا وجود خارجی کسی موضوع (محل) میں نہ ہو بلکہ وہ قائم بنفسہٖ ہو جیسے شجر و حجر اور ان کی صورِ ذہنیہ۔

مقولہ کم: وہ عرض ہے جو بالذات تقسیم کو قبول کرے (یعنی عقل تقسیم کو جائز مانے جیسے خط۔ سطح۔ پانچ۔ سات۔ آٹھ۔ وغیرہ اعداد۔

فائدہ

کم متصل: کم متصل ایسے کم کا نام ہے جس کے اجزائے مفروضہ کے درمیان حد مشترک ہو جیسے خط۔ سطح۔ جسم تعلیمی۔ زمانہ۔

کم منفصل ایسے کم کا نام ہے جس کے اجزائے مفروضہ میں حد مشترک نہ ہو جیسے اعداد مثلاً پانچ۔ سات وغیرہ۔

فائدہ

کم متصل کی دو قسمیں ہیں (۱) قار الذات (۲) غیر قار الذات

قار الذات وہ کم ہے جس کے اجزا مجتمع فی الوجود ہو سکیں جیسے جسم۔

غیر قار الذات وہ کم ہے جس کے اجزا مجتمع فی الوجود نہ ہو سکیں جیسے زمانہ۔

مقولہ کیف: ایسے عرض کا نام ہے جو بالذات تقسیم قبول نہ کرے نہ اس کے معنی کا تعقل غیر پر موقوف ہو جیسے سواد۔ بیاض

مقولہ این: شے کی اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی مکان میں ہونے کے سبب شے کو عارض ہو مثلاً" زید کی وہ حالت جو مسجد میں بیٹھنے سے عارض ہوتی ہے۔

مقولہ متی: شے کی اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی زمانہ میں ہونے کے سبب شے کو عارض ہو جیسے شے کی وہ حالت جو شے کو رات میں ہونے کے سبب عارض ہو جیسے زید کی وہ حالت جو رات میں ہونے کے سبب عارض ہوتی ہے۔

مقولہ اضافت: ان دو چیزوں کی نسبت کو کہتے ہیں کہ ہر ایک کا تعقل دوسرے کے تعقل پر موقوف ہو جیسے ابوۃ اور بنوۃ یعنی ابوۃ کا بنوۃ پر اور بنوۃ کا تعقل ابوۃ پر موقوف ہے۔

مقولہ ملک: شے کی اس حالت کا نام ہے جو محاط ہونے کے سبب شے کو عارض ہو اور اس کے مکان بدلنے سے محیط کا مکان بدل جائے جیسے وہ حالت جو بدن کو کھال کے احاطہ سے یا آدمی کو قمیص کے پہننے سے یا عمامہ باندھنے سے عارض ہوتی ہے اور آدمی کے بدلنے سے ان کا مکان بھی بدل جائے گا۔

مقولہ وضع: شے کی اس حالت کا نام ہے کہ شے کے اجزاء کو غیر سے اور بعض اجزاء کو دیگر اجزاء سے نسبت ہونے کے سبب شے کو عارض ہو جیسے قائم یا قاعد کی وہ حالت جو کھڑے یا بیٹھنے سے اس کو عارض ہوتی ہے۔

مقولہ فعل: شے کی ایسی حالت کا نام ہے جو غیر میں اثر کرنے سے اس شے کو عارض ہوتی ہے جیسے وہ حالت جو لکڑی چیرنے کے وقت آرہ کش کو عارض ہوتی ہے۔

مقولۂ انفعال: شے کی ایسی حالت کا نام ہے کہ غیر کا اثر قبول کرتے وقت متاثر ہونے کے سبب شے کو عارض ہو جیسے لکڑی کی وہ حالت جو اس کو چیرنے کے وقت عارض ہوتی ہے۔

ماہیت: ماہیت متعدد معانی پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۱) مابه الشئی هو یعنی جس کی وجہ سے کوئی شے 'ہے ہو جائے اس معنی کے اعتبار سے ماہیت عین شے کا نام ہے۔

(۲) ایسی شے کا نام ہے جو ما هو کے جواب میں آئے جیسے الانسان ما هو تو جواب ہوگا حیوان ناطق لھذا یہ انسان کی ماہیت ہوگی۔

(۳) ایسا امر کلی جو عقل میں حاصل ہو اس حیثیت سے کہ وہ کلی ہو اور وجود خارجی کے اعتبار کرنے کے بغیر بولی جائے جیسے انسان کی ماہیت حیوان ناطق ہے۔

فائدہ

اگر امر متعقل کا یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ ما هو کے جواب میں محمول ہوتا ہے اسی امر متعقل کا نام ماہیت رکھا جاتا ہے اور اگر اسی امر متعقل کا یہ اعتبار کیا جائے کہ اس کا ثبوت خارج میں ہے تو اس کا نام حقیقت رکھا جاتا ہے اور اگر اسی امر متعقل کا یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ اغیار سے ممتاز ہے تو اس کا نام ھویہ رکھا جاتا ہے۔

معدات: ایسی اشیاء کہ جن پر کوئی شے موقوف ہو اور وہ اس شے کے ساتھ جمع نہ ہو سکیں جیسے وہ قدم جو مقاصد تک پہنچاتے ہیں یہ مقصود کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

ماہیتِ نوعیہ: ایسی ماہیت کا نام ہے جو اپنے افراد میں برابر طور پر صادق آئے جیسے انسان کہ یہ زید وعمر و وغیرہ پر برابر طور پر صادق آتا ہے کیونکہ ماہیتِ نوعیۃ اگر ایک فرد میں مقتضی ہے تو دوسرے فرد میں بھی مقتضی ہوگی۔

ماہیتِ جنسیہ: ایسی ماہیت کا نام ہے جو اپنے افراد میں برابر طور پر صادق نہیں آتی ہے جیسے حیوان کہ یہ انسان میں ناطق ہونے کا مقتضی ہے اور انسان کے غیر میں ناطق کا مقتضی نہیں ہے۔

ماہیتِ مجردہ: جو بشرط لاشے (ماہیت جو عوارض سے مجرد ہو) کے مرتبہ میں ہو اسے ماہیتِ مجردہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کا تحقق نہیں ہوتا حتی کہ وجود ذھنی میں بھی نہیں پائی جاتی۔

بالفاظِ دیگر ماہیتِ مجردہ ایسی کلی طبعی ہے جو بشرط لاشے ملحوظ ہو اور اس شرط کے ساتھ ملحوظ ہو کہ اس کے ساتھ کسی عارض کا اتصاف نہیں ہے مثلاً ماہیتِ انسان کا تصور تمام عوارض (کتابت ضحک وغیرہ) سے خالی ہو اور یہ شرط لگادی جائے کہ انسان کے ساتھ ان چیزوں کا عدم ملحوظ ہو گویا ہم ایسے انسان کا تصور کرنا چاہتے ہیں جو کاتب ہو اور نہ ہی ضاحک ہو بلکہ اپنی تمام صفات کی نفی کے ساتھ ہمارے ذھن میں آئے عوارض سے مجرد ہونے کی وجہ سے اسے مجردہ کہتے ہیں۔

ماہیتِ مخلوطہ: جو بشرط شے (ماہیت بشرطِ عوارض) کے مرتبہ میں ہو۔

بالفاظِ دیگر ایسی کلی طبعی کا نام ہے جو بشرط شَے ملحوظ ہو جیسے انسان کا تصور اس کی کسی صفت یا اس کے کسی عارض کے ساتھ کیا جائے عوارض سے مخلوطہ ہونے کی وجہ سے اسے مخلوطہ کہتے ہیں۔

فائدہ

ماہیتِ مخلوطہ کے موجود ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

مفہوماتِ اعتباریہ: ایسی اشیاء کا نام ہے جن میں غیراللہ (اللہ کے غیر) کو دخل ہو جیسے کلمہ اسم اور فعل وغیرہ کی تعریفات میں اللہ تعالیٰ کے غیر کو دخل ہوتا ہے جس طرح واضعینِ علم تعریفات کرتے ہیں اسی طرح ہی معتبر ہوتی ہے۔

ماہیتِ مطلقہ: جو لابشرط شے کے مرتبہ میں ہو یعنی فی نفسہٖ نہ موجود ہوتی ہے اور نہ معدوم نہ کلی ہوتی ہے اور نہ جزئی ایسے ہی تمام عوارض نہ اس کا جزو ہیں اور نہ ان کا عین بلکہ تمام عوارض سے یہ خارج ہے کسی شے کو عارض ہونے کے وقت عوارض سے موصوف ہوتی ہے جیسے انسان فی نفسہٖ نہ کلی ہے کیونکہ اگر کلی ہو تو اس کا حمل زید پر درست نہ ہو اور نہ ہی یہ جزئی ہے ورنہ اس کا حمل کثیرین پر صحیح نہیں ہونا چاہیے حاصل کلام یہ ہوا کہ ماہیت پر عارض کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن ان کے ساتھ موصوف عارض ہونے کے وقت ہوتی ہے۔

بالفاظِ دیگر ایسی کلی طبعی کا نام ہے جو لابشرط شَے کے درجہ میں ہو یعنی ایسی کلی جو اتصاف وعدم اتصاف یا عروض وعدم عروض سے مستغنی ہو۔ بسبب مطلق ہونے اور جمیع عوارض سے مقید نہ ہونے کی وجہ سے اسے مطلقہ کہتے ہیں۔

ماہیتِ اعتباریہ: ایسے امور کہ ان کا کوئی وجود خارج میں نہ ہو بلکہ عقل موجوداتِ خارجیہ سے ان کو منتزع کرے جیسے امتناع۔ وجوب۔ امکان وغیرہ ان کا خارج میں کوئی وجود نہیں صرف عقل نے موجوداتِ خارجیہ سے ان کو منتزع کیا ہے۔

ماہیتِ حقیقیہ: ایسی ماہیت کا نام ہے جو اپنے اصل وجود کے ساتھ موجود ہو۔

ماھو: جس سے کسی چیز کی حقیقت وماہیت سے متعلق سوال کیا جائے۔

جیسے الانسان ماھو

مثال: ایسا امر جزئی جو کسی قاعدہ کی وضاحت کے لیے ذکر کیا جائے جیسے قاعدہ ہے ہر فاعل مرفوع ہے تو اس کی وضاحت ضرب زید سے کی جائے۔

معانی: ایسی صور ذہنیہ کا نام ہے کہ اس کے مقابلہ میں الفاظ وضع کیے گئے ہیں جیسے زید کی صورت جو ذہن میں ہے۔

فائدہ وحیدہ

جو صور عقل میں حاصل ہونے والی ہیں ان کے مختلف اعتبارات ہیں اگر ان کا یہ اعتبار کیا جائے کہ لفظ سے ان کا قصد کیا گیا ہے تو انہی صور کا نام معنی رکھا گیا ہے اور اگر ان صور کا یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ لفظ سے عقل میں حاصل ہونے والی ہیں تو انہی صور کا نام مفہوم رکھا گیا ہے اور ان کا یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ ماھو کے جواب میں محمول ہوتی ہیں تو ان کا نام ماہیت رکھا گیا ہے اور اگر ان صور کا یہ اعتبار کیا جائے کہ ان کا ثبوت خارج میں ہے تو اسے حقیقۃ کہتے ہیں اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ اغیار سے ممتاز ہے تو اسے ہویۃ کہتے ہیں اگر یہ اعتبار کیا کہ لفظ اس پر دال ہے تو اسے مدلول کہتے ہیں۔

معلل: جو شخص اپنے آپ کو دلیل کے ساتھ اثبات حکم کے لیے قائم کرے اسے معلل کہتے ہیں مثلاً۔ خلیل نے اپنے آپ کو دلیل کے ساتھ اثبات حکم کے لیے قائم کیا۔

مترادف: الفاظ زیادہ ہوں اور ان کا معنی ایک ہو جیسے لیث اور اسد

متباین: لفظ اور معنی ایک دوسرے کے مخالف ہوں جیسے انسان اور فرس

فائدہ عظیمہ

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ترادف اتحاد فی المفھوم کا نام ہے اور اتحاد فی المصداق کا نام مترادف نہیں ہے البتہ اتحاد فی المصداق اتحاد فی المفھوم کو لازم ہے لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی اتحاد فی المفھوم اتحاد فی المصداق کو لازم نہیں ہے۔

فتدبر

العبد الضعیف غلام محمد بریلوی

مجہول من وجہٖ: ایسی شَے جو من وجہٖ مجہول ہو۔ جیسے انسان

معلوم من وجہٖ: ایسی شَے جو من وجہٖ معلوم ہو جیسے انسان

مجہولِ مطلق: ایسی شَے کا نام ہے جو کسی اعتبار سے بھی معلوم نہ ہو۔ مثلاً۔ زید کسی آدمی کو بالکل ہی معلوم نہ ہو۔

بعبارۃٍ اُخریٰ: ما لا یکون معلومًا بوجھہ من الوجوہ

محصوراتِ اربعہ: موجبہ کلیہ۔ موجبہ جزئیہ۔ سالبہ کلیہ۔ سالبہ جزئیہ۔

معقولاتِ اولیہ: وہ ہیں جو ذہن میں حاصل ہوتے ہیں اور کسی دوسری چیز کی صفت اور محمول بننا نہ بننا ان میں ملحوظ نہیں ہوتا اور نہ ان کے پائے جانے کے لیے ظرف ذہن کی شرط ہوتی ہے جیسے زید' عمرو' بکر وغیرہ کہ ان کی صورتیں ذہن میں بھی حاصل ہوتی ہیں اور ان کی ذات خارج میں بھی موجود ہے اور ان کے لیے ضروری نہیں کہ یہ کسی شے پر محمول ہی ہوں بلکہ موضوع بھی بن سکتے ہیں۔

معقولات ثانویہ: وہ ہیں جو ذہن میں کسی شے کو عارض ہوتے ہیں اور ان کے عروض کے لیے ظرف ذہن ضروری ہے۔ مثلاً انسان کا کلی ہونا حیوان کا جنس ہونا۔ ناطق کا فصل ہونا کہ کلیت' جنسیت اور فصلیت مذکورہ چیزوں کو ذہن ہی میں عارض ہوتی ہیں خارج میں نہ انکا وجود ہے اور نہ عروض۔ مزید تحقیق کے لیے ملا حسن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

المعقول الثانی عبارۃ عما یعرض للشئی فی الذھن ولا یعرض فی الخارج عروضاً انضمامیاً او

انتزاعیاً یعنی معقول ثانی عبارت ہے ایسی شے سے جو شے کو ذہن میں عارض ہوتی ہے اور وہ شے خارج میں عروض انضمامی اور انتزاعی کے اعتبار سے عارض نہیں ہوتی۔

مفہوم: ماحصل فی الذھن یعنی جو شے ذہن میں حاصل ہو جیسے انسان کا مفہوم۔

مقدمہ الکتاب: کلام مخصوص کے ایسے مجموعہ کا نام ہے کہ جو مقصود سے پہلے اس لیے لایا جاتا ہے کہ مقصود کا اس مجموعہ کے ساتھ ربط ہوتا ہے۔ اور مقصود کے لیے اس کا ذکر کرنا نفع مند ہوتا ہے۔ جیسے تہذیب میں اگر القسم الاول فی المنطق سے مراد الفاظ و عبارت ہوں تو مقدمہ سے مراد مقدمۃ الکتاب ہے اور اگر اس سے مراد معانی ہوں تو پھر مقدمۃ العلم ہوگا۔

معنی: مایفھم من ھیاۃ اللفظ یعنی جو چیز لفظ حرکات اور ترتیب حروف سے سمجھی جائے جیسے ضرب سے جو معنی سمجھا جارہا ہے۔

مقدمۃ العلم: مایتوقف علیہ شروع فی العلم یعنی جس پر علم میں شروع ہونا موقوف ہو جیسے تعریف، موضوع اور غرض وغیرہ

مقدمہ: ایسا قضیہ جو قیاس کی جزو ہو۔ جیسے العالم متغیر

موجہات بسیطہ: آٹھ قضایا کا نام ہے۔ ضروریہ مطلقہ۔ دائمہ مطلقہ۔ مشروطہ عامہ۔ عرفیہ عامہ۔ وقتیہ مطلقہ۔ منتشرہ مطلقہ۔ مطلقہ عامہ۔ ممکنہ عامہ۔

متقدم: (۱) متقدم بالزمان (۲) متقدم بالطبع (۳) متقدم بالشرف (۴) متقدم بالرتبہ (۵) متقدم بالعلیۃ ان پانچ اقسام کی تعریف تاء کی تختی میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ملکہ: نفس میں پائی جانے والی صفت راسخہ (یعنی ایسی صفت جو زائل نہ ہونے والی ہو) کا نام ہے جیسے استاذ کا علم ملکہ کہلاتا ہے اور متعلم کا علم حال ہوا کرتا ہے جو کہ جلدی زائل ہو جاتا ہے۔

ملازمہ: لغوی معنی یہ ہے کہ ایک شے کا جدا ہونا دوسری شے سے ممتنع ہو اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ایک حکم دوسرے حکم کا مقتضی ہو اس طور پر کہ اگر ایک حکم واقع ہو جائے تو یہ حکم دوسرے حکم کا ضروری طور پر مقتضی ہو جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود

ملازمہ عادیہ: عقل کے لیے لازم کے خلاف کا تصور ممکن ہو جیسے متعدد الٰھہ کی صورت میں عالم کا فساد۔ عقل کے لیے عالم کے عدم فساد کا تصور ممکن ہے کیونکہ متعدد الٰھہ کی صورت میں الٰھہ کا اتفاق ممکن ہے۔

ملازمہ مطلقہ: ایک شے کا دوسری شے کے لیے مقتضی ہونا۔ شے اول کو ملزوم کہتے ہیں اور شے ثانی کو لازم کہتے ہیں جیسے وجود نہار طلوع شمس کے لیے تو اس مثال میں طلوع شمس ملزوم ہے اور وجود نہار لازم ہے۔

نوٹ

ملازمہ خارجیہ۔ ذھنیہ۔ عقلیہ کی تعریفات لام کی تختی میں ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ

ملازمہ، لزوم اور تلازم کا ایک ہی معنی ہے۔

ممتنع بالذات: ایسی چیز کا نام ہے جو لذاتہٖ اپنے عدم کی مقتضی ہو۔

ممکن بالذات: ایسی چیز کا نام ہے جو لذاتہٖ عدم کا مقتضی ہو اور نہ ہی وجود کا جیسے عالَم

مناقضہ: لغوی معنی یہ ہے کہ ایک قول کو دوسرے کے ساتھ باطل کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ معینہ پر منع وارد کرنا۔ اسے منع اور نقضِ تفصیلی بھی کہتے ہیں۔ جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث کوئی کہے کہ میں تمہارے کبریٰ کو نہیں مانتا اسے مناقضہ کہتے ہیں۔

منطق: آلة قانونية تعصم مراعاتها الذہن عن الخطاء فی الفکر یعنی منطق ایسا آلہ قانونیہ ہے جس کی رعایت ذھن کو خطاء فی الفکر سے بچاتی ہے۔

معارضہ: مقابل کا مستدل کی دلیل کے مقابلہ میں ایک ایسی دلیل قائم کرنا جس سے مستدل کے مدعی کی نقیض ثابت ہو۔

معارضہ بالقلب: مستدل اور مقابل کی دلیلوں کا مادہ اور صورۃ میں متحد ہونے کا نام ہے۔

معارضہ بالمثل: مستدل اور مقابل کی دلیلوں کا صرف صورۃ میں متحد ہونا ہے۔

معارضہ بالغیر: مستدل اور مقابل کی دلیلوں کا صورہ اور مادہ دونوں میں متحد نہ ہونے کا نام ہے۔

فائدہ
امثلہ اقسام معارضہ

مثال معارضہ بالقلب: مثلاً تم دعویٰ کرو کہ زید قائم تو تم کہو گے کہ یہ دعویٰ مان لو دلیل یہ ہے کہ لولم یکن المدعٰی ثابتاً لکان نقیضہ ثابتاً اور کلما کان نقیضہ ثابتاً کان شئی من الاشیاء ثابتاً تو نقیضہ ثابتاً حد اوسط ساقط ہو جائے گی تو نتیجہ آئے گا کہ ان لم یکن المدعٰی ثابتاً لکان شئی من الاشیاء ثابتاً تو یہ غلط ہے کیونکہ جب کوئی شے ثابت نہیں تو پھر مدعی کیسے ثابت ہو سکتا ہے تو یہ لازم تھا نتیجہ کو یعنی ان لم یکن المدعی ثابتاً کان شئی من الاشیاء ثابتاً کو تو جب یہ لازم باطل ہے تو پھر ملزوم یعنی یہ نتیجہ بھی باطل ہو گیا تو ہم کہیں گے کہ یہ خرابی اس لیے لازم آئی کہ تم نے ہمارا دعویٰ نہیں مانا لہٰذا مان لو کہ زید قائم ہے آپ پھر اسی زید قائم کی نقیض زید لیس بقائم کو بھی بعینہٖ انہی مقدمات اور دلیل سے ثابت کرتے ہیں تو دلیلیں صورت میں بھی متحد ہیں اور مادہ میں بھی اور پھر بھی ایک دلیل سے دوسرے کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔

مثال معارضہ بالمثل: مثلاً ایک آدمی دعوی کرے کہ عالم حادث ہے اور دلیل دے کہ لانہٗ محتاج الی المؤثر و کل ما ھو کذٰلکَ فھو حادث تو نتیجہ آئے گا کہ العالم حادث اور دوسرا شخص اس کا معارضہ کر کے یہ دعوی کرے کہ عالم قدیم ہے اور اس پر دلیل دے کہ یہ لانہ مستغن عن المؤثر ہے اور کل ما ھو کذٰلکَ فھو قدیم تو نتیجہ آئے گا کہ العالم قدیم تو اب یہاں دونوں دلیلوں کا مادہ تو متحد نہیں لیکن صورۃ ایک ہے کیونکہ دونوں میں شکل اول کی پہلی ضرب کے ساتھ دلیل دی ہے۔

مثال معارضہ بالغیر: مثلاً ایک آدمی نے دعویٰ کیا عالم حادث ہے اور دلیل دے کہ لانہٗ محتاج الی المؤثر و کل محتاج الیہ فھو حادث تو نتیجہ العالم حادث آئے گا۔ اب کوئی اس کا معارضہ کرتا ہے۔ قیاس اقترانی کے ساتھ وہ اس طرح کہتا ہے کہ لو کان العالم حادثاً لما کان مستغنیاً عن المؤثر لکنہ مستغن عن المؤثر تو نتیجہ آئے

اس طرح کہتا ہے کہ لو کان العالم حادثاً لما کان مستغنیا عن المؤثر لکنہ مستغن عن المؤثر تو نتیجہ آئے گا کہ فلیس بحادث تو یہ دلیل سے پہلے کا خلاف ثابت ہو گیا لیکن یہ دونوں دلیلیں مادہ میں اور نہ ہی صورت میں متحد ہیں۔

ملک: میم ولام کے فتح کے ساتھ (بمعنیٰ فرشتہ) جسم نورانی یتشکل باشکال مختلفۃ سوی الکلب و الخنزیر لا یذکر ولا یؤنث یعنی فرشتہ ایک ایسا جسم نورانی ہوتا ہے جو مختلف شکلوں میں تبدیل ہو جاتا ہے سوائے کتے اور خنزیر کے اس میں مذکر و مؤنث نہیں ہوتے۔

مطلوب: قیاس سے جس قضیہ کی تصدیق حاصل ہوتی ہے اسے مطلوب کہتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا نام نتیجہ بھی ہے جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث ایک قیاس ہے جس سے عالم حادث ہے کی تصدیق حاصل ہو جاتی ہے۔

مطلب: جس لفظ کے واسطہ سے کسی تصور یا تصدیق کو سائل، مخاطب سے یا خود اپنے ذہن سے طلب کرے اس لفظ کا نام مطلب ہے جیساکہ ملا حسن میں ہے کہ ما تصورات کی طلب کے لیے آتا ہے مثلاً الانسان ما ھو اور ھل تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے جیسے ھل الانسان عالم

فائدہ جلیلہ

مطلب قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ مطلب میم کے کسر کے ساتھ یہ اسم آلہ کا صیغہ ہونا چاہیے۔ بمعنی آلہ طلب لیکن مشہور ہو گیا ہے میم کے فتح کے ساتھ اب اس صورۃ میں یا تو یہ اسم ظرف ہو گا یا یہ مصدر میمی ہو گا جو کہ مجازاً اسم آلہ کے معنیٰ میں استعمال کر لیا گیا ہے۔

مطالبِ تصوریہ: اس کے دو اصول ہیں (۱) ما (۲) ای ان دونوں کے علاوہ سب فروع ہیں۔

مطالبِ تصدیقیہ: اس کے اصول دو ہیں۔ (۱) ھل (۲) لم مطالب کی مزید تشریح و تحقیق سلم العلوم میں ملاحظہ فرمائیں ہم بخوفِ طوالت اسی پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

ماشارحہ: جس کے واسطہ سے اسم کا صرف مفہوم طلب کیا جائے اور یہ بات ملحوظِ خاطر نہ ہو کہ وہ کسی حقیقت موجودہ پر منطبق ہے یا نہیں عام ازیں کہ وہ موجود ہو یا معدوم ہو۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ ماشارحہ وہ ہوتا ہے کہ کسی شے کے اسم کی شرح طلب کی جائے قطع نظر اس کے وجود کے اسے شارحہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اسم کی شرح کا تصور معلوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً العنقاء ما ھو اور الانسان ما ھو ماشارحہ کے جواب میں معرف کی چار اقسام (حدِ ناقص۔ حدِ تام۔ رسم تام۔ رسم ناقص) ہی آسکتی ہیں۔

ماحقیقیہ: ایسے ما کا نام ہے جس کے واسطہ سے کسی شے کی حقیقت موجودہ کا سوال کیا جائے اس کے جواب میں بھی وہی معرف کی چار اقسام آسکتی ہیں جیسے انسان کہ اس کے وجود کا علم موجود ہو اور باعتبارِ حقیقت کے اس کا تصور طلب کیا جائے۔

فائدہ

ماشارحہ اور حقیقیہ میں فرق یہ ہے کہ ماشارحہ میں سوال شے کے بارے میں اس کے علم بالوجود سے پہلے ہو گا اور حقیقیہ میں سوال اس کے علم کے بعد ہو گا۔

موضوع: ایسی شے ہے کہ جس کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کیا گیا ہو کہ اس کے علم سے اس کا علم لازم ہو جیسے انسان کی وضع حیوانِ ناطق کے لیے کہ اس میں انسان موضوع ہے۔

موضوع لہٗ: ایسی شے کا نام ہے کہ جس کے ساتھ کسی چیز کو خاص کیا گیا ہو اس طرح پر کہ اس کا علم اس کے علم سے لازم ہو جیسے انسان کی وضع حیوانِ ناطق کے لیئے تو اسمیں حیوانِ ناطق موضع لہ ہو گا۔

مدلول: جس کا علم کسی چیز کے علم سے لازم آئے۔ جیسے خوف کا علم چہرے کی زردی سے۔

مثال: یکون جزئیاً للممثل یعنی ممثل کی جزئی ہوتی ہے جیسے کل فاعل مرفوع کی مثال ضرب زید کے ساتھ۔

فائدہ

معنیٰ، مفہوم، مسمّٰی، مدلول، ماہیت، حقیقت اور ھویت میں فرق

معنیٰ: صورۃ ذہنیہ اس حیثیت سے کہ اس کے مقابلہ میں لفظ وضع کیا گیا ہے جیسے کلمہ کی صورت ذھنیہ۔

بعبارۃٍ آخری: الصورۃ الحاصلۃ من حیث انھا تقصد باللفظ مسمیٰ معنی

مفہوم: ایسی صورت جو عقل میں حاصل ہو رہی ہے اس حیثیت سے وہ لفظ سے عقل میں حاصل ہو رہی ہے جیسے کلمہ کی وہ صورت جو عقل میں کلمہ سے حاصل ہو رہی ہے۔

مسمّٰی: شے کی صورۃ حاصلہ اس حیثیت سے کہ اس کے لیئے کسی اسم کی وضع کی گئی ہے۔

مدلول: شے کی صورت حاصلہ اس حیثیت سے کہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

ماہیت: صورۃِ حاصلہ اس حیثیت کہ وہ ماھو کے جواب میں محمول ہوتی ہے۔

حقیقت: صورۃِ حاصلہ اس حیثیت سے کہ اس کا ثبوت خارج میں ہوتا ہے۔

ھویہ: صورۃِ حاصلہ اس حیثیت سے کہ اس کا امتیاز اغیار سے ہوتا ہے۔

معنیٰ مفرد: المعنی الذی لا یدل جزء لفظہ علی جزء ذلک المعنیٰ ایسے معنی کا نام کہ اس معنی کے لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت نہ کرتی ہو جیسے زید

معنیٰ مرکب: فی لفظ المرکب

معدومِ مطلق: مالیس لہ ثبوت بوجہ من الوجوہ لا ذہناً ولا خارجاً

معدومِ مطلق ایسی چیز کا نام ہے جس کا ثبوت ذھنا وخارجا کسی طریقہ سے بھی نہ ہو۔

مادۃ القضیہ: نسبت کی اس کیفیت کا نام ہے جو نفس الامر میں موجود ہوا کرتی ہے جیسے جامع العلوم میں اس عبارت سے مرقوم ہے الکیفیۃ الثابتۃ للنسبۃ فی نفس الامر۔

توضیح المقام

مادہ اور جہت میں فرق

نسبت کی کیفیت نفس الامری کا نام مادہ ہے جو لفظ اس کیفیت پر دال ہو جبکہ وہ قضیہ ملفوظہ ہو یا وہ صورتِ عقلیہ دالۃ ہو اس کیفیت پر جبکہ وہ قضیہ معقولہ ہو ہر صورت میں دال ہو یا دالہ انہی کو جہتِ قضیہ کا نام دیتے ہیں۔

ہے۔

ثالث عشر: حذف مضاف الیہ کا علاقہ ہو یعنی مضاف الیہ کا حذف کر دینا جیسے حینئذ یومئذ

رابع عشر: مجاورۃ کا علاقہ ہو جیسے میزاب (پرنالہ) بول کر ماء (پانی) مراد لینا

خامس عشر: تسمیۃ الشیئی باعتبار ما یؤل الیہ ہو یعنی کسی چیز کا مستقبل کے اعتبار سے نام رکھنا جیسے کسی طالب علم کو مولانا کہنا۔

سادس عشر: تسمیۃ الشیئی باعتبار ما کان ہو یعنی ماضی کے اعتبار سے کسی چیز کا نام رکھنا جیسے کسی بالغ شخص کو یتیم کہنا۔

سابع عشر: اطلاق اسم المحل علی الحال یعنی محل کا اطلاق حال پر کرنا (مظروف کا اطلاق ظرف پر) جیسے کوزہ کا اطلاق پانی پر یا نادیہ (مجلس) کا اطلاق اہل مجلس پر

ثامن عشر: اطلاق اسم الحال علی المحل (ظرف کا اطلاق مظروف پر) یعنی حال کا اطلاق محل پر جیسے ففی رحمۃ اللہ یعنی ففی الجنۃ کیونکہ جنت رحمت کا محل ہے نیز رحمت بول کر جنت مراد لیا گیا ہے۔

تاسع عشر: اطلاق اسم آلۃ الشیئی علی الشیئی یعنی کسی شے کے آلہ کا اطلاق خود اس شے پر کرنا جیسے زبان بول کر ذکر مراد لینا۔

عشرون: اطلاق احد البدلین علی الآخر یعنی بدلین میں سے ایک کا اطلاق دوسرے پر کرنا جیسے دم بول کر دیت مراد لینا۔

حادی و عشرون: اطلاق الشیئی المعرف علی واحد منکر یعنی معرفہ کا اطلاق نکرہ پر جیسے انی اخاف ان یا کلہ الذئب یہاں الذئب (بھیڑیا) سے مراد نکرہ ہے یعنی غیر معین ذئب مراد ہے۔

ثانی و عشرون: اطلاق احد الضدین علی الآخر ہو یعنی ضدین میں سے ایک کا اطلاق دوسری ضد پر ہو جیسے بصیر بول کر اعمیٰ مراد لینا۔

ثالث و عشرون: زیادہ ہو یعنی کسی حرف کی زیادتی ہو جیسے لیس کمثلہ شیئی اس مثال میں "ک" زیادہ ہے

رابع و عشرون: نکرہ حیز اثبات میں واقع ہونے کے سبب عموم ہو جیسے علمت نفسٌ ماقدمت ای کل نفس اس مثال میں لفظ نفسٌ میں عموم پایا گیا ہے۔

خامس و عشرون: حذف ہو جیسے یبین اللہ لکم ان تضلوا ای لئلا تضلوا اس مثال میں ان تضلوا اصل میں لئلا تضلوا تھا۔

توضیح المقال

بعض مناطقہ نے بعض علاقہ کو بعض میں داخل کر کے بارہ علاقہ بیان کیئے ہیں۔

(۱) سببیۃ (۲) مسببیۃ (۳) مشاکلت (۴) مشابہت (۵) مضادۃ (۶) کلیۃ (۷) جزئیۃ (۸) استعداد (۹) مجاورۃ (۱۰) زیادۃ (۱۱) نقصان (۱۲) تعلق۔

بعض مناطقہ نے پانچ کا قول کہا ہے۔

(۱) مشاکلت (۲) مشابہت (۳) ماکان (۴) مایؤل (۵) مجاورۃ۔
اور بعض مشاکلت کے علاوہ باقی (چار) کے قائل ہیں۔

مدرک: من الادراک یعنی دریابندہ معقولات یعنی جاننے والا اور ادراک کرنے والا۔

مرکب: ماتالف من الجزئین او الاجزاء ضد البسیط الذی بمعنی ما لا جزء له یعنی وہ چیز ہے جو دو جزو یا زیادہ سے مرکب ہو اور یہ ایسے بسیط کی ضد ہے جس کی کوئی جزو نہ ہو جیسے زید عالم

مصادرۃ: خون کسی را بمال آں کس خریدن یعنی کسی شخص کا خون اسی کے مال سے خریدنا۔

مصادرہ علی المطلوب: عبارة عن جعل المدعی عین الدلیل او جزءه یعنی مدعی کو عین دلیل یا اس کی جزو کردینا ہے۔

فائدہ

مصادرہ علی المطلوب چار اقسام پر مشتمل ہے (۱) مدعی دلیل کا عین ہو جائے (۲) مدعی دلیل کی جزو ہو جائے (۳) دلیل کا صحیح ہونا مدعی پر موقوف ہو (۴) دلیل کی جزو کا صحیح ہونا مدعی پر موقوف ہو۔ یہ تمام اقسام باطل ہیں جبکہ ان میں دور لازم آتا ہے اور دور کا بطلان بین ہے۔ فافہم

مطلق الشئی: اصطلاح ھذا کی توضیح سے پہلے جامع العلوم کی عبارت پیش کی جاتی ہے کہ الفرقُ بین الشئی المطلق و مطلق الشیئی کالوجود المطلق و مطلقُ الوجود بان الاول مقید بقید الاطلاق والثانی مطلق منه فالاول اخص والثانی اعم وقس علیه الحصول المطلق و مطلق الحصول والتصور المطلق و مطلق التصور صاحب جامع فرماتے ہیں کہ الشئی المطلق اور مطلق الشئی کے درمیان فرق اس طرح ہے جیسے الوجود المطلق اور مطلق الوجود کے درمیان فرق ہوا کرتا ہے وہ اسطرح کہ الوجود المطلق مطلق کی قید کے ساتھ مقید ہے اور ثانی اس کے خلاف ہے نیز پہلا خاص ہے اور دوسرا عام ہے اسیطرح دوسری اصطلاحات کو اسی پر قیاس کریں۔

معدولہ: ھی القضیة التی یکون حرف السلب جزاء من اجزائها موجبة او سالبة سواء کان من الموضوع او من المحمول او من کلیهما ایسے قضیہ کا نام ہے اس کے اجزا میں کوئی ایک جزو حرف سلب ہو عام ازیں حرف سلب موضوع کی جزو ہو یا محمول کی یا دونوں کی ہو والتفسیر فی القضایا۔

معدولہ معقولہ: وهی القضیه التی یکون حرف السلب جزاًمن جزئها معنی لا لفظاً مثل زید اعمیٰ ایسے قضیہ کا نام ہے کہ حرف سلب اس کی جزو معنی ہو اور لفظاً نہ ہو جیسے زید اعمیٰ تو اعمیٰ کا معنی سلب البصر عما من شانه البصر تو اسمیں حرف سلب معنی کی جزو ہے لفظ کی جزو نہیں ہے۔

معلول اخیر: هو المعلول الذی لا یکون علة لشئی اصلاً یعنی وہ کسی شے کے لیئے علت اصلاً واقع نہ ہو۔

المقول فی جواب ماھو: فی اصطلاح المنطقیین هو اللّفظ المذکور فی جواب ماهو الدال بالمطابقة علی الماهیة المسئول عنها بماهی کالحیوان الناطق فانه اذا سئل عن الانسان بما هو یجاب بالحیوان الناطق الدال علی ماهیته بالمطابقة (جامع)

مفہوم عبارت اوضح ہے اس طرح کہ مقول فی جواب ماھو وہ لفظ ہے جو ماھو کے جواب میں مذکور ہوا کرتا ہے

اور اس ماہیت پر مطابقۃ دال ہوا کرتا ہے کہ جس ماہیت کے بارے میں ما ھو کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے مثلاً حیوان ناطق کیونکہ جب انسان سے ما ھو کے ساتھ سوال کیا جائے گا تو اس کا جواب حیوان ناطق کے ساتھ دیا جاتا ہے اور یہی حیوانِ ناطق انسان کی ماہیت پر مطابقۃ دال ہے۔ فافہم

مقدمۃ الدلیل: عبارۃ عما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اعم من ان یکون جزئہٗ کالصغریٰ والکبریٰ اولا کشرائط الادلۃ

یعنی مقدمۃ الدلیل ایسی عبارت کا نام ہے جس پر دلیل کا صحیح ہونا موقوف ہوا کرتا ہے عام ازیں کہ وہ دلیل کی جزو ہو جیسے صغریٰ اور کبریٰ یا جزو نہ ہو جیسے شرائطِ ادلہ

ملازمہ: واللزوم والتلازم فی اللغۃ امتناع انفکاک شے عن آخر و فی الاصطلاح کون امر مقتضیاً لآخر علیٰ معنیٰ انہ یکون بحیث لو قع یقتضی وقوع امر آخر کطلوع الشمس لنھار والنھار لطلوع الشمس

ملازمہ، لزوم اور تلازم

لغت میں ایک شے کا جدا ہونا دوسری شے سے ممتنع ہونا ہے اور اصطلاح میں ملازمہ اسے کہتے ہیں کہ ایک امر کا مقتضی ہونا دوسرے کے لیئے اس طور پر کہ اگر وہ امر واقع ہو تا تو یہ امر دوسرے امر کا مقتضی ہوتا ہے جیسے طلوعِ شمس دن کے لیئے اور دن طلوعِ شمس کے لیئے۔

ملازمہ عقلیہ: عدم امکان تصور الملزوم بدون تصور لازمہ للعقل
یعنی عقل کے نزدیک ملزوم کا تصور بغیر لازم کے تصور کے ممکن نہ ہو جیسے دھواں اور آگ۔

ملازمہ عادیہ: ھی ان یمکن للعقل تصور الملزوم بدون تصور لازمہ کفساد العالم علی فرض تعدد الالھۃ لا مکان الاتفاق یعنی عادیہ ایسا ملازمہ ہے کہ عقل کے نزدیک ملزوم کا تصور بغیر لازم کے تصور کے ممکن ہو متعددِ الٰہ فرض کرنے کی صورت میں فسادِ عالم ہو سکتا ہے کہ الٰہ کا اتفاق ہو جائے لہٰذا متعددِ الٰہ فرض کرنے کی صورت میں بھی عالم کا فساد نہ ہونا ممکن ہے۔

ممکن بالامکان الخاص: ھو الذی لایکون وجودہ لاعدمہ ضروریاً ...... یعنی ممکن بالامکان الخاص وہ ہے کہ اس کا وجود اور عدم دونوں ضروری نہ ہوں یعنی اس کی ذات نہ وجود کا تقاضا کرے اور نہ اس کے عدم کا بلکہ اس کا وجود اور عدم غیر کی وجہ سے ہو جیسے عالم

ممکن بالامکان العام: ھو الذی حکم بسلب ضرورتہ عن الجانب المخالف سواء کان الجانب الموافق ضروریاً اولا ...... یعنی امکان عام ایسا ممکن ہے کہ جس میں جانب مخالف سے اس کی ضرورت کی سلب کا حکم کیا جائے عام ازیں کہ جانب موافق ضروری ہو کہ نہ ہو۔ مثلاً اگر قضیہ موجبہ ہے جیسے اللّٰہ موجود بالامکان العام تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ وجود کی سلب اللہ سے ضروری نہیں ہے اور جانب موافق قضیہ کی یعنی وجود اللہ تعالیٰ کا ضروری ہے دوسری مثال الانسان کاتب بالامکان العام یعنی کتابت کی سلب انسان سے ضروری نہیں ہے اور جانب موافق یعنی کتابت کا ثبوت بھی ضروری نہیں ہے اور اگر قضیہ سالبہ ہے جیسے شریک الباری لیس بموجود بالامکان العام کان معناھا ان وجودہ لیس بضروری وانت تعلم ان عدمہ بضروری سالبہ کی صورت میں جیسے اس مثال میں

شریک الباری کا وجود ضروری نہیں ہے جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ اس کا عدم ضروری ہے۔

ممکنہ عامہ: والتفسیر فی القضایا

ممکنہ خاصہ: والتفسیر فی القضایا

ممکن عام مطلق: والتفسیر فی الممکن بالامکان العام

ممکن عام مقید بجانب الوجود: ایسا ممکن ہے کہ جس میں عدم ضروری نہ ہو عام ازیں کہ وجود ضروری ہو یا نہ ہو۔

ممکن عام مقید بجانب العدم: ایسے ممکن کا نام ہے جس میں وجود ضروری نہ ہو عام ازیں کہ عدم ضروری ہو یا نہ ہو۔

مفہوماتِ ثلٰثہ: واجب، ممتنع اور ممکن ہیں۔

موجوداتِ ثلٰثہ: واجب، جوہر اور عرض ہیں۔

فائدہ جلیلہ

ممکن عام واجب، ممتنع اور ممکن خاص تینوں کو شامل ہوتا ہے کیونکہ ممکن عام اسے کہتے ہیں کہ جس میں جانب مخالف ضروری نہیں ہوتی۔ واجب کو تو اس لیئے شامل ہے کہ واجب میں جانب عدم ضروری نہیں ہے اور وجود ضروری ہے اور ممکن عام بھی تو وہی ہوتا ہے جس میں ایک جانب ضروری نہ ہو۔ یونہی ممکن عام ممتنع پر بھی سچا آتا ہے کہ اسمیں وجود ضروری نہیں ہوتا۔ ممکن خاص پر اس لیئے سچا آتا ہے کہ ممکن خاص میں کوئی جانب (عدم و وجود) بھی ضروری نہیں ہوتی تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک جانب ضروری نہیں ہے کیونکہ جب دونوں ضروری نہیں تو ایک تو بطریقِ اولیٰ ضروری نہیں ہوگی۔

خلاصہ کلام

ممکن عام تینوں کو شامل ہوگا۔ البتہ ممکن خاص تینوں کو ہی شامل نہیں ہے۔ واجب کو تو اس لیئے نہیں ہو سکتا کہ اسمیں وجود ضروری ہوتا ہے اور ممکن خاص میں تو کوئی بھی (وجود اور عدم) ضروری نہیں ہوتا۔ یونہی ممتنع کو بھی شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ ممتنع میں عدم ضروری ہوتا ہے اور ممکن خاص میں کوئی بھی ضروری نہیں ہوتا اور ممکن عام کو اس لیئے شامل نہیں ہو سکتا کہ اس میں ایک جانب ضروری نہیں ہوتی اور ممکن خاص میں دونوں جانبیں ضروری نہیں ہوتیں۔ ممکن عام مقید بجانب الوجود تو وہ ہوتا ہے کہ جس میں عدم ضروری نہ ہو تو یہ واجب کو شامل ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی عدم ضروری نہیں ہوتا اور ممتنع کو شامل نہیں ہوگا کہ اس میں عدم ضروری ہے لہٰذا ممکن عام مقید بجانب الوجود ممتنع کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ممکن عام مقید بجانب العدم (جس میں وجود ضروری نہیں خواہ عدم ضروری ہو یا نہ ہو) ممتنع اور ممکن خاص دونوں کو شامل ہوا کرتا ہے البتہ واجب کو شامل نہیں ہوتا کیونکہ واجب میں وجود ضروری ہوتا ہے۔ ممتنع کو اس لیئے شامل ہے کہ چونکہ اسمیں بھی وجود ضروری نہیں ہوتا اور ممکن خاص کو اس لیئے شامل ہے کہ چونکہ اسمیں نہ وجود ضروری ہے اور نہ ہی عدم ضروری ہے۔

ھذا مادرست عند استاذی بحر العلوم علامہ عطاء محمد بندیالوی (مدظلہ العالی) رحمہ اللّٰہ تعالٰی علیہ

ممتنع: ھو الذی یکون عدمہ فی الخارج ضروریاً یعنی ممتنع وہ ہے جس کا عدم خارج میں ضروری ہو۔

ممتنع بالذات: وہ ہے کہ اس کے عدم کا تقاضا اسکی ذات کرتی ہے۔

بالفاظِ دیگر وہ ہے کہ اس کی ذات کو دیکھو تو اسکی ذات چاہتی ہے کہ عدم ضروری ہے اور وجود محال ہے جیسے شریک الباری

ممتنع بالغیر: وہ ہے کہ اسکی ذات تو نہیں چاہتی کہ عدم ضروری اور وجود محال ہو بلکہ غیر کو دیکھیں تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا عدم ضروری ہو اور وجود محال ہو جیسے ایک غیر شادی شدہ آدمی کی اولاد ہونا ممتنع بالذات تو نہیں ہے کہ وہ صحیح اور سالم آدمی ہے اسکی اولاد ممکن ہے مگر اسکی اولاد کا ہونا ممتنع بالغیر ہے کیونکہ اس کا شادی شدہ نہ ہونا یہ چاہتا ہے کہ اسکی اولاد کا عدم ضروری اور وجود محال ہو۔

منطق: والتفسیر فی عدد المنطق

ملکہ: صفۃ راسخۃ للنفس فان للنفس تحصل الھیئۃ ای صفۃ بسبب فعل من الافعال ویقال لتلک الھیئۃ عند الحکماء کیفیۃ نفسانیۃ ثم ھی تسمّٰی حالۃ مادامت سریعۃ الزوال فاذا صارت بطیئۃ الزوال وحصل لھا الرسوخ بالتکرار وممارسۃ النفس بھا تسمّٰی ملکۃ (جامع العلوم)

ملکہ نفس کی صفت راسخہ کا نام ہے کیونکہ افعال میں سے کسی ایک فعل کی وجہ سے نفس کے لیئے ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے۔ حکماء کے نزدیک اس ہیت اور صفت کو کیفیت نفسانیہ کہتے ہیں پھر اس کیفیۃ نفسانیۃ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ سریعۃ الزوال ہو تو اسے حالت کہتے ہیں جیسے طالبِ علم کا علم اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بطیئۃ الزوال ہو اور اس کے لیئے تکرار اور نفس کے تجربہ کے ساتھ رسوخ اور مضبوطی حاصل ہو جائے تو اسے ملکہ کہتے ہیں جیسے استاد کا علم۔

موجود فی نفس الامر: معنی کون الشیئی موجودا فی نفسِ الامر انہ موجودا فی نفسہ فالامر ھو الشیئی ...الخ

شے کا موجود فی نفس الامر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ چیز فی نفسہٖ موجود ہو۔ حاصل معنی یہ ہوا کہ اس کا وجود کسی فرض فارض اور اعتبار معتبر پر موقوف نہ ہو مثلاً ملازمہ طلوعِ شمس اور وجودِ نہار کے درمیان۔

موجود فی الخارج: موجود فی نفس الامر موجود فی الخارج سے عام ہے جیسا کہ اس نسبت کو جامع العلوم میں یوں بیان کیا گیا ہے کل موجود فی الخارج یکون موجودا فی نفس الامر بلا عکس کلی یعنی ہر موجود فی الخارج موجود فی نفس الامر ہو گا لیکن عکس کلی نہیں ہے۔

موجود فی الذھن: موجود فی نفسِ الامر موجود فی الذھن سے اعم من وجہ ہے۔ ایک مادہ اجتماعی ہو گا اور وہ یہ ہے کہ اربع کی زوجیۃ وہ نفس الامر میں بھی موجود ہے اور ذھن میں بھی۔

پہلا مادہ افتراقی یہ کہ جو حقائق غیر متصورہ ہیں کہ اسمیں موجود فی نفس الامر تو ہے لیکن موجود فی الذھن نہیں ہے۔

دوسرا مادہ افتراقی کواذب متصورہ میں جیسے زوجیۃ خمسہ یہ موجود فی الذھن تو ہے لیکن موجود فی نفس الامر نہیں ہے۔

مطرد: معنی اطراد المعرف بالکسر استلزامہ المعرف بالفتح فی الوجود والثبوت ای متی وجد المعرف بالکسر وجد المعرف بالفتح ...... الخ

مطرد کا معنی ہے کہ تعریف مانع ہو دخول غیر سے یعنی معرف بالکسر مستلزم ہو معرف بالفتح کو کہ جب معرف بالکسر پایا جائے گا تو معرف بالفتح بھی پایا جائے گا یہی معنی ہے کہ جب حد سچی آئے تو محدود بھی سچا آئے گا۔ مثلاً "انسان کی حد حیوانِ ناطق ہے تو جب حیوانِ ناطق سچا آئے گا تو انسان بھی سچا آئے گا لیکن اگر ایسا نہ ہو یعنی حد تو سچی آئے لیکن محدود سچا نہ آئے تو تعریف مانع نہیں ہوگی۔ مثلاً "انسان کی تعریف حیوان ماشی کے ساتھ اس صورت میں کہ بکری پر حیوان ماشی تو سچا آتا ہے لیکن انسان سچا نہیں آتا۔ یہ تعریف مطرد نہیں ہے یعنی مانع نہیں ہے۔

منعکس: معنی انعکاس المعرف بالکسر استلزامه المعرف بالفتح فی العدم والانتفاء ای متی انتفی المعرف بالکسر انتفی المعرف بالفتح

منعکس کا معنی ہے کہ تعریف جامع ہو یعنی جب معرف بالکسر کی نفی ہوگی تو معرف بالفتح کی بھی نفی ہوگی۔

بالفاظِ دیگر جب محدود سچا آئے تو حد بھی سچی آئے مثلاً جب انسان (محدود) سچا آئے گا تو حیوانِ ناطق (حد) بھی سچا آئے گا لیکن اگر ایسا نہ ہو یعنی محدود تو سچا آئے لیکن حد سچی نہ آئے تو تعریف منعکس نہیں ہوگی یعنی جامع نہیں ہو گی۔ مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ اس صورت میں زید بالفرض کاتب بالفعل نہیں ہے تو اس پر محدود (انسان) تو سچا آتا ہے لیکن حد (حیوان کاتب بالفعل) سچا نہیں آتا ہے الغرض تعریف کے لیئے ضروری ہے کہ تعریف جامع بھی ہو اور مانع بھی ہو یا مطرد بھی ہو اور منعکس بھی۔ مطرد سے مراد مانع ہے اور منعکس سے مراد جامع ہے۔ فاحفظ

موجود خارجی: ما کان الخارج ظرفاً لوجوده کزید و عمرو موجود خارجی وہ چیز ہے کہ خارج اس کے وجود کے لیئے ظرف بنے جیسے زید و عمر و وغیرہ۔

باب النّون

نوع حقیقی: کلی مقول علیٰ کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھو یعنی نوع ایسی کلی کا نام ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے افراد پر محمول ہو جن کی حقیقت متفق ہو جیسے زید و عمر و و بکر ماھم تو جواب میں انسان واقع ہوگا لہٰذا انسان نوع حقیقی ہے۔

نوع اضافی: وھو ماھیۃ یقال علیھا و علیٰ غیرھا الجنس فی جواب ما ھو یعنی نوع اضافی ایسی ماہیت کا نام ہے کہ اس ماہیت اور اس کے غیر پر ما ھو کے جواب میں جنس واقع ہو جیسے الانسان والفرس ما ھما تو جواب میں حیوان واقع ہوگا لہٰذا انسان یہ حیوان کی نوع اضافی ہے اسی طریقہ سے الانسان والشجر ما ھما تو جواب میں جسم نامی واقع ہو لہٰذا انسان نوع اضافی ہے وقس علی ھٰذا

فائدہ

نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے جس میں ایک مادہ اجتماعی ہوا کرتا ہے اور دو مادے افتراقی ہوا کرتے ہیں۔ اب مادہ اجتماعی تو انسان ہے کیونکہ انسان نوع حقیقی بھی ہے اور نوع اضافی بھی ہے اور ایک مادہ افتراقی نقطہ ہے کیونکہ نقطہ پر نوع حقیقی تو صادق آتی ہے اور نوع اضافی صادق نہیں آتی کیونکہ نوع اضافی کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ کسی نہ کسی جنس کے تحت داخل ہو جبکہ نقطہ کے لیے کوئی جنس ہی نہیں ہے اس لیے کہ نقطہ بسیط ہے اور دوسرا مادہ افتراقی حیوان ہے کیونکہ حیوان پر نوع اضافی تو صادق آتی ہے لیکن نوع حقیقی صادق نہیں آتی۔

نوع عالی: ایسی نوع کا نام ہے کہ جس کے اوپر تو کوئی نوع نہ ہو اور نیچے ہو جیسے جسم مطلق۔

نوع سافل: ایسی نوع کا نام ہے کہ جس کے اوپر تو کوئی نوع ہو لیکن نیچے کوئی نوع موجود نہ ہو جیسے انسان نیز اس کو نوع الانواع بھی کہتے ہیں۔

نوع متوسط: ایسی نوع کا نام ہے کہ جس کے اوپر کوئی نوع موجود ہو اور نیچے بھی کوئی نوع موجود ہو جیسے حیوان اور جسم نامی۔

نوع مفرد: ایسی نوع کا نام ہے کہ جس کے اوپر کوئی نوع ہو اور نہ ہی نیچے کوئی نوع موجود ہو جیسے عقل جبکہ جوہر کو اس کی جنس تسلیم کیا جائے۔

نسبت: دو کلیوں کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ جیسے حیوان اور انسان کے درمیان۔

بعبارۃٍ اخریٰ: الربط وھی تامۃ خبریۃ وانشائیۃ وغیر تامۃ کالنسبۃ التقییدیۃ

نسبت تباین فی الصدق: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسرے کلی کے کسی فرد پر بھی صادق نہ آئے جیسے انسان اور فیل

نسبت تساوی فی الصدق: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے جیسے انسان

اور ناطق

نسبت عموم و خصوص مطلق فی الصدق: دو کلیوں میں سے ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے لیکن دوسری کلی اس پہلی کے تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض افراد پر صادق آئے جیسے انسان اور حیوان

نسبت عموم و خصوص من وجہ فی الصدق: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے جیسے حیوان اور ابیض

نسبت تساوی فی التحقق: ایسی دو کلیوں کی نسبت کا نام ہے کہ ہر کلی دوسری کلی کے تمام افراد کے ساتھ پائی جائے جیسے طلوع شمس اور وجود نہار کے درمیان تساوی فی التحقق ہے۔

نسبت تباین فی التحقق: ایسی دو کلیوں کی نسبت کا نام ہے کہ کوئی کلی کسی کلی کے کسی فرد کے ساتھ نہ پائی جائے جیسے طلوع شمس اور لیل کے درمیان تباین فی التحقق ہے۔

قال امام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ

من لم یعرف الھیئۃ والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ تعالیٰ

برائے امتحان تنظیم المدارس درجہ عالیہ (موقوف علیہ)

توضیحات سلم العلوم و میبذی

عطاءِ جلال

مؤلف: عطاء محمد

نسبت عموم و خصوص مطلق فی التحقق: ایسی دو کلیوں کی نسبت کا نام ہے کہ ایک کلی تو دوسری کلی کے ہر فرد کے ساتھ پائی جائے مگر دوسری کلی اس کلی کے ہر فرد کے ساتھ نہ پائی جائے بلکہ صرف بعض ہی افراد کے ساتھ پائی جائے جیسے دلالتِ مطابقیہ اور تضمنیہ کے درمیان عموم و خصوص فی التحقق ہے۔

نسبت عموم و خصوص من وجہ فی التحقق: ایسی دو کلیوں کی نسبت کا نام ہے کہ ان میں سے ہر ایک کلی دوسری کے صرف بعض ہی فرد کے ساتھ پائی جائے جیسے دلالتِ تضمنیہ اور التزامیہ کے درمیان عموم و خصوص من وجہ فی التحقق ہے۔

فائدہ

ہر دو جزئی کے درمیان نسبت صرف تباین کی ہوا کرتی ہے مگر جزئی اور کلی کے درمیان نسبت کبھی تو عموم و خصوص مطلق اور کبھی تباین کی ہوا کرتی ہے۔

توضیح المقام

جب دو کلیوں کے درمیان نسبت تساوی کی ہوگی تو پھر وہاں دو قضایا موجبہ کلیہ کا صادق آنا لازمی امر ہے جیسے انسان اور ناطق میں کل انسان ناطق اور کل ناطق انسان دو قضیے موجبہ کلیے سچے آرہے ہیں۔ جب دو کلیوں کے درمیان نسبت تباین کی ہوگی تو پھر وہاں دو قضیے سالبہ کلیے صادق آئیں گے جیسے حجر و انسان میں لا شیئ من الحجر بانسان اور لا شیئ من الانسان بحجر دو قضیے سالبہ کلیے سچے آرہے ہیں۔

جب دو کلیوں کے درمیان نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہوگی تو اس جگہ ایک قضیہ موجبہ کلیہ اور دوسرا سالبہ جزئیہ سچا آئے گا جیسے انسان و حیوان میں کل انسان حیوان اور بعض الحیوان لیس بانسان ایک موجبہ کلیہ اور دوسرا سالبہ جزئیہ سچا آرہا ہے اگر دو کلیوں کے درمیان نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہوگی تو اس صورت میں ایک موجبہ جزئیہ اور دو سالبے جزئیے کا تحقق لازمی ہوگا جیسے عالم و حافظ میں بعض العالم حافظ اور بعض الحافظ لیسَ بعالم اور بعض العالم لیسَ بحافظ صادق آئیں گے۔

(ماخوذ من بدایۃ المنطق) العبد الضعیف غلام محمد غفرلہٗ

نتیجہ: ایسے قول کا نام ہے جو قیاس کو لازم ہوا کرتا ہے۔ العالم حادث

نطق: قوۃ متفکرۃ فی الجنان یعنی ایسی قوۃ متفکرہ جو دل میں رکھی ہوئی ہے۔

ناطق: میر صاحب نے مجموعہ منطق میں یوں تعریف فرمائی ہے معنی ناطق کہ دریابندہ معقولات است یعنی معقولات کو جاننے والا بالفاظِ دیگر مدرک الکلیات والجزئیات یعنی محسوسات اور معقولات کو جاننے والا۔

بعبارۃ اخری

مدرك المعقولات فصل قريب للانسان من النطق بمعنى ادراك المعقولات لا من النطق الظاہری

معقولات کا ادراک کرنے والا فصل قریب ہے انسان کی۔ اور ناطق اس نطق سے ہے جس کا معنی معقولات کا ادراک کرنا ہے نطق ظاہری سے نہیں ہے (جامع العلوم)

فائدہ

نطق کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔ (۱) نطق خارجی یعنی ظاہری گفتگو پر بھی ہوتا ہے۔ (۲) نطق داخلی یعنی کلیات کے فہم و ادراک پر بھی ہوتا ہے۔

نظر: هو ترتيب امور معلومة للتادی الی مجهول یعنی مجہول تک پہنچنے کے لیے امورِ معلومہ کو ترتیب دینے کا نام ہے۔ جیسے حیوانِ ناطق انسان تک پہنچاتا ہے۔

نقیض: نقيض الشئی رفعه یعنی شے کی نقیض اس کی نفی کرنے کا نام ہے جیسے انسان کی نقیض لا انسان ہو گی وغیرہ۔

فائدہ جلیلہ

نقیض اور ضد میں فرق: جو دو چیزیں آپس میں نقیضیں ہوں تو اس صورت میں ایک وجودی اور دوسری شے عدمی ہو گی مگر جو دو چیزیں آپس میں ضدیں ہوں تو اس صورت میں وہ دونوں چیزیں وجودی ہوں گیں جیسے آگ و پانی نیز ضدین میں ہر ایک کی نفی تو ہو جاتی ہے اور نقیضین کا ارتفاع نہیں ہو سکتا۔ یعنی نقیضین میں سے ہر ایک کی نفی نہیں ہو سکتی۔

خلاصۂ فرق

نقیضوں میں اجتماع اور ارتفاع دونوں ممتنع ہیں اور ضدوں میں سے ہر ایک کا ارتفاع تو ممکن ہے مگر اجتماع منع ہے۔

فتدبر

نزاعِ لفظی: "حاشیہ حمد اللہ" میں اس کی تعریف اس عبارت سے کی گئی ہے لفظی هو عبارة عن کون مورد النفی والاثبات عند الخصمين هو اللفظ فقط حيث لا يبطل کل منهما مراد الآخر کما يقول قائل العين موجود واراد منه الشمس ويقول الاخر العين ليس بموجود واراد منه الذهب مثل هذا النزاع باطل لانه ليس بشمر اذ ثمرة النزاع۔ احقاق قول وابطال آخر وهذا مفقود فيه اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نزاعِ لفظی ایسی عبارت کا نام ہے کہ دونوں قائلین اور خصمین کی نفی اور اثبات کا محل اور مورد صرف لفظ ہو۔

اس حیثیت سے ہر ایک دوسرے کی مراد کو باطل نہ کر سکے مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ عین موجود ہے اور اس سے مراد شمس لیتا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ عین موجود نہیں ہے اور اس سے مراد سونا لیتا ہے تو ایسا نزاع باطل ہے کیونکہ ایسے نزاع کا کوئی فائدہ اور ثمرہ نہیں ہوتا جبکہ نزاع سے فائدہ تو یہ ہے کہ کسی ایک قول کا اثبات اور دوسرے کا ابطال اور اس نزاعِ لفظی میں یہ چیز میسر نہیں ہوتی۔

بالفاظِ دیگر

نزاعِ لفظی ایسے نزاع کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں ہو اور ایک میں نہ ہو مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ زید قائم اور دوسرا کہتا ہے کہ زید لیس بقائم مگر ایک کی مراد لاہور والا زید ہے اور دوسرے کی مراد پشاور والا زید ہے تو یہ نزاع لفظی ہے۔

نزاعِ معنوی: هو ما يكون مورد النفی والاثبات معنی من المعانی وهو معتبر ومتعارف بينهم اذهو مثمر حيث يثبت قولاً احد الخصمين يبطله الآخر نزاعِ معنوی ایسے نزاع کا نام ہے جس میں نفی اور اثبات کا مورد اور محلِ معنیٰ ہو اور یہ نزاع معتبر اور متعارف ہے کیونکہ اس نزاع سے قائلین میں سے ایک کا قول ثابت ہو جائے

گا اور دوسرا باطل ہو جائے گا۔

بالفاظِ دیگر نزاعِ معنوی ایسے نزاع کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک چیز میں نزاع ہوتا ہے جیسے ایک متعین شخص کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ وہ عالم ہے اور دوسرا کہتا ہے وہ جاہل ہے تو اس نزاع میں ایک قول حق ہو گا اور دوسرا باطل ہو گا۔

نسبتِ حکمیہ: ایسی نسبت کا نام ہے جو موضوع اور محمول کے درمیان ربط اور تعلق پیدا کرے جیسے زید قائم میں جو نسبت زید اور قائم کے درمیان ربط پیدا کرتی ہے اسے نسبتِ حکمیہ کہتے ہیں۔

نسب اربعہ: تساوی۔ تباین۔ عموم و خصوص مطلق۔ عموم و خصوص من وجہ۔

النظم الطبیعی: عندالمنطقیین هو الانتقال من موضوع المطلوب الی الحد الاوسط ثم منه الی محموله حتّٰی یلزم منه النتیجة وهذا انما هو فی الشکل الاول من اشکال الاربعة

نظم طبیعی مناطقہ کے نزدیک مطلوب کے موضوع کو حدِّ اوسط کی طرف منتقل ہونا ہے پھر حدِّ اوسط سے محمول کی طرف منتقل ہونا تاکہ اس سے نتیجہ لازم ہو۔ یہ اشکالِ اربع میں سے شکلِ اول میں ہی ہوا کرتا ہے۔

نظیر: ممثل لہٗ کی وضاحت کے لیئے ہوا کرتی ہے مگر ممثل لہٗ کی جزئی نہیں ہوتی۔

فائدہ

فرق بین المثال و النظیر ان المثال یکون جزئیاً للممثل بخلاف نظیر

مثال اور نظیر میں فرق یہ ہوا کرتا ہے کہ مثال ممثل لہ کی جزئی ہوتی ہے مگر نظیر جزئی نہیں ہوا کرتی۔

نکتہ: هی مسئلة لطیفة اخرجت بدقة نظر او امعان فکر و عبارةٍ اخریٰ هی الدقیقة التی تحصل بامعان النظر سمیت بها لتاثیرها فی النفوس من نکت فی الارض اذا خربها بقضیب او اصبع و نحوهما فاثر فیها

نکتہ ایک ایسے مسئلہ لطیفہ کو کہتے ہیں جو دقت نظر گہرے فکر سے نکالا گیا ہو۔

بالفاظِ دیگر ایسے دقیقہ کا نام ہے جو گہری نظر سے حاصل ہو۔ وجہ تسمیہ اس کو نکتہ اس لیئے کہتے ہیں کہ نکتہ نفوس میں تاثیر کرتا ہے اور یہ نکت فی الارض سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی زمین کو کسی لکڑی یا انگلی یا ان جیسی کسی اور شے سے کریدا جائے اور وہ چیز زمین میں اثر کرے گی لہٰذا اس مناسبت سے بھی اس کو نکتہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہ بھی نفوس میں اثر کرتا ہے۔

نفسِ ناطقہ: ایسا جوہر جو فی ذاتہا مادہ سے خالی ہو اور وہ اپنے افعال میں مادہ کے مقارن ہوتا ہو۔

نقض: علت کا بغیر حکم کے پایا جانا۔

باب الواؤ

وضع: استاذی المکرم بحرالعلوم مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی وضع کی تعریف اپنی کتاب بدایۃ المنطق میں یوں فرماتے ہیں کہ ایک شئے کو دوسری کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ اول کے علم سے دوسری کا علم لازم ہو۔ جیسے ھٰذا کی وضع محسوس مبصر کے لیے ہے۔

وھم: ایسی قوۃ کا نام ہے جو دماغ کے بطن وسط کے آخر میں رکھی گئی ہے۔ اور یہ قوۃ معانی جزئیہ اور شخصیہ کا ادراک کرتی ہے جو محسوسات سے متعلق ہوتے ہیں جیسے عداوت اور محبت وغیرہ۔ اسی قوۃ سے ہی بکری حکم کرتی ہے کہ بھیڑیئے سے بھاگا جائے اور بچے پر رحم کیا جائے جیساکہ میر صاحب کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں ھو ادراک المعنی الجزئی المتعلق بالمعنی المحسوس

بالفاظِ دیگر ایسے معنی جزئی کا ادراک کرنا جس کا تعلق معنی محسوس کے ساتھ ہو۔

وھمی متخیل: ھی الصورۃ التی تخترعھا باستعمال الوھم ایاھا کصورۃ الناب ایسی صورت جس کا اختراع وھم کے استعمال سے ہوا کرتا ہے جیسے دانت کی صورت۔

وجدانیات: ایسے قضایا بدیہیہ کا نام ہے جن کا جزم حس باطن سے حاصل ہو۔

وحداتِ ثمانیہ: وحدتِ موضوع۔ وحدتِ محمول۔ وحدتِ مکان۔ وحدتِ شرط۔ وحدتِ اضافت۔ وحدتِ جزو کل۔ وحدتِ زمان۔

وصفِ عنوانی: موضوع کے مفہوم کو وصفِ عنوانی کہتے ہیں اور اسے وصفِ موضوع بھی کہتے ہیں مثلاً بعض الانسان مؤمن میں انسان کے مفہوم کو وصفِ عنوانی کہتے ہیں۔

بالفاظِ دیگر وصفِ عنوانی ایسی وصف کا نام ہے جس سے ذاتِ موضوع کو تعبیر کیا جائے۔

توضیح المقام

ذاتِ موضوع اور افرادِ موضوع میں تلازم ہے یعنی ذاتِ موضوع افرادِ موضوع کا نام ہے اور افرادِ موضوع کو ذاتِ موضوع کہا جاتا ہے۔

بعدازیں وصفِ عنوان کا تعلق حقیقتِ موضوع سے تین قسم کا ہے۔

(۱) وصفِ عنوانی ذاتِ موضوع کا عین ہو جیسے کل انسان حیوان

(۲) وصفِ عنوانی ذاتِ موضوع کا جزو ہو جیسے کل حیوان حساسٌ

(۳) ذاتِ موضوع سے خارج ہو جیسے کل ضاحک انسان یا کل ماشِ حیوان

وصفِ محمول: محمول کے مفہوم کا نام وصفِ محمول ہے جیسے زید قائم میں قائم کے مفہوم کا نام وصفِ محمول ہے۔

وجودِ خارجی: ایسی شئے جو خارج میں موجود اور متحقق ہو جیسے زید خارج میں موجود اور متحقق ہے۔

وجودِ ذہنی: شے کی صورت کا اس شخص کے ذہن میں موجود ہونا جو شخص اس شے کا تصور کرے۔ جیسے زید کی صورت جو عمرو کے ذہن میں ہے۔

وجود فی العبارۃ: اس لفظ کو کہتے ہیں جو کہ منہ سے خارج ہو مثلاً لفظ انسان کا تلفظ کرنا۔

وجود فی الکتابت: اس نقش کا نام ہے جو کاغذ پر بنایا گیا ہے جیسے زید کا نقش جو کاغذ پر بنایا گیا ہے۔

تنبیہہ. جب تک وجودِ خارجی خارج میں ہو اسے شخص کہتے ہیں۔

وھمیات: ان قضایا کاذبہ کا نام ہے جن کے ساتھ وہم حکم کرتا ہے ان امور میں جو غیر محسوسہ ہیں۔ بالفاظ دیگر ایسے قضایا کاذبہ کا نام ہے جن میں نفس وہم کا مطیع ہو کر محسوس کا حکم غیر محسوس پر لگا دیتا ہے جیسے کل موجود قابل الاشارۃ الحسیۃ

واسطہ فی الاثبات: ایسے واسطہ کا نام ہے جس میں واسطہ حد اوسط بنے جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث میں لفظ متغیر حدِ اوسط بن رہا ہے۔

واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض: اس کی تعریف میں قاضی مبارک کی عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ وھوان یکون کل منھما معروضاً حقیقیاً لہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ایسے واسطہ کا نام ہے جس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں حقیقتاً صفت کے ساتھ متصف ہوں۔ جیسے ہاتھ میں قلم ہو اور اس سے لکھا جائے تو اس صورت میں حرکت جو صفت ہے اس سے واسطہ (ہاتھ) اور ذوالواسطہ (قلم) دونوں حقیقتاً متصف ہیں وہ اس طرح کہ کتابت کے وقت دونوں حرکت کرتے ہیں۔

واسطہ فی الثبوت سفیر محض: حاشیہ ملا حسن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں وھو کون الواسطہ سفیراً محضاً ذوی الواسطۃ۔ معروضاً حقیقیاً کالصباغ المتوسط للون الثوب المصبوغ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ایسے واسطہ کا نام ہے جس میں واسطہ سفیر محض ہوتا ہے اور صفت کے ساتھ حقیقتاً ذوالواسطہ متصف ہوا کرتا ہے جیسے رنگریز جب کپڑا رنگتا ہے تو رنگ کے ساتھ کپڑا حقیقتاً متصف ہے اور صباغ (رنگریز) کو حقیقتاً مصبوغ کہتے ہیں اور نہ ہی مجازاً اسی طرح اس کی مثال یہ بھی ہے کہ ذابح جب بکری ذبح کرتا ہے تو اس صورت میں بکری تو صفت ذبح کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے جو کہ ذوالواسطہ ہے اور ذابح حقیقتہً متصف ہے اور نہ مجازاً۔

واسطہ فی العروض: حاشیہ ملا حسن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ عبارۃ عن ان یکون الواسطۃ متصفۃ حقیقۃ و ذوالواسطۃ یوصف مجازاً کالسفینۃ فان التحرک لھا حقیقۃ۔ ولجالسھا مجازاً۔

واسطہ فی العروض کی تعریف حاشیہ میں یوں کی گئی ہے کہ واسطہ فی العروض عبارۃ ہے اس سے کہ اس میں واسطہ صفت کے ساتھ حقیقۃً متصف ہوتا ہے اور ذوالواسطہ مجازاً متصف ہوتا ہے جیسے جالس فی السفینۃ حرکت کے ساتھ مجازاً متصف ہوتا ہے اور کشتی حرکت کے ساتھ حقیقتاً متصف ہوتی ہے۔

العبد الضعیف غلام محمد غفرلہ نقشبندی مجددی شرقپوری بندیالوی فتووالوی۔

وضع: فی اللغۃ نھادن وفی اصطلاح اصحاب تخصیص شئی بشئی بحیث متی اطلق احس الشئی الاول فھم منہ الشئ الثانی لغت میں وضع کا معنی نہادن ہے یعنی رکھنا ہے اور اصطلاح میں ایک شے کی تخصیص کرنا دوسری شے کے ساتھ اس حیثیت سے کہ جب شے اول بولی جائے تو اس سے دوسری شے سمجھی جائے جیسے انسان کی

وضعِ حیوان ناطق کے لیئے جب انسان بولا جائے تو حیوانِ ناطق اسی وقت سمجھا جائے گا۔

توضیح المقال

وضع میں چار احتمالات ہیں۔ اول: وضع خاص اور موضوع لۂ خاص ہوں۔
ثانی. وضع اور موضوع لۂ ہر ایک عام ہوں۔ ثالث: وضع عام اور موضوع لۂ خاص ہوں۔ رابع: موضوع لۂ عام اور وضع خاص ہوں۔ اس چوتھے احتمال کا کوئی وجود نہیں پایا گیا۔

وضع جزئی: موضوع اور موضوع لۂ دونوں کی خصوصیت ملحوظ ہو۔ (جامع العلوم)

وضع کلی: بان یلاحظ الموضوع له بوجهه اعم کمافی المشتقات الخ
وضع کلی ایک ایسے مفہوم کا نام کہ جس میں موضوع لہ کا بوجہ اعم لحاظ کیا جائے جیسے مشتقات میں مثلاً اسمِ فاعل اسمِ فاعل کی وضع لمن قام به الفعل کے لیئے کی جائے (جامع العلوم)

واحد شخصی: ان یکون تصوره مانعاًعن حمله علیٰ کثیرین واحد شخصی وہ ہوتا ہے کہ جس کا تصور کثیرین پر محمول ہونے سے مانع ہو جیسے عبد اللہ حالتِ علم میں۔

واحد نوعی: لایکون تصوره مانعاً ذلك الحمل فهو واحد من حیث المفهوم کثیر من حیث الافراد واحد نوعی وہ ہے کہ اس کا تصور اس حمل سے مانع نہ ہو۔ باعتبار مفہوم کے واحد اور باعتبار افراد کے کثیر ہوا کرتا ہے

واحد جنسی: والتفسیر فی واحد نوعی مامضی الآن

واجب الوجود: هو الذی یکون وجودهٗ من ذاته ولا یحتاج الی شئی اصلاً ایسی ذات کہ اس کا وجود ذات کے اعتبار سے ہو وہ کسی شئے کی طرف بالکل محتاج نہ ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات۔

واسطہ فی الثبوت: مایفید لحوق الشئی للشئی فی الواقع ای یکون علة لهذا اللحوق کالتّعجب الخ
یعنی واسطہ فی الثبوت اسے کہتے ہیں کہ جو واقع میں ایک شئے دوسری شئے کو لاحق ہونے کا فائدہ دے یعنی وہ واسطہ اس لحوق کی علت بنے جیسے تعجب تو یہ ضحك کے انسان کو عارض ہونے کی علت بنتا ہے۔

واسطہ فی التصدیق: مایقترن بقولنا لانهٗ کالتغیر فی قولنا لانهٗ متغیر الیٰ آخره ویقال لها الواسطة فی الاثبات ایضاً

واسطہ فی التصدیق ایسے واسطہ کا نام ہے جو لانہٗ کے قول کے ساتھ مقترن ہو جیسے لانہٗ متغیر میں متغیر ہے۔ واسطہ فی التصدیق کو واسطہ فی الاثبات بھی کہتے ہیں۔

وسط: هو الحدّ الاوسط الذی هو الواسطة فی التصدیق وسط حدِ اوسط کو کہتے ہیں جو تصدیق میں واسطہ ہوا کرتی ہے۔

واجب: هو الموجود الذی یمتنع عدمه واجب ایسے موجود کا نام ہے کہ اس کا عدم ممتنع ہو۔

واجب لذاتہ: لذاتہٖ جس کا وجود ضروری ہو۔ جیسے ذاتِ باری تعالیٰ ۔

واجب لغیرہ: جس کا وجود لغیرہ ضروری ہو۔

وکیہ: والتفسیر فی القضایا

وخالف النفس والشیطان واعصهما۔ وان هما محضاك النصح فاتهم
فان من جودك الدنیا وضرتها۔ ومن علومك علم اللوح والقلم

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له عرش الرحمن
(الحدیث)

جب فاسق کی مدح کی جاتے تو
اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت میں آجاتا ہے۔

محفل نعت العطر الحاضر
فی
مرآۃ الشرع الناضر

مفتی غلام محمد بن محمد انور شرقپور بندیالوی

ادارہ تحقیقات عطاء

مدینۃ العلوم جامعہ نبویہ ناظر کالونی شرقپور روڈ شیخوپورہ

ھل بسیطہ: ایسے ھل کا نام ہے جس کے واسطہ سے کسی شے کے وجود فی نفسہٖ کی تصدیق مطلوب ہو مثلاً کوئی کہے کہ ھل زید موجود او معدوم تو یہ بسیط ہے کیونکہ اس ھل سے زید کے وجود فی نفسہٖ کی تصدیق مطلوب ہے۔ قطع نظر کسی صفت کے۔

ھل مرکبہ: ایسے ھل کا نام ہے کہ وجود کے علاوہ کسی شئی کی صفت کی تصدیق طلب کی جائے جیسے ھل الانسان عالم اس مثال میں ایسے انسان کے وجود کے علاوہ اس کی صفت علم کی تصدیق دریافت کی جارہی ہے۔

ھویت: متعدد معانی پر مشتمل ہے۔ (۱) ماہیۃ شخصیہ (۲) وجود خارجی (۳) تشخص

العبد الضعیف غلام محمد عفا اللہ عنہ شرقپوری بندیالوی۔

بعبارۃٍ اخری: ھی الحقیقۃ الجزئیۃ حیث قالوا الحقیقۃ الجزئیۃ تسمّٰی ھویۃ یعنی ان الماھیۃ اذا اعتبرت مع التشخصِ سمیت ھویۃ وقد تستعمل الھویۃ بمعنی الوجود الخارجی وقد یرادبھا التشخص وقالوا الھویۃ ماخوذۃٌ من الھوھو وھی فی مقابلۃ الغیریۃ ھویت حقیقتِ جزئیہ کا نام ہے یعنی ماہیت کے کئی اعتبار ہیں اگر ماہیت کے ساتھ تشخص کا اعتبار کیا جائے تو اسے ھویۃ کہتے ہیں۔ کبھی ھویۃ کا استعمال وجودِ خارجی میں کیا جاتا ہے اور کبھی ھویۃ سے مراد تشخص لیا جاتا ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ ماہیۃ ماخوذ ہے ھوھو سے اور وہ غیریۃ کے مقابل ہے۔
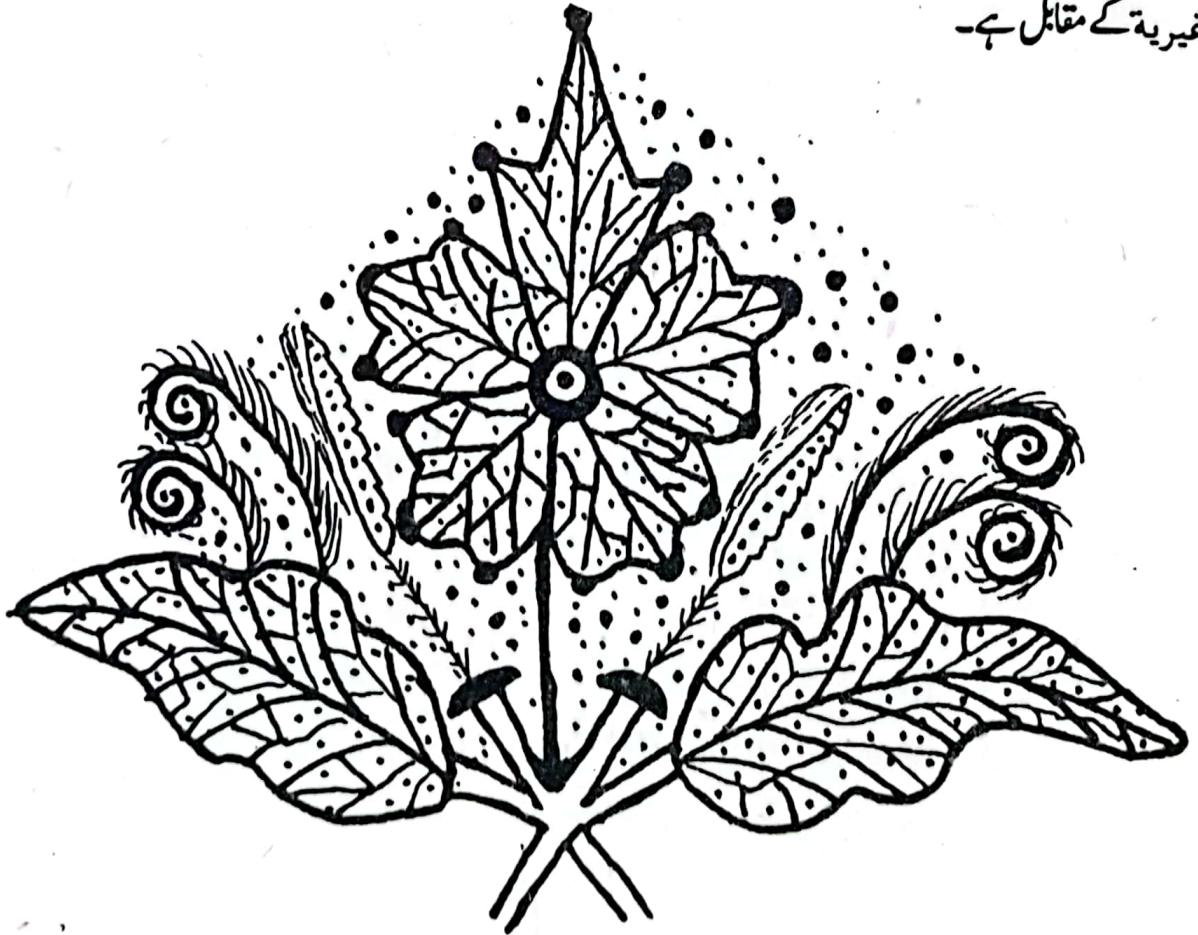
باب الیاء

یقین: یقین کا لغوی معنی یہ ہے کہ ایسا علم جس میں شک نہ ہو اور اصطلاح میں یقین کا معنی ہے کہ شَے کا اعتقاد کہ وہ اس طرح ہے اور وہ اس طرح ہی ممکن ہے اور وہ واقع کے مطابق ہو اور وہ ممکن الزوال نہ ہو مثلاً قیامت کا علم۔

فائدہ

یقین کی تعریف میں قیود اربعہ کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔ قیدِ اول جنس ہے اور یہ ظن کو بھی شامل ہے اور قیدِ ثانی سے ظن نکل گیا وہ اس طرح کہ جب کہا کہ اس کا اعتقاد اس طرح ہی ممکن ہے تو اس قید سے ظن نکل جائے گا اور قیدِ ثالث (مطابق للواقع) سے جہل نکل جائے گا اور قیدِ رابع (غیر ممکن الزوال) سے اعتقاد مقلد مصیب کا نکل گیا جبکہ وہ ممکن الزوال ہے۔

توضیح المقام

یقین کے متعدد معانی ہیں۔

(۱) اہلِ حقیقت کے نزدیک یقین کا معنی رؤیۃ العیان بقوۃ الایمان لا بالحجۃ والبرھان یعنی بغیر کسی حجت اور برہان کے قوتِ ایمان سے عیان کا دیکھنا۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ یقین کا معنی مشاہدۃ الغیوب بصفاء القلوب و ملاحظۃ الاسرار بمحافظۃ الافکار یعنی دلوں کی صفائی کے ساتھ ان اشیاء کا مشاہدہ کرنا جو غائب ہیں اور اسرار کا ملاحظہ افکار کی محافظہ کے ساتھ۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ یقین کا معنی ہے دل کا مطمئن ہونا شے کی حقیقت پر۔

(۴) بعض کہتے ہیں معنیٰ رؤیۃ العیان ہے۔

(۵) ہر شک اور ریب کو زائل کرنے کے ساتھ بالغیب تصدیق کی تحقیق کرنا۔

(۶) بعض کہتے ہیں کہ یقین شک کی نقیض کا نام ہے۔

(۷) بعض کہتے ہیں کہ یقین کا معنی رؤیۃ العیان بنور الایمان ہے۔

(۸) بعض کہتے ہیں کہ یقین ایسے علم کا نام ہے جو شک کے بعد حاصل ہونے والا ہو۔

یقین: فی اللغۃ العلم الذی لاشک معہ وفی الاصطلاح اعتقاد الشیئی بانہٗ کذا مع اعتقادانہ لا یمکن الا کذا مطابق للواقع غیر ممکن الزوال

بعبارۃٍ اخری: فی العرف ھو التصدیق الجازم المطابق الثابت الخ یقین لغت میں ایسے علم کا نام ہے جس میں کوئی شک نہ ہو اور اصطلاح میں یقین اسے کہتے ہیں کہ شَے کا اعتقاد رکھنا وہ اسطرح ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھنا کہ وہ ممکن نہیں ہے مگر وہ اس طرح جس طرح ہے اور وہ شَے واقع کے مطابق ہو اور وہ غیر ممکن الزوال ہو۔

تحقیق المقام

یقین کی تعریف میں قیود قابلِ توضیح ہیں وہ اس طرح کے قید اول (اعتقاد الشئی الخ) سے ظن نکل جائے گا کیونکہ ظن کہتے ہیں کہ شے کا اعتقاد کہ وہ اس طرح ہے مگر نقیض یعنی جانب مرجوح کا بھی احتمال ہوا کرتا ہے اور قید ثانی (مطابق للواقع) سے جہل مرکب نکل جائے گا اور قیدِ ثالث (غیر ممکن الزوال) سے مقلد کا اعتقاد نکل جائے گا کیونکہ وہ تشکیک مشکک سے ممکن الزوال ہوا کرتا ہے جبکہ وہ غیر راسخ بھی ہوتا ہے

هذا آخر ما اردت فی المنطق وانا الراجی ربی الکریم المدعو به العبد الضعیف

غلام محمد بن محمد انور عفا اللہ عنہ۔

فالحمد للہ علی التمام والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام و علی آلہ وصحبہ الکرام اجمعین

28-7-94

رسالہ

قال الشاہ عبدالعزیز محدّث دھلوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ

در تحصیل علم منطق باک نیست

اصطلاحاتِ منطقیہ کے ترتیب وار نقشہ جات

مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

علم
باعتبار صورت
حصولی
حضوری
باعتبار عالم
باعتبار عالم
باعتبار حکم
حادث
قدیم
حادث
قدیم
تصور
تصدیق
باعتبار نظر و فکر
باعتبار نظر و فکر
ضروری بدیہی
نظری و کسبی
ضروری بدیہی
نظری و کسبی
باعتبار آلہ بنانے
بالکنہ
بکنہہ
بالوجہہ
بوجہہ
باعتبار توجہ نفس
احساس
تعقل
تخییل
تکذیب
شک
وہم
باعتبار واقع
ظن
یقین
جہل مرکب
تقلید
باعتبار مشاہدہ و تجربہ
علم الیقین
عین الیقین
حق الیقین
تقلید مخطی
تقلید مصیب

دلالت
باعتبار دال
لفظیہ
غیر لفظیہ
باعتبار وضع
باعتبار وضع
وضعیہ
طبعیہ
عقلیہ
وضعیہ
طبعیہ
عقلیہ
باعتبار موضوع لہٗ
مطابقیہ
تضمنیہ
التزامیہ

لفظ مفرد
باعتبار استقلال معنی وعدم استقلال معنی
اسم
کلمہ
اداۃ
باعتبار وحدت معنی
علم (جزئی حقیقی)
متواطی
مشکک
باعتبار کثرت معنی۔
مشترک
منقول
مرتجل
حقیقت
مجاز
باعتبار ناقل
عرفی
شرعی
اصلاحی
باعتبار اوضاع متعددہ
لفظی
معنوی
باعتبار علاقہ
علاقہ تشبیہہ کا ہو
علاقہ غیر تشبیہہ کا ہو
(مجاز مرسل)
باعتبار طرفین
طرفین مذکورہ نہ ہوں
حرف تشبیہہ وطرفین مذکور ہوں
(تشبیہہ)
استعارہ
باعتبار مشبہ بہ ومشبہ
مکنیہ
تصریحیہ
باعتبار لازم ومناسب
باعتبار لازم ومناسب
تخیلیہ
ترشیحیہ
تخیلیہ
ترشیحیہ
باعتبار نسبت الی لفظ الآخر
مرادف
مبائن

لفظ مرکب
باعتبار فائدہ مخاطب
تام
ناقص
باعتبار حکایت عن الواقع
خبر وقضیہ
انشاء
باعتبار واقع
صادق
کاذب
باعتبار دلالت وضعیہ علی طلب فعل
طلبی
غیر طلبی
تنبیہ
تمنی وترجی وغیرہ
باعتبار طلب فعل
امر
التماس
دعاوسوال
باعتبار قید
تقییدی
غیر تقییدی
باعتبار جز ثانی
مرکب اضافی
مرکب توصیفی
باعتبار ترکیب کلمتین
امتزاجی
غیر امتزاجی

کلی ذاتی
باعتبار نسبت الی الافراد
جنس
نوع
فصل
باعتبار جواب ماہو
حقیقی
باعتبار ترتیب
اضافی
عالی
متوسط
سافل
مفرد
باعتبار سوال بماہو
قریب
بعید
باعتبار مراتب بعد
بیک مرتبہ
(جسم نامی)
بدو مرتبہ
(جسم مطلق)
بسہ مرتبہ
(جوہر)
باعتبار تمیز عن المشارکات
قریب
بعید
باعتبار نسبت
مقوم
مقسم
باعتبار ترتیب
عالی
متوسط
سافل
مفرد

مفہوم

- باعتبار شرکت وعدم شرکت
  - کلی
  - جزئی
    - حقیقی
    - اضافی
- باعتبار وجود افراد وعدمھا
  - ممتنع
  - ممکن
    - باعتبار خارج
      - موجود
        - باعتبار وحدت افراد وکثرت
          - فرد واحد
            - باعتبار نسبت الی فرد آخر
              - مع امکان غیر
              - مع امتناع غیر
          - افراد کثیرہ
            - باعتبار افراد متناہیہ وغیرہ متناہیہ
              - متناہیہ
              - غیر متناہیہ
      - غیر موجود
- باعتبار مفہوم ومصداق
  - منطقی
  - طبعی
    - باعتبار اختلاف حیثیات
      - مجردہ
      - مخلوطہ
      - مطلقہ
  - عقلی

کلی عرضی
باعتبار خارج عن حقیقت الافراد
خاصہ
عرض عام
باعتبار انفکاک
باعتبار محمول علی تمام افراد حقیقۃ واحدۃ
عرض مفارق
عرض لازم
شاملہ
غیر شاملہ
باعتبار ماہیت
باعتبار حقیقت نوعیہ وجنسیہ
لازم ماہیت
لازم وجود
خاصۃ النوع
خاصۃ الجنس
باعتبار دلیل
باعتبار اختصاص بشئی
لازم بین
لازم غیر بین
حقیقیہ
اضافیہ
باعتبار تصور ملزوم
باعتبار تصور ملزوم
باعتبار افراد وترکیب
بالمعنی الاخص
بالمعنی الاعم
مفردہ
مرکبہ
بالمعنی الاخص
بالمعنی الاعم
باعتبار قبول
قابل زوال
غیر قابل زوال
باعتبار معروض
باعتبار وجود
سریع الزوال
بطئی الزوال
عدیم الزوال
لازم وجود ذہنی
لازم وجود خارجی

جنس
باعتبار قائم بنفسہ وغیرہ
جوہر
عرض
باعتبار نسبت الی اشیاء مختلفة
عقل
نفس
جسم
ہیولی
صورت
باعتبار نمو
باعتبار جوہر وصورت
نامی
غیر نامی
جسمیہ
نوعیہ
باعتبار نسبت الی اشیاء مختلفة
مطمئنہ
نفس امارہ
نفس قدسیہ
نفس ناطقہ
نفس انسانیہ
نفس لوامہ
نفس حیوانیہ
نفس نباتیہ
باعتبار تعقل موقوف علی غیر
باعتبار قوت عاقلہ
عقل حیوانی
عقل بالملکہ
عقل بالفعل
عقل مطلق
نسبی
غیر نسبی
باعتبار نسبت الی غیر
اضافت
متی
این
وضع
ملک
فعل
انفعال
باعتبار قابل تقسیم
کیف
کم
باعتبار نسبت الی اشیاء مختلفہ
باعتبار حکم مشترک
کیفیات استعدادیہ
کیفیات کمیہ
کیفیات نفسانیہ
کیفیات مخصوصہ
متصل
منفصل
باعتبار راسخ
باعتبار اجزائے مجتمع فی الوجود
راسخہ
غیر راسخہ
باعتبار راسخ
قار الذات
غیر قار الذات
راسخہ
غیر راسخہ

معرف و قول شارح

قضیہ
باعتبار لفظ وعقل
باعتبار موادالاقیسہ
معقولہ
ملفوظہ
یقینیہ
غیر یقینیہ
باعتبار قضایا
مشہورات
مسلمات
مقبولات
مظنونات
مخیلات
وہمیات
مشبہات
باعتبار اکتساب
نظریہ
باعتبار قضایا
اولیات
مشاہدات
تجربات
حدسیات
متواترات
فطریات
باعتبار حواس
مشاہدہ بالحواس الظاہرہ
(حسیات)
مشاہدہ بالحواس الباطنہ
(وجدانیات)
باعتبار ظاہر
باعتبار باطن
باصرہ
سامعہ
شامہ
ذائقہ
لامسہ
حس مشترک
خیال
وہم
حافظہ
متصرفہ

قضیہ حملیہ
بلحاظ نسبت
بلحاظ رابطہ
موجبہ
سالبہ
ثنائیہ
ثلاثیہ
باعتبار جہت
موجہہ
مطلقہ
باعتبار حقیقت قضیہ موجہہ
بسیطہ
مرکبہ
باعتبار فقط ایجاب یا سلب
باعتبار مرکب من ایجاب وسلب
ضروریہ مطلقہ
مشروطہ عامہ
مطلقہ عامہ
وقتیہ مطلقہ
دائمہ مطلقہ
عرفیہ عامہ
ممکنہ عامہ
منتشرہ مطلقہ
وقتیہ
وجودیہ لاضروریہ
ممکنہ خاصہ
عرفیہ خاصہ
منتشرہ
وجودیہ لادائمہ
مشروطہ خاصہ

قضیہ حملیہ
باعتبار حرف سلب جز بننے
باعتبار وجود
باعتبار موضوع
شخصیہ
طبعیہ
محصورہ
مہملہ
باعتبار حکم علی افراد
موجبہ کلیہ
موجبہ جزئیہ
سالبہ کلیہ
سالبہ جزئیہ
خارجیہ
ذہنیہ
حقیقیہ
معدولہ
غیر معدولہ
باعتبار حرف سلب
باعتبار حرف سلب
معدولۃ الموضوع
معدولۃ المحمول
معدولۃ الطرفین
محصلہ
بسیطہ

قضیہ شرطیہ

باعتبار حکم اتصال وانفصال
- متصلہ
  - باعتبار نسبت
    - موجبہ
    - سالبہ
  - باعتبار علاقہ تضایف وعلیت
    - لزومیہ
    - اتفاقیہ
    - مطلقہ
  - باعتبار مقدم وتالی
    - مقدم وتالی حملیہ ہوں
    - دونوں شرطیہ متصلہ ہوں
    - دونوں شرطیہ منفصلہ ہوں
    - مقدم حملیہ اور تالی متصلہ ہو
    - مقدم متصلہ اور تالی حملیہ ہو
    - مقدم حملیہ اور تالی منفصلہ ہو
    - مقدم منفصلہ اور تالی حملیہ ہو
    - مقدم متصلہ و تالی منفصلہ ہو
    - مقدم منفصلہ اور تالی متصلہ ہو
  - باعتبار حکم علی تقادیر
    - شخصیہ
    - محصورہ
      - باعتبار کلیت جزئیت
        - کلیہ
          - باعتبار نسبت
            - موجبہ
            - سالبہ
        - جزئیہ
          - باعتبار نسبت
            - موجبہ
            - سالبہ
    - مہملہ
- منفصلہ
  - باعتبار نسبت
    - موجبہ
    - سالبہ
  - باعتبار منافات ذاتی
    - عنادیہ
    - اتفاقیہ
  - باعتبار حکم بین النسبتین
    - حقیقیہ
    - مانعۃ الجمع
    - مانعۃ الخلو
  - باعتبار منافات ذاتی
    - عنادیہ
  - باعتبار منافات ذاتی
    - اتفاقیہ
  - باعتبار منافات ذاتی
    - مطلقہ
  - باعتبار حکم علی تقادیر — مقدم
    - مقدم وتالی حملیہ ہوں
    - دونوں متصلہ ہوں
    - دونوں منفصلہ ہوں
    - مقدم حملیہ و تالی متصلہ ہو
    - مقدم حملیہ و تالی منفصلہ ہو
    - مقدم منفصلہ و تالی متصلہ ہو

قیاس
باعتبار مقدمات یقینیہ وغیر یقینیہ
برہانی
خطابی
جدلی
شعری
سفسطی
باعتبار حد اوسط
لمی
انی
باعتبار نتیجہ دینے
منتج
عقیم
باعتبار اثبات مطلوب بابطال نقیض
خلف (دلیل خلفی)
مستقیم
باعتبار بساطت وترتیب
بسیط
مرکب
باعتبار تصریح نتائج
موصول النتائج
مفصول النتائج
دلیل وحجت
باعتبار استدلال
قیاس
استقراء
تمثیل
باعتبار جزئیات
استقراء تام
استقراء ناقص

قیاس استثنائی

قیاس اقترانی حملی
باعتبار حداوسط
شکل اول
شکل ثانی
شکل ثالث
شکل رابع
تعریف
حداوسط صغری میں محمول
اور کبری میں موضوع
شرائط
صغری کا موجبہ اور
کبری کا کلیہ ہونا
اقسام منتجہ
(چار)
تعریف
حداوسط دونوں میں محمول ہو
شرائط
صغری وکبری کا ایجاب وسلب
میں مختلف ہونا اور کبری کا کلیہ ہونا
اقسام منتجہ
(چار)
تعریف
حداوسط دونوں میں موضوع ہو
شرائط
صغری موجبہ اور کسی ایک مقدمہ کا کلیہ ہونا
اقسام منتجہ
(چھ)
تعریف
صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہو
شرائط
دونوں مقدموں کا موجبہ ہونا اور صغری کا کلیہ ہونا یا
دونوں مقدموں کا ایجاب وسلب میں مختلف ہونا
اور کسی ایک مقدمہ کا کلیہ ہونا
اقسام منتجہ
(آٹھ)

قیاس اقترانی شرطی

باعتبار حد اوسط

شکل ثانی
دونوں میں تالی ہو

شکل ثالث
دونوں میں مقدم ہو

شکل اول
صغری میں تالی اور کبری میں مقدم ہو

شکل رابع
صغری میں مقدم اور کبری میں تالی ہو

تنبیہہ اقترانی شرطی کی رابع اشکال کی شرائط وہی ہیں جو اقترانی حملی کی ہیں

رسالہ

درس نظامی کے قدیمی نصاب کی سرحدوں کی حفاظت

علمی ریاستوں کے جرنیلوں کا اہم فریضہ ہے

درس نظامی کے قدیمی نصاب میں تبدیلی پر ناقدانہ تبصرہ

O

مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

الانتساب

میں اپنی اس سعی کو استاذ الاساتذہ بحر العلوم جلال الملت والدین رہبر شریعت پیر طریقت حافظ القرآن شیخ الحدیث شیخ المشائخ، محبّ الطلباء و العلماء استاذی و مرشدی و محسنی حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ جل جلالہ، ناظم وبانی مرکزی دار العلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ **بھکھی** شریف منڈی بہاؤالدین کے نام **منسوب** کرنے میں فرحت محسوس کرتا ہوں جن کی شب وروز کی انتھک محنت اور کوشش سے غیر محصور نفوس نے انہی کے چراغِ علم سے اپنے قلوب اور اذہان کو منور فرمایا۔ آج بھی انہی کے گلستان علم کے گلدستے عرب وعجم میں مہک رہے ہیں ان کے علمی دبدبہ اور زہد و تقویٰ کے سامنے اغیار بھی سر جھکا رہے ہیں۔ کتنے ہی درخشندہ ستارے ان کے آسمانِ علم پر طلوع ہوئے تاابد نوع انسان کے ظاہر وباطن کو علم وعرفان سے منور کرتے رہیں گے۔

گدائے آستانہ عالیہ **بھکھی** شریف

العبد الضعیف غلام محمد عفااللہ عنہٗ، بندیالوی، شرقپوری

کلمۃ التقدیم

مصنفین کتب مطقیہ کی سیرت پر متعدد کتب لکھی جاچکی ہیں مگر وہ بہت طویل تھیں جس کی وجہ سے طلباء مضطرب تھے اور حالات زندگی حفظ کرنے میں دشواری محسوس کرتے تھے، للذا ہم مختصر انداز میں مصنفین کے حالات زندگی طلباء کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں امید ہے کہ وہ پسند فرمائیں گے نیز متعلمین کی خدمت میں مدارس کی موجودہ حالت پر بحث و نظر پیش کر رہے ہیں۔

"انحطاط مدارس کی بنیادی وجہ"

آج سے تقریباً سو سال پہلے مدارس اسلامیہ پر نظر ڈالی جائے......اور آج مدارس اسلامیہ کی موجودہ حالت کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو ان دونوں حالتوں میں بہت فرق معلوم ہوتا ہے فرق کی فقط دو ہی صورتیں ہیں :۔

(۱) باعتبار افراد (۲) باعتبار نظام

فرق باعتبار افراد :

مدارس میں تین قسم کے افراد ہوتے ہیں :(۱) طلباء (۲) ناظمین (۳) مدرسین

طلباءِ مدارس :

ماضی کے طلباء اور موجودہ طلباء میں فرق کی کئی صورتیں ہیں (۱) باعتبار علم (۲) باعتبار سیرت وصورت

علمی فرق : پہلے طلباء کا علم راسخ ومضبوط ہوتا تھا جبکہ موجودہ طلباء کا علم راسخ نہیں ہے۔

وجہ فرق : علمی فرق کی کئی وجہ ہیں (۱) نصاب کی تبدیلی (۲) ناظمین کی تعلیم کا نامکمل ہونا (۳) ناظمین کا طلباء سے شفقت نہ کرنا (۴) ناظمین کا مدرسین کو بہت کم وظیفہ دینا۔

سیرت اور صورت : پہلے طلباء اور موجودہ طلباء میں باعتبار سیرت اور صورت کے بہت سے فرق واضح ہیں اس طرح کہ ماضی کے طلباء کی سیرت اور صورت شریعت مصطفوی ﷺ کے مطابق ہوتی تھی مگر موجودہ طلباء کے کردار اور صورت (داڑھی مٹھی سے کم ہونا) صحیح نہیں ہے ۔

بنیادی وجہ فرق : طلباء سابقہ اور موجودہ کی سیرت اور صورت میں فرق کی بنیادی کئی وجہ ہیں (۱) ناظمین

اور اساتذہ کی عدم توجہ (۲) بعض اساتذہ اور ناظمین کی اپنی داڑھی اور اعمال شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے طلباء پر بہت اثر پڑتا ہے (۳) بعض اساتذہ طلباء کی سیرت وصورت کی اصلاح کے لئے جدو جہد کرتے ہیں مگر ناظمین اپنے مدرسہ کی رونق کو بحال رکھنے کے لئے طلباء کی اصلاح نہیں کرتے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

ناظمین مدارس :

مدارس کے موجودہ ناظمین اور سابقہ ناظمین میں فرق واضح ہے۔ سابقہ ناظمین علم و عمل اخلاص اور تقویٰ میں بے مثل تھے جبکہ موجودہ ناظمین علم، عمل میں بہت پیچھے ہیں بعض ناظمین ایسے بھی ہوتے ہیں جو نماز بھی نہیں پڑھتے............ اللہ تعالیٰ انہیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارے دلوں کو اخلاص و تقویٰ سے معمور فرمائے۔

مدرسین مدارس :

سابقہ اور موجودہ مدرسین میں بہت فرق ہے سابقہ مدرسین علم و عمل اور اخلاص میں بہت آگے تھے اور محنت اس قدر کرتے تھے کہ طلباء فاضل مدرس بن جاتے تھے اور محنت و شفقت ان کی عادت ثانیہ بن جاتی تھی جبکہ موجودہ مدرسین میں وہ جوہر نظر نہیں آتا۔ احقر مدرسین کو دعوت محنت دیتا ہے کہ وہ طلباءِ عظام کو اپنے بیٹوں سے بھی عزیز سمجھ کر چراغ علم سے ان کے دلوں کو منور فرمائیں۔

فرق باعتبار نظام :

مدارس کی موجودہ حالت بہت تشویش ناک ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مدارس میں تعلیم کا سابق نظام مفقود ہو چکا ہے اور نظام کا بنیادی رکن درس نظامی کا نصاب ہے۔ اب شکل یہ بنے گی کہ مدارس کی موجودہ حالت کا علمی تنزل اور انحطاط کا باعث نظام کی تبدیلی ہے اور نظام کا بنیادی رکن تعلیمی نصاب ہے مدارس کے علمی انحطاط کا باعث تعلیمی نصاب کی تبدیلی ہے۔ ان مقدمات سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ مدارس کی موجودہ حالت کے انحطاط کا باعث درس نظامی کے نصاب کی تبدیلی ہے۔

المیہ :

مدارس اسلامیہ کے ناظمین مدارس کی بنیاد بعد میں رکھتے ہیں اور جدید نصاب کو مرتب پہلے کرتے ہیں ایسا کرنے سے ان کا زعم فاسد یہ ہے کہ جدید نصاب سے ہمارا مدرسہ ممتاز ہو جائے گا یہ المیہ عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ

ایسے ناظمین کو عقل سلیم عطاء فرمائے۔

زعم فاسد ناظمین :

ناظمین کا زعم فاسد یہ ہے کہ درس نظامی کے سابق نصاب کی اب ضرورت نہیں رہی وہ نصاب فرسودہ ہو چکا ہے، ماحول کے بدلنے سے نصاب کی تبدیلی بھی ضروری ہے، حالانکہ ترقی یافتہ اقوام کا شیوہ یہ رہا کہ وہ اپنے اسلاف کے کردار و افعال پر عمل کرنے کو باعث صد افتخار سمجھتے ہیں۔ المختصر درس نظامی کا نصاب سابق ہمارے لئے باعث ترقی ہے اور مدارس میں علمی تنزل کا باعث درس نظامی کے نصاب میں تبدیلی ہے۔ درس نظامی عبارت ہے علوم و فنون سے اور علوم اسلامیہ قرآن و حدیث کے خادم ہیں علوم اسلامیہ تمام علوم کا ماخذ و مرجع ہیں۔
علوم اسلامیہ کی غرض بحوالۂ احیاء العلوم بیان کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں :۔

علوم اسلامیہ کی غرض و غایت :

مغربی تعلیم کے پرستار آج تک اپنی تعلیم کا واضح مقصد اور اس کی غرض و غایت کا تعین نہیں کر سکے مگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں علوم کی غرض و غایت یوں بیان فرماتے ہیں :" **وغا یتھا معرفۃ اللہ عزو جل** "علوم کی غرض و غایۃ اللہ کی معرفت ہے۔ (احیاء العلوم ص ۲۹، ج ۱)

ناظمین کے لئے لمحہ ء فکریہ :

ناظمین مدارس عربیہ کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ ہر سال درس نظامی کے نصاب میں تبدیلی کرتے ہیں مقام افسوس ہے......! کہ بعض مدارس میں درس نظامی کے دو دو نصاب جاری ہیں (۱) صرف امامت کے لئے تین سال کا نصاب (۲) آٹھ سال کا نصاب۔ نصاب کی اس قسم کی تبدیلیاں علمی تنزل کا باعث ہوتی ہیں اب ضرورت اس چیز کی ہے کہ درس نظامی کے نصاب کی سرحدوں کو مضبوط کیا جائے اور نصاب کی منہدم شدہ دیوار کو از سر نو تعمیر کیا جائے۔ آئے دن نصابی تبدیلیوں کے ابواب مسدود کر دیئے جائیں۔ اسلاف کا نصاب ہمارے لئے باعث ترقی ہے مدارس میں انقلاب نبوی ﷺ کا آغاز کیا جائے، عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو روشن کیا جائے، امید ہے کہ ناظمین حضرات قدیمی نصاب کی ترویج واشاعت کے لئے جدو جہد فرمائیں گے............

احقر غلام محمد بن

محمد انور شرقپوری

بندیالوی

"تعارف مرتب درس نظامی"

اسم گرامی : نظام الدین محمد سالوی بن ملا قطب الدین بن عبد الحکیم

سلسلہ ء نسب : حضرت مرتب رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب صحابی رسول سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

درس نظامی کی وجہ تسمیہ : مدارس عربیہ اسلامیہ میں مروج نصاب تعلیم کو درس نظامی اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ اس نصاب کے مرتب جناب سیدنا حضرت نظام الدین محمد سالوی ہیں تو انہی کے نام سے درس نظامی مشہور ہو گیا ہے۔

تاریخ پیدائش : ۱۰۸۸ھ بمطابق ۱۶۷۷ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: حضرت مرتب رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ جب آپ کے والد شہید ہو گئے اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل شیوخ سے تعلیم حاصل کی (۱) امان اللہ بنارسی (۲) ملا علی قلی جائسی (۳) ملا غلام نقشبند

سلسلۂ بیعت : حضرت موصوف رحمہ اللہ نے حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی رحمہ اللہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی۔

درس و تدریس : حضرت مرتب رحمہ اللہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے بڑے بڑے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا اور آپ منصب تدریس میں یکتائے زمانہ ہو گئے تھوڑے ہی عرصے میں ہر دل عزیز ہو گئے ایسا ہونا ان کی نیت میں اخلاص اور عاجزی کا ثمرہ تھا۔

تواضع و عاجزی : موصوف مرجع خلق اور پیکر علم ہونے کے باوجود سادہ مزاج اور متواضع شخص تھے۔ تکبر علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا اسی عاجزی اور تواضع کی وجہ سے آپ نے درس نظامی کے مروجہ نصاب میں اپنی تحریر کو شامل نہیں کیا۔

علمی گلدستے : آپ کے علمی کارنامے ملاحظہ فرمائیں :۔

(۱) رسالہ فی وضوء الرسول ﷺ (۲) مناقب رزاقیہ (۳) شرح التحریر فی اصول الدین (۴) شرح مسلم الثبوت (۵) الصبح الصادق شرح منار الانوار (۶) حاشیہ علیٰ حاشیہ قدیم علیٰ شرح تجرید دوانی (کلام) (۷) حاشیہ شرح عقائد

دوانی (کلام) (۸) شرح رسالہ مبارزیہ (۹) حاشیہ شمس بازغہ (فلسفہ) (۱۰) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمت (فلسفہ)۔

درس نظامی بحوالہ ترتیب اول :

حضرت سیدنا نظام الدین محمد سہالوی نے قرآن وحدیث کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک نصاب ترتیب دیا۔ اور وہ نصاب متعدد علوم وفنون پر مشتمل ہے۔ ان کو حاصل کرنے کے بعد قرآن وحدیث کے حقائق ودقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ حضرت مرتب رحمہ اللہ کا اپنا ترتیب دیا ہوا نصاب تقریباً گیارہ علوم پر مشتمل ہے۔

"کتب علم الصرف"

☆ میزان ☆ ...... منشعب ☆ ...... صرف میر ☆ ...... پنج گنج ☆ ...... زبدہ ☆ ...... فصول اکبری ☆ ...... شافیہ

"کتب علم نحو"

☆ ...... نحو میر ☆ ...... شرح مأۃ عامل ☆ ...... ہدایۃ النحو ☆ ...... کافیہ ☆ ...... شرح جامی

"کتب علم منطق"

☆ ...... صغریٰ، کبریٰ ☆ ...... ایسا غوجی ☆ ...... تہذیب ☆ ...... شرح تہذیب ☆ ...... قطبی ☆ ...... سلم العلوم

☆ ...... میر قطبی

"کتب علم حکمت"

☆ ...... میبذی ☆ ...... صدرا ☆ ...... شمس بازغہ

"کتب علم ریاضی"

☆ ...... خلاصۃ الحساب ☆ ...... رسالہ قوشجیہ ☆ ...... تحریر اقلیدس مقالہ اولی ☆ ...... تشریح الافلاک

☆ ...... شرح چغمینی باب اول

"کتب علم بلاغت"

☆ ...... مختصر معانی ☆ ...... مطول تاما انا قلت

"کتب فقہ"

☆ ...... ہدایہ اولین ☆ ...... شرح وقایہ ☆ ...... ہدایہ اخیرین

"کتب اصول فقہ"

☆...... نور الانوار ☆...... مسلم الثبوت ☆...... توضیح تلویح

"کتب کلام"

☆...... شرح عقائد نسفی ☆...... شرح عقائد جلالی ☆...... میر زاہد اور شرح مواقف

"کتب تفسیر"

☆...... جلالین ☆...... بیضاوی

"حدیث"

☆............ مشکوٰۃ المصابیح

"درس نظامی کی ترتیب ثانی ایک نظر میں"

حضرت مرتب رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب اپنی جگہ ایک حقیقت مسلمہ ہے اور اس کی افادیت محتاج بیان نہیں۔ مگر...... عرصۂ دراز سے حضرت مرتب رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب نصاب میں تبدیلی آچکی ہے۔ تبدیلی کی کیفیت یہ ہے کہ ترتیب اول میں کچھ کتابوں کا اضافہ کیا گیا اور کچھ کم کر دی گئیں۔ ترتیب ثانی ملاحظہ فرمائیں:۔

"نقشۂ کتب درسِ نظامی اور مصنفین"

علوم فنون	کتب	مصنفین	تاریخ وفات
صرف	میزان الصرف	شیخ سراج الدین عثمان	۷۵۸ھ
//	//	بعض کا قول ہے شیخ وحید الدین	
//	//	عثمان بن حسین	
	منشعب	حمید الدین کاکوروی	۱۲۱۵ھ / ۱۸۱۰ء
//	پنج گنج	شیخ سراج الدین اودھی	۷۵۸ھ
//	صرف میر	سید شریف جرجانی	۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء
//	علم الصیغہ	مفتی عنایت احمد بن منشی	۱۷ شوال، ۱۲۷۹ھ
//		غلام محمد بن لطف اللہ	۲۸ مارچ ۱۸۳۶ء
//	فصول اکبری	سید علی اکبر بن علی الہ آبادی	۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۸ء

//	دستور المبتدی	صفی الدین	۱۳ ذی القعدہ ۸۱۹ھ
	//	//	۱۳ فروری، ۱۴۱۶ء
//	زرادی	فخر الدین زرادی	۷۲۸ھ / ۱۳۲۶ء
//	زنجانی	عبد الوہاب زنجانی	۶۵۵ھ / ۱۲۵۷ء
	صرف بہائی	بہاؤ الدین عاملی	۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء
//	مراح الارواح	احمد بن علی بن مسعود	
نحو	نحو میر	سید شریف جرجانی	۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء
//	نظم مائۃ عامل	عبد القاہر جرجانی	۴۷۴ھ / ۱۰۸۱ء
//	شرح مائۃ عامل	بعض کا قول ہے :-	
//	//	عبد الرحمن جامی	
//	//	بعض کا قول ہے :	
	//	سید شریف جرجانی	
//	ہدایۃ النحو	ابو حیان اندلسی، بعض کا قول	۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء
//		ہے : سراج الدین عثمان	۷۵۸ھ
//	کافیہ	ابن حاجب، (عثمان بن عمر)	۶۴۶ / ۱۲۴۹ء
		//	،بروز جمعرات
//	شرح جامی	عبد الرحمن جامی	۸۹۸ھ / ۱۴۹۶ء
//	تسہیل الکافیہ	عبد الحق خیر آبادی	۱۳۱۶ھ / ۱۹۰۰ء
//	حاشیہ شرح جامی	ملا عبد الغفور	۹۱۲ھ / ۱۵۰۶ء
منطق	صغریٰ، کبریٰ	سید شریف جرجانی	۶ ربیع الاول،
//	//	//	۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء
//	مرقات	فضل امام خیر آبادی بن	۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء
//	//	شیخ محمد ارشد	۵ ذی قعد، بعض کا
	//	//	قول ۱۲۴۰ھ
//	تہذیب المنطق	مسعود سعد الدین بن	۲۲ محرم بروز پیر

//	//	عمر ماہ صفر ۷۲۲ھ	۷۹۲ھ / ۱۳۸۹ء
//	//	میں پیدا ہوئے	
//	شرح تہذیب	عبداللہ یزدی بن حسین	۹۸۱ھ
//	//	//	۷۴-۱۵۷۳ء
//	//	//	یا ۱۰۱۵ھ
	سلم العلوم	محب اللہ بہاری بن	۱۱۱۹ھ / ۸-۱۷۰۷ء
//	//	عبدالشکور	//
//	شرح سلم العلوم (ملا حسن)	ملا حسن، لکھنوی بن	۱۱۹۹ھ
//	//	قاضی غلام مصطفٰے	۷۵-۱۷۷۴ء یا
//	//	//	۱۲۰۹ھ
//	شرح سلم العلوم (حمد اللہ)	حمد اللہ سندیلوی، بن حکیم	۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء
//	//	شکر اللہ	//
//	شرح سلم العلوم (قاضی مبارک)	قاضی مبارک، سوم بن	۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء یا
//	//	محمد دائم	۱۱۶۴ھ
//	رسالہ میر زاہد	سید محمد زاہد ہروی	۱۱۰۱ھ / ۹۰-۱۶۹۸ء
//	قطبی	محمد قطب الدین بن محمد	۷۶۶ھ / ۱۳۶۴ء
//	میر قطبی	سید شریف جرجانی	۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء
فلسفہ و حکمت	میبذی (شرح ہدایۃ الحکمت)	میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۲ھ / ۸۵-۱۶۸۴ء
//	//	،میبذی	یا ۹۱۰ھ یا ۹۰۴ھ
//	صدرا	محمد صدر الدین شیرازی	۱۰۵۰ھ
//	//	بن ابراہیم	۴۱-۱۶۴۰ء
//	//	//	یا ۱۰۶۱ھ یا ۱۰۵۹ھ
//	شمس بازغہ	محمود بن محمد بن محمد جونپوری	۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء،
//	//	//	۹ ربیع الاول
//	ہدیہ سعیدیہ	فضل حق خیر آبادی بن فضل امام	۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء

//	//	بن احمد بن ہاشم الجلال۔	۸۶۴ھ ۱۲۸۵ء
//	//	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء
//	//	(نصف اول)	شب جمعہ ۱۹ جمادی الاولیٰ
//	//	عبدالرحمٰن جلال الدین بن ابی بکر	//
//	کشاف	جاراللہ زمخشری	۵۳۸ھ / ۱۳۷۷ء
اصول تفسیر	فوز الکبیر فی اصول	ابوالفیاض احمد بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء
//	التفسیر	محدث دہلوی المشہور شاہ	۲۹ محرم بوقت ظہر
//	//	ولی اللہ دہلوی	//
//	//	پیدائش ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء	//
حدیث	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین عراقی	
//	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ ۸۷۰ء
//	صحیح المسلم	مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ ۸۷۴ء
//	جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ ۸۹۲ء
//	سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان	۲۷۵ھ ۸۸۸ء
//	سنن نسائی	عبدالرحمٰن احمد نسائی	۳۰۲ھ ۹۱۴ء
//	سنن ابن ماجہ	محمد بن ماجہ	۲۷۳ھ ۸۸۶ء
//	شمائل ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمزی	۲۷۹ھ ۸۹۲ء
اصول حدیث	نخبۃ الفکر	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ ۱۴۴۹ء
مناظرہ	رشیدیہ	عبدالرشید دیوان	۱۰۸۳ھ ۷۲-۱۶۷۱ء
ادب عربی	مفید الطالبین	محمد احسن نانوتوی	۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء
//	نفحۃ الیمن	احمد یمنی شروانی	۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء
//	نفحۃ العرب	اعزاز علی دیوبندی	۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء
//	دیوان متنبی	احمد بن حسین الکندی	۳۵۴ھ ۹۶۵ء
//	دیوان حماسہ	ابو تمام حبیب الطائی	۲۳۲ھ ۸۴۶

۱۱		مقامات حریری	قاسم بن علی حریری	۵۱۶ھ	۱۱۲۳ء
		سبعہ معلقہ	شعراء عہد جاہلیت		
	عروض	عروض المفتاح	یوسف بن ابی بکر سکاکی	۶۲۲ھ	۱۳۲۸ء

حصہ دوئم

رسالہ

تذکرۃ المصنفین درس نظامی (کتب منطقیہ)

5

ریحان الطالبین فی سیرت المصنفین

(کتب منطقیہ درس نظامی)

"مصنف صغریٰ کبریٰ"

اسم گرامی : صاحب صغریٰ وکبریٰ کا اسم گرامی علی ہے اور کنیت ابو الحسن یا ابو الحسین ہے ۔

لقب : زین الدین اور میر سید شریف کے نام سے مشہور ہیں

شجرۂ نسب : علی بن محمد بن علی قابل رشک بات یہ ہے کہ تیر ہویں پشت میں جاکر سلسلہ نسب محمد بن زید الداعی سے مل جاتا ہے

مقام پیدائش : حضرت مصنف رحمہ اللہ کے مقام پیدائش میں مور خین کا اختلاف ہے جبکہ علامہ غیاث الدین ہروی نے مقام پیدائش کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ طاغو کے دیہات میں پیدا ہوئے اور طاغو استر آباد کے قرب وجوار میں واقع ہے اور مورخ شمس الدین نے مقام پیدائش جرجان فرمایا ہے

تاریخ پیدائش : آپ ۲۲ شعبان المعظم ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے

تعلیم وتربیت : صاحب صغرٰی کبرٰی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں قابل رشک مہارت رکھتے ہیں۔

علمی شوق اور مجاہدہ : آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا آپ کے علمی شوق کی ترجمانی یوں بھی کی جاتی ہے آپ کو اس بات کا شوق تھا کہ ہر کتاب اسکے مصنف سے پڑھی جائے ۔ کیونکہ صاحب البیت ادریٰ بمافیہ یعنی گھر والا زیادہ جانتا ہے جو گھر میں ہے ۔ اسی شوق کے پیش نظر زمانہ تعلیم میں ہی حضرت مصنف رحمہ اللہ شرح مطالع کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے مطالعہ کے دوران دل میں شوق پیدا ہوا کہ یہ کتاب خود مصنف سے پڑھی جائے۔ لہذا شرح مطالع کے مصنف جناب سیدنا قطب الدین رازی کی خدمت عالیہ میں تشریف لائے مگر حضرت قطب الدین اس زمانہ میں ضعیف ہو چکے تھے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ابرو آنکھوں پر لٹک آئے تھے اس لئے انہوں نے پڑھانے سے انکار کر دیا اور اپنے خاص شاگرد مبارک شاہ

منطقی کے پاس بھیجا۔ میر صاحب مصر سے ہوتے ہوئے قاہرہ پہنچے اور مبارک شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے استاد قطب الدین کا خط دیا۔ مبارک صاحب نے اپنے درس میں صرف بیٹھنے کی تو اجازت دے دی مگر باقاعدہ پوچھنے اور پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہو سکتا ہے کہ مبارک شاہ کا اس سے یہ مطلب ہو کہ کچھ دن اندازِ تعلیم دیکھتے ہیں۔ پھر اجازت دیں گے۔

قابل رشک ذہانت اور حافظہ : اتفاقاً مبارک شاہ صاحب رات کو مدرسہ کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو دیکھتے ہیں کہ میر سید صاحب اپنے حجرہ میں پڑھا ہوا سبق اس انداز سے دہرا رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارح نے یہ فرمایا ہے اور استاد نے اسکی تقریر اس انداز سے کی ہے اور میں اس کی تقریر اس انداز سے کرتا ہوں مبارک شاہ صاحب اس نفیس اندازِ بیاں کو سن کر خوشی سے وجد کرنے لگے۔ اور اس دن سے میر صاحب کو خاص مقام سے نوازا۔

اساتذہ : میر صاحب نے مندرجہ ذیل کتب مدرجہ ذیل اساتذہ سے پڑھی ۔

نقشہ اساتذہ و کتب

کتب	اساتذہ
شرح مطالعہ، قطبی، مواقف	مبارک شاہ صاحب
علوم نقلیہ	شمس الدین محمد فناری شیخ
	اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی
مفتاح العلوم	نور طاؤسی
شرح مفتاح	ابو الخیر علی بن قطب الدین رازی

علمی جواہر پارے : میر صاحب کی تصانیف تو بہت زیادہ ہیں تقریباً ۴۴ کے قریب ہیں مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم کچھ مشہور تصانیف کا ذکر کرتے ہیں (۱) شرح مواقف (۲) حاشیہ بر شرح وقایہ (۳) تعریفات العلوم (۴) صرف میر (۵) نحو میر (۶) شرح ایسا غوجی (۷) حاشیہ بیضاوی (۷) حاشیہ ہدایہ

بدایہ (۸)صغریٰ (۹)کبریٰ (۱۰)شرح چغمینی (۱۱)شریفیہ شرح سراجیہ

تاریخ وفات : ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ ۶ جولائی ۱۴۱۳ء کو وفات پائی اور شیراز میں مدفون ہوئے

صغریٰ کبریٰ کی خصوصیات : صغریٰ وکبریٰ درس نظامی میں منطق کی ابتدائی کتب سے ہے یہ کتاب بہت مختصر مگر جامع ہے حضرت مصنف کی یہ کتاب مبتدیوں کے لئے گراں قدر تحفہ ہے ہر مسئلہ کو حکیمانہ اندازے سے پیش کیا ہے اور مختصر عبارت میں بہت سے مسائل سمیٹ دیے ہیں مثلاً فصل ادراک معانی الخ کی مختصر عبارت میں تصور اور تصدیق کی تمام اقسام شک ووہم، ظن حق الیقین عین الیقین وغیرہ کو حسنِ اُسلوب سے بیان کر دیا اگر یہ کتاب کسی قابل استاد صاحب سے پڑھ لی جائے تو دوسری کتب آسان ہو جاتی ہے۔

مصنف ایساغوجی

اسم گرامی : مفضل، لقب: اثیر الدین مولنازادہ سے مشہور تھے آپکے والد گرامی کا نام عمر ہے آپکو ابہری کہا جاتا ہے اس لئے کہ ابہر کے رہنے والے تھے ابہر روم میں ایک مقام ہے اَبْهَرُ اَحْمَرُ کے وزن پر ہے

شرف تلمذ : حضرت مصنف کو امام فخر الدین رازی سے شرف تلمذ حاصل ہے (تاریخ ابن الوجی)

علمی کارنامے : آپکی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں (۱) الاشارات (۲) زبدہ (۳) کشف الحقائق (۴) المحصول (۵) المغنی (۶) ایساغوجی (۷) ھدایۃ الحکمت (۸) تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار

تعارف کتاب : ایساغوجی لفظی طور پر کلمہ یونانی ہے جس کے معنی کلیات خمس (جنس، نوع، فعل، عرض خاص، عرض عام، کے ہیں میر سید کا لفظ ایساغوجی کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ حکمائے یونان میں سے ایک حکیم کا نام ہے جس کو کلیات کی معرفت میں مہارت تامہ حاصل تھی

وفات : حضرت مصنف کے سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں (۱) صاحب کشف نے ۷۰۰ھ تحریر کیا ہے ایک قول ۶۷۱ھ کا بھی ہے مگر صاحب معجم نے ۶۶۰ھ فرمایا ہے

"صاحب مرقات"

اسم گرامی : فضل امام اور والد کا نام شیخ محمد ارشد ہے

شجرہ ءنسب : فضل امام بن محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن محمد بن عبدا لماجد بن قاضی صدر الدین ہرگامی

مقام پیدائش : آپ ہندوستان کے ضلع سیتاپور کے مشہور قصبہ خیر آباد میں پیدا ہوئے خیر آباد کو خیر البلاد بھی کہا گیا ہے

تحصیل علم : حضرت مصنف رحمہ اللہ نے حضرت مولٰنا سید عبد الواجد سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تکمیل کی اور ملا محمد بن ولی بن قاضی سے بھی استفادہ کیا

درس و تدریس : ملازمت کی سخت مصروفیت کے ساتھ تدریس و تصنیف بھی جاری رکھی۔ ذہانت اور انداز تدریس ایسا وحیدانہ تھا کوئی طالب علم ایک دفعہ سبق پڑھ لیتا پھر کسی اور کے پاس جانے کا نام نہ لیتا اور کوئی غیر آنکھوں میں نہ جچتا۔

حور پہ نظر نہیں رکھتا شیدا تیرا

آپ کے شاگردوں میں سے مشہور شاگرد آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدر الدین خان تھے۔

طلباء کے ساتھ انتہائی شفقت : حضرت مصنف طلباء کے ساتھ بہت شفقت فرماتے تھے۔ واقعہ مشہور ہے کہ مولانا فضل امام کے صاحبزادے مولانا فضل حق خیر آبادی جب تدریس کے منصب پر فائز ہوئے، تو ان کے والد گرامی (مولانا فضل امام) نے ایک بڑی عمر کا طالبعلم جو بد صورت، کند ذہن تھا۔ پڑھانے کا حکم دیا تو مولانا فضل حق نے کچھ دیر سبق پڑھایا مگر طالبعلم کی کند ذہنی کی وجہ سے تنگ آکر کتاب پھینک دی اور طالبعلم کو اٹھادیا۔ طالبعلم نے مولانا کی اس عادت کو دیکھ کر ان کے والد گرامی فضل امام کی بارگاہ میں اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ جلال میں آکر فرماتے ہیں کہ "بلاؤ اس کو" جب مولانا فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوئے، باپ نے بیٹے کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ دستار مبارک دور جا پڑی اور فرمانے لگے "تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا، ناز و نعمت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا، طالبعلموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا، بھیک مانگتا اور طالبعلم بنتا تو

حقیقت معلوم ہوتی۔ طالبعلم کی قدر ہم سے پوچھ "خلاصہ کلام یہ کہ اس واقعہ کے بعد کسی طالبعلم کو بھی کچھ نہیں کہا۔ صاحب مرقات کی شفقت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ وصال : ان کی زندگی کا آخری حصہ پٹیالہ میں گزرا، مگر وفات شریف آبائی گاؤں خیر آباد میں ۵ ذی قعد ۱۲۴۴ھ یا ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۸ء کو ہوئی۔

اولاد : آپ کی اولاد نرینہ تین صاحبزادے تھے مگر فضل حق خیر آبادی نے تاریخی کردار پیش کیا۔ باقی دو صاحبزادے جن کے اسمائے گرامی فضل عظیم اور فضل الرحمن تھے۔

علمی کارنامے : حضرت مصنف نے متعدد معرکۃ الآراء کتابیں تحریر فرمائیں جن میں سے بعض کتب کی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مرقات (۲) شرح افق المبین (۳) تشحیذ الاذہان فی شرح بدیع المیزان (۴) حاشیہ الحاشیہ الزاہدیہ قطبیہ (۵) آمدنامہ

"صاحب تہذیب المنطق"

اسم گرامی : مسعود۔

لقب : سعد الدین۔

شجرۂ نسب : مسعود بن عمر بن عبداللہ

مقام پیدائش : آپ خراساں کے مشہور شہر تفتازاں میں پیدا ہوئے۔

تاریخ پیدائش : صفر ۷۲۲ھ بمطابق ۱۳۲۲ء کو پیدا ہوئے

ابتدائی ذہانت : بعض کا یہ کہنا ہے حضرت مصنف ابتداء میں انتہائی غبی اور کند ذہن تھے، مگر محنت اور مطالعہ میں سر فہرست شمار کئے جاتے تھے ایک مرتبہ حضرت مصنف نے خواب میں ایک اجنبی آدمی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا سعد الدین آیئے سیر کو چلئے، فرماتے ہیں :۔ میں نے اسے کہا میں مطالعہ کے باوجود بھی کتاب نہیں سمجھتا اگر میں سیر کروں گا تو کیا ہوگا اس شخص نے تین مرتبہ آنے جانے کے بعد کہا کہ تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام یاد فرمارہے ہیں۔ میں اٹھااور ننگے پاؤں چل دیا، شہر سے باہر درختوں کے قریب اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرماتھے۔آپ نے تبسم فرماکر فرمایا: ہم نے تو کئی بار بلایااور آپ نہیں آئے۔میں نے عرض کیا: کہ مجھے معلوم نہیں تھاکہ آپ (ﷺ) بلارہے ہیں اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں اپنی کنند ذہنی اور غباوت کی شکایت کی۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا: "اِفْتَحْ فَمَکَ" اپنامنہ کھولئے۔ میں نے اپنامنہ کھولا تو آپ نے لعاب دہن میرے منہ میں ڈالااور دعاکے بعد فرمایا: " جاؤ" بیدار ہونے کے بعد جب علامہ موصوف اپنے استاذ عضد الدین کے پاس پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے تعلیم کے درمیان آپ نے کئی سوالات واشکالات پیش کئے ان اشکالات کو طلباء نے بے معنی سمجھا مگر استاذ تاڑ گئے اور فرمایا: "یا سعد اِنك الیوم غیرك فیما مضی "آج کے دن تم وہ نہیں جو اس سے پہلے تھے۔

تحصیل علم اور مقبولیت عامہ : حضرت مصنف نے بڑے بڑے اصحاب علم وفضل اساتذہ سے تحصیل علم کیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی آپ کا شمار بڑے بڑے علماء میں ہونے لگا۔ علامہ کفوی کا کہنا ہے کہ آپ جیسا کائنات میں کوئی عالم نہیں دیکھا۔

حور پہ نظر نہیں رکھتا شیدا تیرا

اور سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں: آپ کے زمانہ میں ریاست، مذاہب حنفیہ آپ پر ختم ہوگئی تھی۔

تدریس کے فرائض : تحصیل علوم کے فوراً بعد آپ مسند تدریس پر فائز ہوگئے۔ زمانہ کے لائق اور فائق لوگوں نے آپ سے علم کا فیض لیا۔

علمی کارنامے : تصنیف کا ذوق پہلے سے رکھتے تھے لہٰذا فراغت کے بعد اکثر علوم میں بڑی بڑی کتابیں تصانیف کیں، جیساکہ شرح تصریف زنجانی آپ نے سولہ سال کی عمر میں تحریر کی۔ چند مشہور تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے :۔

(۱) شرح تصریف زنجانی (۲) مطول شرح تلخیص (۳) مختصر المعانی (۴) شرح عقائد نسفی (۵) تلویح (۶) مقاصد (۷) شرح مقاصد (۸) تہذیب وغیرہ تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں۔

علمی مناظرے : علامہ تفتازانی اور میر سید جرجانی کے درمیاں علمی مناظرے ہوتے رہے یہ

امر مسلم ہے کہ جرجانی صاحب اور تفتازانی صاحب بڑے بڑے اکابر علماء میں سے شمار ہوتے تھے۔ اور یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ علامہ تفتازانی علم منطق، علم الکلام اور علوم ادبیہ میں میر سید صاحب سے بہت ہی لائق تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ تفتازانی صاحب مسائل کی تحقیقات میں میر صاحب سے بہت اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ جیسا کہ ذکاوت اور فطانت میں میر صاحب سے تفتازانی کی کوئی نسبت نہیں تھی۔ اہل علم اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ بات میں بات پیدا کر دینا اور مشکل اور پیچیدہ مسائل کو چٹکیوں سے سمجھا دینا وغیرہ جو خوبیاں تفتازانی کی تقریر میں ملتی ہیں میر صاحب کو نصیب کہاں "ذالک فضل اللہ یوتی من یشآء"

وصال شریف : تفتازانی صاحب اور جرجانی صاحب کے درمیان ایک مناظرہ ہوا اور نعمان معتزلی کو فیصل اور حکم بنایا جبکہ حکم صاحب کسی وجہ سے ناراض بھی تھے۔ لہٰذا فیصلہ جرجانی صاحب کے حق میں دے دیا جس کی وجہ سے تیمور شاہ نے میر سید صاحب کا رتبہ تفتازانی پر بڑھا دیا اسی وجہ سے وہ صاحب فراش ہو گئے، نوبت بایں جا رسید کہ ۲۲ محرم ۷۹۲ھ میں بروز پیر کو آپ کا وصال ہوا اور وہیں آپ دفن کئے گئے۔ اور ۹ جمادی الاولیٰ میں بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔

مصنف شرح تہذیب

اسم گرامی : ملا عبداللہ یزدی بن شہاب الدین حسین۔

تحصیل علم : آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل جمال الدین محمود (جو جلال الدین دوانی کے شاگرد تھے) سے کی ہے۔ حضرت مصنف کے ہم درسوں میں سے دو شخص مشہور ہیں (۱) مرزا جان شیرازی (۲) ملا مقدس اردبیلی۔ ان تینوں مینار علوم نے علوم عربیہ کی خوب خدمت کی۔ اردبیلی نے تو فقہ اور اصول میں شہرت حاصل کی اور عبد اللہ یزدی اور ملا جان نے ادب اور منطق میں نمایاں شہرت حاصل کی۔ حضرت مصنف وقت کے زبردست محقق اور انتہائی خوبصورت تھے۔

وصال شریف : ۹۸۱ھ بمطابق ۷۴-۱۵۷۳ء میں شہر اصبہان میں انتقال ہوا۔

تصانیف : ملا یزدی کی معرکۃ الآراء کتب مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) حاشیہ المطول (۲) حاشیہ بر حاشیہ المطول ملا نظام الدین (۳) حاشیہ مختصر المعانی (۴) حاشیہ بر حاشیہ

مختصر المعانی (۵) حاشیہ بر حاشیہ مطول میر سید صاحب کے حاشیہ پر اضافہ ہے۔(۶) شرح تہذیب المنطق

مصنف رسالہ شمسیہ

اسم گرامی : آپ کا اسم علی ہے اور کنیت ابوالحسن ہے

لقب : نجم الدین

شجرۂ نسب : علی بن عمر بن عمر

تعارف : آپ حکیم دبیر ان سے مشہور ہیں نسبت میں کاتبی اور قزوینی پکارا جاتا ہے۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ کا شمار محقق نصیر الدین طوسی کے جید شاگردوں میں سے ہوتا ہے۔

علمی کارنامے : آپ کی تصانیف کی ذیل میں فہرست دی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) عین القواعد (۳) بحر الفوائد (۴) کشف الاسرار شرح غوامض الافکار (۵) حکمۃ العین (۶) امام فخر الدین رازی کی کتاب ملخص کی شرح المنصص (۷) علم منطق کا جامع متن شمسیہ آپ کا تاریخی کارنامہ ہے۔

وجہ تسمیہ : شمسیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت مصنف نے یہ رسالہ خواجہ شمس الدین محمد کیلئے تحریر کیا ہے اور اس رسالہ کی نسبت بھی انہی کی طرف کر دی ہے اس لئے اسے شمسیہ کہتے ہیں۔

تاریخ وصال : تاریخ وصال میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ۳ رجب کو ہے دوسری روایت کے مطابق ماہ رمضان المبارک ۶۷۵ھ کو علم و عمل کا یہ مینار علم اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف روانہ ہو گیا۔

مصنف قطبی

اسم گرامی : محمد اور کنیت عبداللہ ہے قطب الدین تحتانی لقب ہے اور والد کا نام بھی محمد ہے۔

مقام پیدائش : "رَی" کے ایک گاؤں دوامیں پیدا ہوئے۔ اور "رَی" دیلم کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ اور انہیں رازی "رَی" کی طرف نسبت کیلئے کہا جاتا ہے۔

تاریخ پیدائش : آپ کی پیدائش تقریباً ۶۹۲ھ میں ہے۔

وجہ تسمیہ تحتانی : قطب الدین کے ساتھ تحتانی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شیراز کے مدرسہ میں قطب الدین رازی دونوں استاد مقرر ہوئے قطب الدین شیرازی اوپر والی منزل میں پڑھاتے اس لئے اسے فوقانی کہتے ہیں اور صاحب قطبی نیچے والی منزل میں پڑھاتے اس لئے انہیں تحتانی کہتے ہیں۔

تعلیم و تربیت : حضرت مصنف نے اپنے علاقہ میں ہی رہ کر علوم عقلیہ پڑھے اور علوم شرعیہ بھی ساتھ ہی پڑھتے رہے۔ اور قاضی عضد صاحب سے بھی آپ نے استفادہ کیا اور شیخ شمس الدین اصبہانی سے بھی پڑھا ہے پھر آپ دمشق کی طرف روانہ ہوگئے اور تمام زندگی دمشق مین ہی رہے۔

فقہی مسلک : آپ کے مسلک میں مختلف روایتیں ہیں۔ نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں انہیں شیعہ لکھا ہے اور بعض نے حنفی کہا ہے اور تاج الدین سبکی نے انہیں شافعی کہا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب۔

شہرۂ علمی : علامہ قطبی تمام علوم مروجہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے مگر اپنے رجحان طبعی اور منطق اور فلسفہ میں گہرے تعلق کی وجہ سے معقولی کہلاتے تھے علامہ سبکی کا کہنا ہے کہ میں نے رازی کو منطق اور فلسفہ میں امام پایا اور آپ علم تفسیر اور بیان و معانی کے عالم تبحر ہیں۔

تلامذہ : آپ سے پڑھنے والے لوگ آسمان علم کے درخشندہ ستارے بن گئے مندرجہ ذیل شخصیات نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

۱۔ سعد الدین تفتازانی، ۲۔ علامہ جلال الدین دوانی، ۳۔ میر سید صاحب بھی استفادہ کے لئے آپ کی خدمت میں گئے مگر بڑھاپے کی وجہ سے شرف تلمذ نہ حاصل کر سکے۔

علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ : استاذی المکرم سیدنا امام العلماء استاد العرب والعجم ملک منصب تدریس استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر فرمایا کرتے تھے کہ علامہ اسے کہتے ہیں کہ جو علوم

عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ حضرت استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ علامہ موصوف کے بارے فرماتے تھے کہ وہ اپنے عصر میں علامہ تھے اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

لمحۂ فکریہ : مقام افسوس ہے کہ آج کل ہر آدمی اپنے نام کے ساتھ خود علامہ لکھتا ہے جبکہ وہ کسی ایک علم میں بھی یقینا مہارت تامہ نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علمی گلدستے : علامہ موصوف نے گلستان علم کے چند گل دستے چھوڑے جو ابھی تک علم کا فیضان پہنچا رہے ہیں۔ آپ کے کچھ مشہور علمی گلدستوں کا تذکرہ نیچے کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار۔

۲۔ محاکمات شرح اشارات

۳۔ رسالہ قطبیہ

۴۔ حواشی کشاف

۵۔ شرح الحاوی الصغیر

۶۔ قطبی

قطبی کا اصل نام : اصل نام "تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح رسالۃ الشمسیہ" ہے مگر قطبی سے مشہور ہو گئی ہے۔

وجہ تسمیہ : قطبی کے نام سے مشہور اس لئے ہے کہ آپ کی کنیت قطب الدین ہے تو کتاب کی نسبت بھی کنیت کی طرف ہو کر اسی نام سے مشہور ہو گئی ہے۔

دار فانی سے رحلت : حضرت مصنف کی عمر ۷۴ سال کی تھی کہ ۶ ذی قعدہ ۷۶۶ھ میں اس آفتاب علم کو سپرد خاک کیا گیا۔

مصنف میر قطبی

تعارف : آپ کا اسم گرامی علی ہے اور میر سید شریف کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی حالات

زندگی صغرای وکبرای کے ذیل میں گزرچکے ہے ملاحظہ فرمائیں۔ میر صاحب کی ذکاوت کی جھلک میر قطبی میں نظر آتی ہے۔ آپ کا یہ حاشیہ قطب الدین رازی کی کتاب قطبی پر ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔ آپ کا یہ حاشیہ کافی مدت تک داخل نصاب رہا مگر افسوس کہ تنظیم نے اس حاشیہ کو نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے طریقہ کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ احقر کا تجربہ ہے جوں جوں نصاب کو مختصر کیا جارہا ہے معیار علم انتہائی تنزل اور انحطاط کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اللہ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ ایسا مثالی جامعہ قائم کروں جس میں معیار تعلیم اسلاف جیسا ہو اور تمام کتب درس نظامی پڑھانے کا انتظام ہو وما توفیقی الا باللہ

مصنف سلم العلوم

نام : حضرت مصنف کا اسم گرامی محب اللہ بہاری ہے والد صاحب کا اسم گرامی عبد الشکور ہے۔

مقام پیدائش : آپ موضع کڑا (جو کہ صوبہ بہار میں ہے) میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم "ملک" سے ہے۔

اساتذہ : حضرت شیخ قطب الدین بن عبد الحکیم انصاری سے ابتدائی کتب اور درمیانی کتب پڑھیں۔ حضرت سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم کی تکمیل کی۔

عہدۂ قاضی القضاۃ : آپ تعلیم سے فارغ ہو کر دکن تشریف لے گئے جہاں اورنگزیب عالمگیر نے شاہی ملازم بنالیا لکھنؤ اور حیدر آباد میں یکے بعد دیگرے قاضی شرع مقرر ہوئے لیکن کسی وجہ سے عہدے سے معزول ہو گئے، کچھ مدت کے بعد عالمگیر نے اپنے پوتے رفیع القدر ابن شاہ عالم کی تعلیم دینے کے عہدے پر فائز کر دیا۔ اور پھر شاہ عالم کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔

تصنیفات : حضرت مصنف کے تاریخی کارناموں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ سلم العلوم ۲۔ الجوہر الفرد ۳۔ رسالہ فی المغالطات العامۃ الورود ۴۔ منہیات حواشی مسلم الثبوت ۵۔ مسلم الثبوت ۶۔ الافادات وغیرہ کتب آپ کی یادگار ہیں۔

وفات : یہ علم کا درخشندہ آفتاب ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

مصنف حمد اللہ

نام و شجرۂ نسب : حضرت مصنف کا اسم گرامی حمد اللہ ہے اور والد کا نام گرامی حکیم شکر اللہ ہے اور شجرۂ نسب یوں ہے :۔ حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن شیخ دانیال بن پیر مہر صدیقی سندیلوی رحمھم اللہ۔

اساتذہ : حضرت مصنف نے بڑے بڑے فاضل اور جلیل علماء سے علم حاصل کیا ان میں صرف دو کا نام گرامی ذکر کیا جاتا ہے ۔ ا۔ ملا کمال الدین فتح پوری ۲۔ ملا نظام الدین سہالوی

فرائض تدریس : آپ سندیلہ کے ایک مدرسے میں عرصہ دراز تک تدریس کرتے رہے آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے ہیرے زمین کے گوشہ گوشہ میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

عروج علم : صاحب نزہۃ الخواطر کا کہنا ہے کہ ہندوستان کی زمین میں آپ مشہور استاد شمار کئے جاتے تھے ایک مقام پر وہ فرماتے ہیں کہ علم اور تدریس کے میدان میں امامت اسی پر ختم ہوئی یعنی آپ خاتم العلم والتدریس کا لقب پانے والے ہیں۔

تلامذہ : آپ نے بہت سے تلامذہ یادگار چھوڑے۔ کچھ کے نام ذکر کئے جاتے ہیں :۔

ا۔ عبد اللہ بن زین العابدین مخدوم زادہ سندیلوی ۲۔ محمد اعظم قاضی زادہ سندیلوی ۳۔ احمد حسن لکھنوی ۴۔ حیدر علی سندیلوی ۵۔ ملا باب اللہ جونپوری ۶۔ احمد علی سندیلوی

تصانیف : حضرت مصنف کے چند علمی کارنامے ذکر کئے جاتے ہیں ا۔ حمد اللہ شرح تصدیقات سلم العلوم ۲۔ حاشیہ شمس بازغہ ۳۔ حاشیہ صدرا ۴۔ شرح زبدۃ الاصول عاملی

سفر آخرت : حضرت مصنف نے ۱۱۴۰ھ بمطابق ۱۷۴۷ء کو دہلی میں فوت ہوئے اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے جنوب مغرب میں مدفون ہوئے۔

مصنف قاضی مبارک گوپاموی

نام و شجرۂ نسب : آپ کا اسم گرامی "مبارک" ہے والد گرامی کا نام محمد ہے اور شجرۂ نسب یہ

ہے :۔ قاضی مبارک بن دائم علی بن عبد الحی بن عبد الحلیم بن مبارک گوپاموی۔

وطن عزیز : گوپامئو ہے۔

معاصرین قاضی علیہ الرحمہ : آپ کے مشہور ہمعصر جناب حمد اللہ صاحب اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی ہیں۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ علیہ کے ان کے ساتھ علمی مباحث بھی ہوتے رہتے تھے۔

ازالۃ الشبہ : قاضی مبارک نام کے تین بزرگ ہیں :۔ شارح سلم العلوم سوم قاضی مبارک ہیں جبکہ اول قاضی حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی کے مرید ہیں اور دوم قاضی مبارک قصبہ امیٹھی کے مشہور بزرگ اور اکبری دور کے قاضی شیخ نظام الدین سے ارادت رکھتے تھے۔

اساتذہ : (۱) قاضی شہاب الدین (۲) ملا قطب الدین (۳) حاجی صفت اللہ خیر آبادی

بیعت : قاضی محمد مبارک سلسہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شاہ اکرم دہلوی کے مرید تھے اور خرقہ خلافت قلندریہ سلسلہ میں شاہ علاء الدین احمد لاہرپوری سے حاصل کیا

انتقال پر ملال : عالم کی موت عالم کی موت ہوا کرتی ہے۔ حضرت مصنف کا دارِ فانی سے تشریف لے جانا عالم کی موت تھی۔ تاریخ وفات میں مختلف آراء ہیں بعض کہتے ہیں :۱۱۶۲ھ بمطابق ۱۷۴۹ء میں ہوئی۔ اور ایک روایت میں ۱۱۶۴ھ ہے۔ آپ کا جنازہ دہلی سے گوپامو لایا گیا اور آپ اپنے دادا کے مدرسے میں دفن کیے گئے۔

علمی گلدستے : حضرت مصنف نے اپنی یادگار کچھ ایسے علمی کارنامے چھوڑے جنہوں نے اہل علم حضرات کے اذھان وافکار کو معطر کیا۔ ا۔حاشیہ شرح مواقف ۲۔تعلیقات بر حاشیہ سید زاھد علی رسالۃ القطبیۃ ۳۔تعلیقات بر حاشیہ شرح تہذیب للمحقق الدوانی ۴۔شرح سلم العلوم قاضی مبارک

صاحب ملا حسن

نام و شجرہ نسب : حضرت مصنف کا اسم گرامی محمد حسن ہے اور شجرہ نسب یوں ہے ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد بن قطب الدین شہید سہالوی۔

تعلیم وتربیت : حضرت مصنف نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین فتحپوری سے پڑھیں اور اکثر کتب نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھیں تمام علوم میں ماہر تھے۔

نظریۂ علماء : ملا حسن کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر ملا حسن شیخ ابن سینا سے مقابلہ اور مناظرہ کرتے تو ان پر حاوی اور غالب آجاتے۔ دوران سبق ملا حسن کی اپنے استاد نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر بحث شروع ہو گئی استاد نے فرمایا کہ شیخ نے تو شفاء میں یوں لکھا ہے اور آپ شیخ کا خلاف کیوں کرتے ہو ملا حسن نے انتہائی ادب سے عرض کیا جناب معقولات میں تقلید نہیں کی جا سکتی۔

بے مثل حافظہ : حضرت مصنف قوت حافظہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ حافظہ اس قدر تھا کہ کتب درسیہ کی عبارتیں ان کو یاد تھیں اگر کسی کتاب کی عبارت غلط ہوتی یا کوئی سطر چھوٹی ہوئی ہوتی تو انہیں اپنی قوت حافظہ سے درست فرمادیتے خلاصۂ بحث کہ خاندان فرنگی میں آپ کے حافظہ کی نظیر نہیں ملتی تھی۔

تصانیف : حضرت مصنف کے چند علمی شاہکار ملاحظہ فرمائیں (۱) حاشیہ شمس بازغہ (۲) شرح مسلم الثبوت (۳) حاشیہ بر صدرا (۴) حواشی زواہد ثلثہ (۵) معارج العلوم (منطق) (۶) غایت العلوم (حکمت) (۷) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ

انتقال پر ملال : آفتاب علم کی دنیا سے روانگی میں دو روایتیں ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ ۱۱۹۹ھ ۱۷۸۵ء اور دوسری روایت یہ ہے کہ ۳ صفر ۱۲۰۹ھ / ۳۰ اگست ۱۷۹۴ء

صاحب رسالہ میر زاہد

نام، نسب : حضرت مصنف کا نام میر محمد زاہد ہروی ہے اور والد ماجد کا اسم گرامی قاضی محمد اسلم ہے۔ آپ کی جائے پیدائش ہندوستان میں ہے اور آپ کے والد گرامی ہرات کے باشندے تھے لہٰذا میر صاحب بھی اپنے والد گرامی کی صفت نسبتی "ہروی" سے معروف تھے۔

تعلیم وتربیت : میر صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر کابل میں ملا محمد فاضل بدخشانی، ملا صادق حلوائی سے بھی تعلیم حاصل کی۔ توران میں مرزا محمد جان شیرازی سے بھی تعلیم

حاصل کی اور فنون حکمت مرزا محمد جان شیرازی کے شاگرد ملا یوسف سے حاصل کئے اور ملا جمال لاہوری سے فاتحۂ فراغ پڑھا جو علوم عربیہ میں ممتاز تھے

منصب تدریس: حضرت میر صاحب باوجود سرکاری مصروفیات کے دینی تعلیم سے طلباء کے اذھان کو منور فرماتے تھے زمانہ تدریس میں حضرت قبلہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے آپ سے معقولات کی تحصیل کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے آخری عمر میں شاہی ملازمت چھوڑ کر ہمہ وقت درس و تدریس اور تقویٰ اختیار کیا اور تزکیۂ نفس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا۔

عدل وانصاف: حضرت شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن میر زاہد نے شاہ عبدالرحیم کی دعوت کی۔ مغرب کے وقت ایک کباب فروش نے حضرت کی خدمت میں کباب کا تحفہ پیش کیا اور آکر کہنے لگا کہ یہ کباب بطور تحفہ لایا ہوں حضرت میر صاحب رحمہ اللہ مسکرا کر فرمانے لگے کہ نہ میں آپ کا پیر ہوں اور نہ استاد تو پھر اس نذرانے کا کیا مطلب ؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ میر زاہد کے سپاہیوں نے اس آدمی کی دوکان کو راستے سے دور کرنے کا ارادہ کیا ہے حضرت مصنف نے فرمایا کہ تحقیق ہوگی اس شخص نے عرض کیا کہ یہ آپ کیلئے ہیں آپ قبول فرمائیں کیونکہ اب میں ان کو فروخت نہیں کر سکتا۔ حضرت مصنف نے اپنے بچوں کے معلم کو بلا کر کہا کہ ان کبابوں کی قیمت کیا ہونی چاہئے انہوں نے آٹھ آنے کہا تو یہ قیمت ان کے حوالے کر دی حضرت شاہ عبدالرحیم نے استاد محترم سے عرض کیا کہ جناب مقصد تو رشوت سے بچنا ہے مگر آٹھ آنے قیمت ادا کرنے سے رشوت سے بچاؤ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ کباب فروش سے حساب پوچھا تو قیمت ساڑھے تین روپے بنی اس بات پر حضرت مصنف نے معلم کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں روزہ حرام طریقہ سے حاصل کئے ہوئے کھانے سے افطار کروں۔ مختصر یہ کہ کباب فروش کو ساڑھے تین روپے دے کر بھیج دیا۔

علمی گلدستے: (۱) حاشیہ شرح تہذیب تہذیب علامہ دوانی (۲) حاشیہ شرح مواقف (امور عامہ) (۳) حاشیہ رسالہ تصور تصدیق قطب الدین رازی (۴) حاشیہ شرح ہیاکل

انتقال پُر ملال: ۱۱۰۱ھ بمطابق ۱۶۹۰ء میں یہ علم و عرفان کا چشمہ اس دارِ فانی سے انتقال کر گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

وہ کتابیں جو بوقت تحریر زیر مطالعہ رہیں

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنفین
۱	قاضی مبارک	قاضی مبارک بن محمد دائم
۲	حمد اللہ	حمد اللہ بن حلیم شکر اللہ
۳	ملا حسن	محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ
۴	رسالہ میر زاہد	میر محمد زاہد
۵	سلم العلوم	محب اللہ بن عبد الشکور بہاری
۶	قطبی	ابو عبد اللہ قطب الدین تحتانی محمد بن محمد
۷	شرح تہذیب	عبد اللہ بن حسین یزدی
۸	مرقات	فضل امام بن شیخ محمد ارشد
۹	ایساغوجی	اثیر الدین مفضل بن عمر
۱۰	صغریٰ کبریٰ	ابو الحسن علی بن محمد بن علی المشہور سید شریف
//	// //	جرجانی
۱۱	کتاب التعریفات	// // // //
۱۲	بدایۃ المنطق	بحر العلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب
۱۳	التقریرات شرح مرقات	قبلہ مفتی محمد اشرف صاحب
۱۴	تقریرات زمانۂ طالب علمی	از افادات استاذ العرب والعجم شیخ الاسلام
//	// //	حضرت سیدنا قبلہ عطا محمد گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ
۱۵	حالات مصنفین درس نظامی	محمد حنیف گنگوہی
۱۶	اصطلاحات الفنون مع تذکرۃ المؤلفین	محمد عابد نعیم
۱۷	تذکرۂ مصنفین درس نظامی	پروفیسر اختر راہی،
۱۸	جامع العلوم الملقب بدستور العلماء	قاضی فاضل عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری